

سوانح

شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید

سیدنا محمد ﷺ

مولانا عبد القیوم حقانی

حضرت مدنیؐ کے تذکرہ، دلچسپ حکایات و
واقعات اور سیرت و سوانح پر اپنے طرز کی پہلی،
البیلی، حیرت انگیز اور ایمان افروز کتاب

اقسام کیڈمی • جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان

برائے تبصرو و تعارف

سوانح شیخ الاسلام
حضرت مولانا حسد حسین مدنی
تالیف
مولانا عبد القیوم حقانی

☆ سلسلہ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترام اساتذہ، شیخ الہند سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہند کا جانشین ☆ سیرت و کردار، اخلاص و للہیت، جود و سخا، بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق و انہماک، طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت، اطاعت، اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ
برائچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان



فہرست ابواب

۱	سلسلہ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات
۲	احترام اساتذہ، شیخ الہند سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت
۳	شیخ الہند کا جانشین
۴	سیرت و کردار، اخلاص و للہیت، جو دوسخا، بے نیازی و استغناء اور جامعیت
۵	انداز تدریس، درس حدیث سے عشق و انہماک، طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ
	جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات
۶	خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمتِ خلق اور مہمان نوازی
۷	انابت و عبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت
۸	حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت، اطاعت، اتباع سنت اور استقامت
۹	سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم اور تواضع و خاکساری
۱۰	احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت
۱۱	وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں
۱۲	رویائے صالحہ اور کرامات
۱۳	ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار
۱۴	مکتوبات
۱۵	لطائف و ظرائف
۱۶	حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت
۱۷	خوانِ یغما

جملہ حقوق بحق القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

نام کتاب	-----	سوانح حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
مرتب	-----	مولانا عبدالقیوم حقانی
کمپوزنگ	-----	جان محمد جان، رکن القاسم اکیڈمی
ضخامت	-----	272 صفحات
تاریخ طباعتِ اول	-----	شوال ۱۴۲۵ھ / دسمبر 2004ء
تاریخ طباعتِ دوم	-----	صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / مارچ 2005ء
تعداد	-----	1000
قیمت	-----	120 روپے
ناشر	-----	القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد، پاکستان

ملنے کے پتے

.....

☆	صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس المنظر پارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد سبیلہ چوک کراچی
☆	مولانا سید محمد حقانی، مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ
☆	کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی
☆	مکتبہ سید احمد شہید، ۱۰ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
☆	زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
☆	مکتبہ بخاری، صابری مسجد گلستان کالونی مرزا آدم خان روڈ، لیاری کراچی
☆	مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب، جامعہ ابوہریرہ، چنوں موم ضلع سیالکوٹ
	اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے



فہرست مضامین

سوانح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۴	مولانا خلیل احمد سے درسی کتب کا آغاز کرایا --	۱۵	شیخ الاسلام حضرت مدنی! (شورش کاشمیری)
//	تذکرۃ الاساتذہ -----	۱۷	حرف آغاز -- (مولانا عبدالقیوم حقانی)
۳۵	شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن -----	۱۹	مقدمہ -- (حکیم الاسلام قاری محمد طیب) --
//	مولانا ذوالفقار علی صاحب -----	۲۹	باب : ۱
//	مولانا عبدالعلی صاحب -----	//	سلسلہ نسب ابتدائی تعلیم اساتذہ
۳۶	مولانا خلیل احمد بہار پوری -----	//	اور دلچسپ واقعات
//	مولانا حکیم محمد حسن صاحب -----	۲۹	نسب کی اہمیت و فضیلت -----
//	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب -----	//	نسب کے حوالے سے تین گروہ -----
۳۷	مولانا غلام رسول صاحب نقوی -----	۳۰	نبی ہمیشہ اعلیٰ نسب سے تعلق رکھتا ہے -----
//	مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب -----	//	حضرت مدنی کی نسبی شرافت -----
//	مولانا حبیب الرحمن صاحب -----	۳۱	سلسلہ نسب -----
//	مولانا سید محمد صدیق صاحب -----	//	حضرت مدنی کے والد کا دلچسپ خواب -----
۴۱	باب : ۲	۳۲	ولادت -----
//	احترام اساتذہ شیخ الہند سے عشق و -----	//	ابتدائی تعلیم -----
//	محبت اور دوران اسارت -----	۳۳	آغاز شعور سے پابندی اور تربیت کا اہتمام -----
//	خدمت و مصاحبت -----	//	بکری چرانے کی خدمت -----
۴۱	احترام اساتذہ کی برکتیں -----	//	آٹھ سال کی عمر میں علمی حذاقت اور تجربہ -----
		۳۴	دیوبند میں سب سے پہلی حاضری -----

انتساب

بزرگ عالم دین، اقوالِ سلف کے مؤلف، عظیم داعی و مفکر، رہبرِ شریعت و
طریقت، بقیۃ السلف

حضرت مولانا الحاج ”قمر الزمان صاحب الہ آبادی“ دامت
برکاتہم کے نام جنہوں نے اپنی محبت، علم پروری، اصاغر
نوازی اور کمال شفقت و عنایت سے

”سوانح حضرت مدنی“

کے مؤلف کے نام مسجد نبوی میں بیٹھ کر اپنے مبارک ہاتھوں سے تحریر لکھی اور مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کے مطاف میں اس پر دستخط ثبت فرما کر اعتماد و محبت دعا و توجہ اور اجازت و عنایات سے سرفراز فرمایا۔ و اجرہم علی اللہ۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ
برائے پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۹	سلاطین کے دربار سے مجھے کیا واسطہ؟	۶۷	شیخ الہند کے مشن پر مرتب ہے
۸۱	جامع مذہب و سیاست	۶۹	باب : ۴
۸۱	باب : ۵	۷۱	سیرت و کردار اخلاص و للہیت جو دو
۸۱	انداز تدریس درس حدیث سے	۷۱	سخا بے نیازی و استغناء
۸۱	عشق و انہماک طلبہ پر شفقت و	۷۱	اور جامعیت
۸۱	محبت محدثانہ جلالت قدر اور بعض	۷۱	سیرت و اخلاص کے خصائص و کمالات کا مجموعہ
۸۱	درسی افادات	۷۱	جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں
۸۲	جامعیت علوم و فنون	۷۱	قیموں کی سرپرستی اور صلہ رحمی
۸۳	جواز مقدس میں درس و تدریس	۷۱	مستحقین کی خبر گیری
۸۳	عرب کے چند ممتاز شاگرد	۷۳	میرے گھر کی بات کسی سے نہ کہنا
۸۳	مخدوم جہاں خادم بنے ہوئے ہیں	۷۳	درس حدیث کے ساتھ نقل کتب اور ذوق اندازی
۸۵	ہجوم کار و افکار اور شاندار محققانہ درس حدیث	۷۳	محاصرہ طائف کی فاقہ مستیاں
۸۶	درس حدیث کیلئے تکالیف کا تحمل	۷۵	فاقوں میں روحانی لذت ہوتی ہے
۸۷	اہلیہ کی تدفین سے فراغت کے بعد درس بخاری	۷۶	خود داری و استغناء
۸۸	زندگی کے آخری اسباق	۷۶	اصول کی پابندی
۸۸	کثرت درود اور دیوبندی	۷۶	صبر و قناعت
۸۸	بعض جنات بھی حضرت مدنی کے شاگرد تھے	۷۷	خدا کی ذات پر اعتماد
۹۰	درس حدیث کی خصوصیات	۷۷	خدا پر بھروسہ رکھو وہی پورا کریں والا ہے
۹۱	مذہب حنفی کی تائید	۷۸	تمہیں غیروں سے کب فرصت
۹۱	طلبہ کی ناز برداریاں	۷۸	بادشاہ اور فقیر میں جو نہیں
۹۲	طلبہ کو بھی اپنے شیخ اور ان کے درس حدیث سے	۷۹	تکبر کے خلاف کیا تھا اسلئے چوری ہوئی
۹۲	عشق تھا		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۵	میاں اصغر حسین کا اعتراف عظمت	۴۲	اپنے اُستاز سے عشق و محبت
۵۵	سیرت صدیق کی روشنیاں	۴۲	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق
۵۶	سب کچھ محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دیا	۴۲	رفاقت زنداں
۵۷	شیخ الہند کے گھر کا فرد	۴۳	ایام اسیری میں صدمات
۵۷	گنگوہی اور امجد الدینی کی نسبتیں	۴۳	رضا و تسلیم کا عظیم سانحہ
۵۸	مولانا نجم الدین اصلاحی کا تجزیہ	۴۴	جیل میں قرآن یاد بھی کیا اور شیخ الہند گوسنا بھی دیا
۵۸	حسین احمد تہا سب کا جواب دیتے ہیں	۴۵	شیخ الہند کی خدمت فریضہ منہی سمجھا
۵۸	حضرت مدنی کی جانشینی کے اشارے	۴۶	چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا
۵۹	میاں صاحب زبانی سنیں	۴۷	جذبات نہیں شرعی احکام مقدم ہیں
۵۹	کہاں کہاں حسین احمد کی برابری کرو گے	۴۷	حکم شیخ کی تعمیل کی ترجیح دی
۵۹	معنی خیز اشارہ خیر و برکت	۴۸	یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے
۶۰	یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے	۴۸	حاضری کی رات بدلی ہوئی تھی
۶۰	استاد کی دعاؤں کے ثمرات	۴۹	بھنگی کے بجائے خود نالی صاف کر دی
۶۱	رمضان میں شیخ الہند کو قرآن سنایا	۵۰	بدن کی حرارت سے پانی گرم کرنا
۶۱	یہ سعادتیں حضرت مدنی کا مقدر تھیں	۵۰	شیخ الہند کی خدمت کی برکتیں
۶۲	شیخ الہند کے چہیتے	۵۰	حضرت نانوتوی کا ارشاد
۶۲	دارالعلوم دیوبند کی علمی ترقی کی ضمانت		
۶۳	مولانا محمد الیاس کی شہادت	۵۱	باب : ۳
۶۳	شیریت و طریقت کا سب سے بڑا عالم	۵۱	شیخ الہند کا جانشین
۶۳	اکابرین امت کی گواہیاں	۵۲	سوزِ رومی اور بیچ و تاب رازی کا حسین امتزاج
۶۳	میرے اُستاز کے جانشین	۵۳	شیخ محمودی کے پروانے
۶۵	زبانِ خلق کو فقاہہ خدا سمجھو	۵۳	شیخ الہند الہامی لقب
۶۵	دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کا قول فیصل	۵۳	رجال علم
۶۶	تحریک شاہ ولی اللہ کی آخری کڑی	۵۳	اخلاق نبوی کے مجسم نمونے
۶۷	شعراء کا اعتراف	۵۳	صدیقی نسبت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۳	باب : ۸	۱۱۹	باب : ۷
//	حضور اقدس ﷺ سے عشق و	//	انابت و عبادت نماز سے محبت اور
//	محبت اطاعت اتباع سنت اور	//	شوق تلاوت
//	استقامت	۱۱۹	نماز کا امتیاز و اختصاص
۱۳۳	جمال محمد کا منظر	۱۲۰	نماز کی روح
۱۳۴	عشق رسول ﷺ کی حقیقت	۱۲۱	مولانا محمد منظور نعمانی کی شہادت
//	محبت اور اتباع سنت	۱۲۲	نماز میں استغراقی کیفیت
//	روزمرہ کے اعمال میں سنت کی پابندی	//	جماعت میں شرکت کیلئے اضطراب
۱۳۵	تخلیفا کھڑے ہونے پر ناراضگی	۱۲۲	کیا اذان ہو گئی ؟
۱۳۶	مرض الوفات میں اہتمام سنت	//	جب قدرے افاقہ ہوا
//	سوائے اللہ کے اور کسی سے تعلق نہیں	۱۲۲	خلاف سنت نماز میں مزہ نہیں آتا
۱۳۷	بیٹی کی شادی اور اتباع سنت	//	چارپائی پر نماز نہ پڑھی
//	گفتگو میں اتباع سنت	۱۲۵	اہتمام صلوٰۃ کا حیرت انگیز واقعہ
//	خلاف وضع مسنون دعوت طعام سے انقباض	//	نماز کیلئے کوئی پابندی عائد نہ کی جائے
//	جذبہ احیائے سنت	۱۲۶	آنسو تھمتے ہی نہ تھے
۱۳۸	دیکھئے میرا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے کہاں ہے؟	۱۲۷	آپ لوگ مجھے مسجد جانے سے بھی روکتے ہیں
۱۳۹	خلاف سنت امر پر انتباہ	//	ترک جماعت پر راضی نہ ہوئے
//	جب رسولؐ نے بدلہ نہ لیا تو میں ان کا غلام ہو کر	۱۲۸	عبادت و ریاضت اور خوف و خشیت
//	کیا بدلہ لوں؟	۱۲۹	نماز اور تراویح کی امامت خود کرتے تھے
۱۴۰	تقسیم مسواک کا اہتمام	//	قرأت قرآن کی لذتیں
//	عزیمت و استقامت	۱۴۰	تلاوت قرآن سے بے پناہ شغف
۱۴۱	عزیمت و حمیت	//	تراویح میں حفص کی قرأت
۱۴۲	جب ایک مسئلہ حق سمجھ لیا		
۱۴۳	غیر متزلزل استقامت		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۲	سبقت بند کرو میں بھوکا ہوں	۹۲	مہمان نوازی
۹۳	حدیث یار کا تکرار	//	نجی معاملات، دفتر، کتب خانہ اور خانقاہ
//	حدیث بدالاسلام غریباً کی تشریح	//	گھر میں مہمانوں کی ضروریات کے علاوہ کچھ نہ
۹۴	خلق اللہ آدم علی صورتہ کا معنی	۱۰۸	ہو
۹۵	بخاری شریف متناوہ سند آیا تھی	۱۰۹	ایشاور فیاضی اور مہمان نوازی
			جو مہمان کا دل دکھائے گا میں اُس کو معاف
۹۷	باب : ۶	۱۱۰	نہیں کروں گا
//	خوف خدا تقویٰ ایشارہ و توکل اعلیٰ	//	حضرت مدنیؒ کا دسترخوان
//	اخلاقی اقدار خدمت خلق	۱۱۱	قلب و روح حب مال سے پاک تھے
	اور مہمان نوازی	//	اکرام ضیف کا ایک حیرت انگیز واقعہ
۹۸	اعلیٰ انسانی اقدار و اخلاق	۱۱۲	آپ کی عنایت ہے کہ خدمت کا موقع دیا
۹۹	مخدوم خود خادم بنا ہوا تھا	//	مستحقین اور مہمانوں کی خبر گیری
//	مشتبہ گوشت سے پرہیز	۱۱۳	مہمانوں کا انتظار
۱۰۰	عیسائیوں کو جسم پر تسلط ہے دل پر نہیں	۱۱۴	مہمانوں کی خدمت اور کمال و سعادت ظرف
//	ذبیحہ کی صحت کیلئے دوشربا	//	طعام میں برکتیں اور کرامتیں
۱۰۱	اللہ نے بہتری کی صورت پیدا کر دی	۱۱۵	بوسیدہ حال لوگوں کا درجہ
۱۰۲	اضطراب کی تعین	//	اگر مہمانوں کیلئے انتظام ہو سکتا ہے تو میں بھی کھا
//	شرائط ملازمت کی تجدید	//	سکتا ہوں
۱۰۳	حضرت خود مصارف ادا فرماتے تھے	۱۱۶	ساری رات عبادت گزار رہے
۱۰۴	صرف ایام درس کی تنخواہ	//	برابری کا برتاؤ کرتے صرف حضرت مدنیؒ کو
۱۰۵	حزم و احتیاط اور تقویٰ و فتویٰ	//	دیکھا
//	کفایت شعاری اور واجبی خرچ پر اکتفاء	۱۱۷	میں مسلمان ہو جاؤں گا
۱۰۶	ارسال کردہ رقم کا حساب	//	آج پرہیز توڑ دیں گے
۱۰۷	غیر محرم سے نظریں بچانے کا اہتمام	۱۱۸	کیا سب مہمانوں کیلئے انتظام ہو جائیگا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۶	اقامت نماز	۱۷۲	حضرت مدنیؒ بے غرض تھے
//	عشق رسول ﷺ	//	قومی اعزاز اور حکومتی پیشکش کی ایک آزمائش
//	مناسک حج عشق و محبت کا منظر	۱۷۳	حلقہ نور
۱۸۷	مدارس اسلامیہ کی اہمیت	//	زرخ انور پر روشنی کا مشاہدہ
۱۸۸	نظام عدل	۱۷۴	روشنی ہی روشنی
//	عزم و عمل	//	مولانا مدنیؒ کا ثانی نہیں
۱۸۹	وسعت رحمت	۱۷۵	حکیم مسعود احمد کی تنبیہ پر روتے رہے
//	جدوجہد ضروری ہے	//	وہ پدمنی اوٹنی میں ہی ہوں
//	ماں کی خدمت و اطاعت	۱۷۶	بلند روحانی مقام
۱۹۰	اخلاص و لہیت	//	خانقاہ مدنیؒ کے شب و روز کے معمولات
//	نیت کی برکت	۱۷۷	بیک وقت چھ ہزار افراد نے بیعت کی
//	پابندی شریعت	//	لاش تک نہ ملی
۱۹۱	توکل علی اللہ	۱۷۸	گستاخی کرنے والوں کا عبرتناک انجام
۱۹۲	دینی تعلیم	۱۷۹	تین ہزار غنڈوں کی یلغار
//	اولوالعزمی اور عالی ہمتی	//	کلاہ مدنیؒ کو پاؤں تلے روند کر جلا دیا گیا
۱۹۳	بزدلی سے بچو مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرو	۱۸۰	ایک اینگلو انڈین افسر کی فرض شناسی
		//	قدرت کا انتقام
		۱۸۱	گالیاں دینے والے نے معافی مانگ لی
۱۹۵	باب : ۱۲	۱۸۲	خسر الدنیا والآخرۃ
//	رویائے صالحہ اور کرامات	//	درک عبرت
۱۹۶	حضور اقدس ﷺ کے قدموں میں	//	عند اللہ مقبولیت کی ایک خاص نشانی
//	اتباع سنت کی تعبیر	۱۸۵	باب : ۱۱
۱۹۷	علم سمیت چار چیزوں کا عطیہ	//	وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات
۱۹۸	ہاں! اے حبیب رخ سے ہٹا دو نقاب کو	//	اور ایمان افروز باتیں
//	ائمہ مذاہب اربعہ کی دعا	۱۸۵	بیان و خطابت
۱۹۹	امام زمان		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۶۰	یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے	۱۴۵	استقامت و عزیمت کی ایک نادر مثال
۱۶۱	مٹی کا جسم جب تک چلتا رہے، کام لینا چاہئے		
//	اپنے نفس سے بدظنی	۱۴۷	باب : ۹
۱۶۲	سب سے بڑی کرامت	//	سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم
۱۶۳	حضرت مدنیؒ کی دلچسپی	//	اور تواضع و خاکساری
۱۶۴	وسیلہ نجات	۱۴۷	عفو و درگزر
۱۶۵	سراپا خدمت	//	انتقام کے سفلی جذبات سے نفرت تھی
//	وسعت اخلاق و جذبہ خدمت خلق	۱۴۸	سپرٹنڈنٹ جیل کو معاف کر دیا
//	رفقائے سفر کے پاؤں دباتے رہے	۱۴۹	دشمنوں کے حق میں دعائیں
۱۶۶	عظمت مدنیؒ کا ایک اہم پہلو	//	یہ سیرت کا جلسہ ہے
//	حضرت مدنیؒ چوتھے پر لیٹ گئے	۱۵۰	کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا
۱۶۷	نمازی کے چپل سیدھے کیے	//	میں سب کو معاف کر چکا ہوں
۱۶۸	عہد کرو آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے	۱۵۱	قدرت کا انتقام
۱۶۹	باب : ۱۰	//	جہاز کے ملازم کا غلط رویہ اور آپ کا حسن سلوک
//	احسان و تصوف اور سلوک و	۱۵۲	حضرت نے اُف نہیں فرمایا
//	معرفت میں عظمت مقام	۱۵۳	ایک مرید کے غلط اعتراض پر صبر و تحمل
//	مرجعیت، محبوبیت اور فنایت	//	کھجوریں اور زمزم تولیتے جائے
۱۶۹	مقصود تصوف	۱۵۴	منہجائے صبر و تحمل
۱۷۰	صوفیا اور مشائخ	۱۵۶	تین مرتبہ تعویذ کی فرمائش
//	حضرت مدنیؒ کا پیغام		حسین احمد کا سر آپ کے سروں سے زیادہ قیمتی
//	سب سے بڑی طاقت	//	نہیں
۱۷۱	روحانی قوت	۱۵۸	موسیٰ شہداء کا تحمل
//	جوہر اخلاص	//	حد سے زیادہ تواضع اور خاکساری
		۱۵۹	تواضع کی انتہاء
		۱۶۰	خادم کے لئے بیت الخلاء صاف کر دیا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۲	یہ بھی خادم زادہ ہے	۲۱۹	فرمت کے رات دن
//	بلا میزبان کی اجازت کے کیسے جاسکتے ہیں	//	وقایہ اپنی نازاں ہوں
۲۳۳	چند سوکھی روٹیاں	۲۲۰	عاشق بدنام
//	کانگریسی مولوی	//	بدرالدین کا بٹا
۲۳۴	یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا	//	آخری ایام کا ایک شعر
۲۳۵	مکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا کہاں ہوتی ہیں	//	یارانِ جانثار
//	تھکے نہیں تھکے		
//	یہ لڑکے تو امام نہیں	۲۲۳	باب : ۱۴
۲۳۶	یہ ایک ہوائی گھوڑا ہے	//	مکتوبات
//	دلچسپ طریقے سے اصلاح	۲۲۴	ترسیل خطوط کا اہتمام
//	آپ نے تو میری تاریخ پیدائش چھین لی	//	جیل میں اصلاحِ امت کی فکر
۲۳۷	پان کا بیڑا اور اس کا خول	۲۲۵	مدنی مکتوبات کی خصوصیات
۲۳۸	غریب کا کھانا حلق سے نہیں اترتا	//	حضور اقدس ﷺ سے منامی ملاقات
//	آپ یہ سمجھے کہ آپ کی کرامت کا ظہور ہوا	۲۲۶	والدین کی اطاعت
//	خوابی صحابی	//	ماہ رمضان کے معمولات
۲۳۹	مجھے بھی خواب ہی میں پنکھا جھل دینا	۲۲۷	تلاوت قرآن پاک کے آداب
//	یہ شریفہ ہے	//	عقد نکاح کی شرعی حیثیت
//	کیا غسل سے انکار کر رہے تھے	۲۲۸	اسلامی مدارس اور توکل علی اللہ
//	نبی خیز علاقہ	//	نسب مدارِ نجات نہیں
۲۴۰	چند لطیفے	//	مصیبت اور راہِ سلوک
۲۴۱	باب : ۱۶	۲۳۱	باب : ۱۵
//	حضرت مدنی کا سفر آخرت	//	لطائف و ظرائف
۲۴۱	موت سے انکار ممکن نہیں	۲۳۱	حدود کے اندر مزاح سنت ہے
۲۴۲	موت زندگی کا آئینہ ہے	۲۳۲	شیخ مدنی کے لطائف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱۱	باب : ۱۳	۱۹۹	باری تعالیٰ کا جلوہ جہاں آرا
//	ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ	۲۰۰	نسبت عثمانی
//	اشعار	//	حضور اقدس ﷺ اور حضرت گنگوہیؒ کے درمیان
۲۱۱	علم و ادب اور شعر و شاعری	۲۰۱	حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں
۲۱۲	ذوقِ علم و ادب	//	حاضری
//	مولانا اعجاز علیؒ کی ایک شعر میں ترمیم	//	دروودِ سلام سے مسئلہ حل ہو گیا
۲۱۳	حضرت مدنیؒ کی ترمیم	//	شمرہ مقصود ہاتھ آئے گا
//	مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی ترمیم	//	دستارِ خلافت
//	پسندیدہ عربی اشعار	۲۰۲	روحانی امداد
۲۱۴	اکابر کا سایہ	//	علم سے محرومی
//	دین محمدؐ کے غلبہ کی تمنا	۲۰۳	طلبہ حادثہ محفوظ رہے
//	رضائے الہی کا حصول	//	ٹرین واپس آگئی
//	اپنے پر سوؤ ظن	۲۰۴	ازالہ مرض کا عجیب واقعہ
۲۱۵	جب اللہ کی طرف سے محبت ہو	//	مارگزیدہ کی شفا یابی
۲۱۵	نفس کی حالت	//	ٹرین منتظر رہی
//	مال و اولاد امانت ہیں	۲۰۵	ایک مسافر بس کا دلچسپ واقعہ
//	دیباچہ کی عظمتیں	//	چارپائی سے ذکر کی آواز
//	فارسی کے پسندیدہ اشعار	۲۰۶	ابر کا نما
۲۱۶	فارسی اشعار جو اکثر در زبان رہتے	//	کھانے میں تانگیز برکت
۲۱۷	یاد دوست اور علم حق	۲۰۷	روضہ مصبرہ سے آپ کو جواب ملا
//	اپنے اکابر کا ظاہر نقشبندی اور باطن چشتی تھا	۲۰۸	حضرت مدنیؒ کی جدائی سے پھول بھی کھلا گئے
۲۱۸	شریعت میں بڑا گناہ	۲۰۹	
//	اردو کے پسندیدہ اشعار		
۲۱۹	دل صیاد کیا جانے		
//	حسب حال شعر		

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

شہر استبداد کے دیوار ز در ڈھاتا رہا
گم شدہ اسلاف کی تصویر دکھاتا رہا
بچ تھا اس کے لئے اندیشہ دار و رس
پائے استحقار سے دنیا کو ٹھکراتا رہا
خواجہ کونین ﷺ کی روئے کی جالی چوم کر
نور کے تڑکے دعا کو ہاتھ پھیلاتا رہا
ان کمالات و محاسن میں جواب اس کا نہیں
اس قبیلہ میں کوئی بھی ہمرکاب اس کا نہیں
(شورش کاشمیری)



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۳	چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را	۲۴۲	منامی تنبیہات
۲۵۴	مزاجی لطیفہ	//	طے شدہ نظام الاوقات کی پابندی
//	حضرت مدنی کے حلقہ درس میں	۲۴۳	پہلا سفر جس میں نظام الاوقات کی پابندی نہ ہو سکی
۲۵۵	دارالعلوم دیوبند میں مجلس علمی کا قیام	//	عارضہ قلب کا آغاز
//	درس حدیث پڑھانے کی ترغیب	//	دنیا کا آخری سفر
۲۵۶	شیخ الہند کے اوصاف و کمالات کا عکس جمیل	۲۴۴	بخاری کا درس ناغہ نہ ہو
//	اب آپ ہی امامت فرمائیں	//	دارالحدیث سے الوداع
۲۵۷	جنہیں حضرت مدنی نے سپرد کیا ہو	//	نماز باجماعت کا اہتمام
۲۵۸	منظوم سوانح سے انتخاب	۲۴۵	نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کے عزائم
۲۵۹	حضرت مدنی کی عظمت کا راز	//	محبین نے سردہ پاکستان سے منگوایا
۲۶۰	حلیہ مبارک	//	ایک افاقہ
//	زندگی کے شب و روز	۲۴۶	شدید مرض میں بھی کام کرتے رہے
۲۶۱	غلط سفارش کی امید نہ رکھیں	//	افاقہ اور وصیتیں
۲۶۲	محبین و متعلقین کا لحاظ	۲۴۷	ائے شہدستانہ
	مولانا عبدالقادر رائے پوری اور حضرت مدنی		کمرہ خالی کرا دیا گیا اور ہمیشہ کیلئے محو استراحت ہو گئے
//	کی تائید	//	موت کے بعد مسکرا رہے تھے
	مولانا احمد علی لاہوری کی حضرت مدنی سے	۲۴۹	وفات کی خبر صاعقہ اثر
۲۶۳	عقیدت	//	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا
۲۶۴	حضرت مدنی کا مل تھے	//	غسل و تکفین
//	عظمت مدنی کا اعتراف	۲۵۰	آخری دیدار
۲۶۵	حضرت مدنی کی تواضع	//	بعد المرگ بھی شیخ الہند کے قدموں میں
//	حضرت مدنی کا ایثار		
۲۶۶	حضرت عیسیٰ کے جزیہ منسوخ فرمانے پر شبہ	۲۵۱	باب : ۱۷
//	زمانہ طالب علمی کی ریاضتیں	//	خوان یغما
۲۶۷	میں اس در کا غلام ہوں	//	قلمی چہرہ
	☆☆☆☆☆	۲۵۱	

گلہائے عقیدت

از ! اختر چغتائی میرٹھی



حرفِ آغاز

الحمد للہ حضرت الجلالۃ والصلوۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

عام مشاہدہ ہے کہ بزرگانِ دین، علماءِ اُمت اور اکابر کے واقعات، حالات، کیفیات، کایات اور ملفوظات وارشادات انسان کیلئے اصلاح کا نسخہ اکسیر ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لمبی بڑی تقریریں جن میں علم و نظر، فلسفہ و ذکر، شعر و ادب، تحریک و جہاد اور وحدتِ اُمت کا پیغام ہو ایک رف اور کسی بزرگ کا کوئی واقعہ دوسری طرف رکھا جائے تو بسا اوقات یہ ایک واقعہ ان طویل تقریروں سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ شاید اس لئے ہر دور میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ موجیرت بنادینے والے قعات کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ جب کسی عظیم شخصیت کے حالات و واقعات سامنے آتے ہیں تو فکر و عمل لےزاویے بدل جاتے ہیں.....

کس کی یادیں خرمنِ دل میں ہیں عارفِ شعلہ زن

سوزشِ افروں سے خاکستر ہوا جاتا ہے دل

یہ طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی، علمی، فکری اور قلبی نسبت اور محبت ہوتی ہے۔ اُن کے حکایات و واقعات سے خاص اُنس اور تعلق بھی ہوتا ہے اور پھر یہی قلبی تعلق ان کے اعمال، افعال اور اقوال کے اتباع کی جانب کھینچ کر لے جاتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہمارے اکابر میں سے بلند پایہ عالمِ دین، درویشِ خدا مست، صوفی باصفا، شیخ الحدیث، مفتی، مجاہد، سیاسی رہنما اور جامع حیثیت شخصیت تھے۔ ان کی زندگی کے شب و روز میں، شخصیت کے ایک ایک پہلو میں، افکار کے ہر نکتے اور سیرت و کردار کی ہر جھلک میں، گفتار کے ایک ایک بول میں، عمل کے ایک ایک قدم میں ہمارے لئے ہزاروں عبرتیں، لاکھوں بصیرتیں اور عمل کے لئے لاتعداد مثالیں ہیں۔ حضرت مدنیؒ اپنی زندگی میں بھی مخدوم و مطاع تھے اور اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اپنے عملی آثار،

سلام اے نازشِ محمود و قاسم، انور و اشرف
جوابِ رومی و فخر بخاری، رشکِ شیرازی
سلام اے ترجمانِ رحمت و امداد و گنگوہی
ترے دم سے ہی زندہ تھی غزائی کی تگ و تازی
سلام اے قلزمِ علم و عمل اے سیدِ ثانی
تری مرہونِ منت ملک و ملت کی سرافرازی
زمانہ کو ترے فیضِ طریقت کی ضرورت تھی
ادھورا تھا ابھی گلشن میں کارِ آشاں سازی
ترا پیغامِ گلبانگِ شریعت ہند تابطخی
حرم کو یاد آئے گی تری فردوسِ آوازی
تری محفل ہمیشہ طالبانِ حق کا گہوارہ
وہ ہندی ہوں کہ تورانی جازی ہوں کہ قفقازی
نظر آنے میں مسکین و یتیم و بے کس و بے دل
قبائے شافعی، دستارِ کوئی، مسندِ رازی
ترے خرمن کے خوشہ چیں بقدرِ وسعتِ دامن
فقیہ و مفتی و قاضی، محدث، عارف و غازی
چمن والو! نہ جانے اور کیا کیا پھونک ڈالے گی
فلک کی شعلہ ریزی، برقِ پاشی، برقِ اندازی
اٹھو بہرِ خدا شبنم کے قطروں سے وضو کر لیں
سحر کا وقت ہے کچھ اہتمامِ رنگ و بو کر لیں



مُقَدِّمَةٌ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى

اُمّتِ مرحومہ کا کوئی قرن علماء ربانی اور رجالِ حقانی سے خالی نہیں گزرا۔ ہر دور میں بڑے بڑے رجالِ علم موجود رہے ہیں، جنہوں نے آفتاب و ماہتاب بن کر گہری تاریکیوں میں اُمّت کو راہِ حق دکھائی، صراطِ مستقیم پر ڈالا اور اپنی اپنی معنوی روشنی کی قدر حق کو کبھی بھی باطل کی اندھیرویوں میں چھپنے نہیں دیا بلکہ شریعتِ اسلام کی سدا بہار روشنی کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سچی خبر کو ”لیلھا و نہارھا سواء“ سچا کر دکھلانے میں ان ہی نورانی حضرات کا پید بیضاء کام کرتا رہا ہے، مگر پھر بھی ان میں ایسے جامعِ علوم ہی نہیں، بلکہ جامعِ شئون بھی ہوں، گئے چٹنے ہی رہے ہیں، جنہوں نے اپنی روشنی سے افرادِ اُمّت کو دین کے ہر ہر جلی اور خفی گوشے کی نشاندہی کی اور علمی طور پر اُمّت کو جامعیت کے ان گوشوں پر چلایا ہو، گویا ارءِ طریق کے ساتھ من اللہ ایصال الی المطلوب کا وسیلہ بھی ثابت ہوئے۔

الحمد للہ کہ یہ قرن بھی جو باوجود عہدِ نبوت سے بعید تر اور عہدِ تجدید سے دور ہو جانے کے سبب صد الوان تاریکیوں اور فتنوں کا مجموعہ ہے، ایسے جامع اور ربانی علماء سے خالی نہیں، جن کو جامعیت، اجتماعیت اور جمعیت کی شانوں سے نوازا گیا ہے اور ان غیر معمولی کمالات کے سبب انہیں من جانب اللہ قبولِ عام کی دولت عطا ہوئی ہے۔

ان ہی گئے چٹنے نفوسِ قدسیہ میں سے حضرت اقدس مولانا حافظ الحاج السید حسین احمد المدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ذاتِ ستودہ صفات بھی ہے، جو اپنے مخصوص فضائل و کمالات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک فردِ منفرد ہستی ہے، آپ نہ صرف عالمِ دین ہی ہیں بلکہ عارف باللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی

افکار و افادات اور علم و عمل کے میدانوں میں ہمارے لئے ایسے روشن نقوش چھوڑ گئے، جن میں ہماری رہنمائی کا بہترین سامان ہے۔ حضرت مدنیؒ کے افکار و افادات اور حالات و واقعات کا مطالعہ ہمارے ذہن و فکر کی جلا، سیرت کی تعمیر، اخلاق کی تہذیب اور زندگی کے ہر موڑ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

پیش نظر سوانح میں حضرتؒ کے ہمہ جہتی سیاسیات کے احاطہ بیان سے احتراز کیا گیا ہے، کیونکہ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ضمناً ابواب میں آپ کو ضرور سیاسی تذکرے ملیں گے، لیکن وہ مقصود بالذات نہیں، بلکہ تاریخ کا حصہ ہیں اور حضرت مدنیؒ کی زندگی اور سوانح کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک ان کا سیاسی کردار اگرچہ ضمناً کیوں نہ ہو، واضح نہ کر دیا جائے۔ ہمیں یہ دعویٰ بھی ہرگز نہیں کہ پیش نظر سوانح میں حضرت مدنیؒ کی زندگی پر ہر لحاظ سے جامع، مفصل، ہمہ جہتی اور تحقیقی تاریخ ہے۔ ہمارا مقصد اور موضوع تو ہمیشہ سے سوانحات میں یہ رہا ہے کہ قارئین کے سامنے صاحبِ سوانح کی زندگی کے علمی و عملی روشن ابواب لائے جائیں تاکہ ان کے قائم فرمودہ نشانِ راہ پر چل کر تلاشِ منزل کی مساعی میں مصروف رہا جاسکے اور بس۔

ہم کسی شخصیت کی عظمت کو کشف و کرامات کے ترازو میں بھی نہیں تولتے، بلکہ اس کے کردار و عمل کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود سے سوال کرتے ہیں کہ میں کیسا لگتا ہوں؟ اور میری تعلیم، تربیت، درس، سیاست، جذبہ اصلاح انقلاب اور اندازِ کار قابلِ اصلاح ہے تو کس حد تک ہے؟ توقع ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے حالات و واقعات کا یہ مجموعہ ہمارے دلوں سے زنگ اُتار دے گا اور نیکی، تقویٰ، ایمان و یقین، ایثار و قربانی اور محبت و اخوت کے جذبات کو تقویت دے کر ہماری اصلاح و ہدایت میں معاون ثابت ہوگا۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ پیش نظر کتاب کوئی نئی تحقیق، از خود گھڑے واقعات اور خانہ زاد تاریخ نہیں بلکہ حضرت مدنیؒ کی سیرت و سوانح کے حوالے سے چھپنے والے عظیم و وسیع لٹریچر سے اخذ و انتخاب ہے، جسے جدید، آسان اور عام فہم پیرایے میں ترتیب دے کر قارئین کیلئے استفادے و افادے کی راہ آسان کر دی گئی ہے۔ یقیناً قارئین بھی اس کی قدر کریں گے۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی، مہتمم جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ

جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ / جولائی ۲۰۰۴ء

ہیں۔ آپ کا علم عارفانہ، عمل مجاہدانہ اور اخلاق درویشانہ ہے۔ متضاد احوال و مقامات کو ایک دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ ایک ہی وقت میں آپ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکز علم و دین کی مسند تدریس کے صدر نشین بھی ہیں، جن کے ارد گرد سینکڑوں طلبہ زانوئے آداب تہہ کئے نظر آتے ہیں، اُسی آن آپ جمعیت العلماء اور سیاسی اسٹیج کے مسند نشین بھی ہیں، جن کے دائیں بائیں ہزاروں مجاہد صفت انسانوں کا جھمکتا لگا ہوا ہے اور پھر اُسی ایک وقت میں آپ اپنے ریاضت کدہ میں خانقاہ نشین بھی ہیں، جن کے چہرے طرف سینکڑوں ذاکر و شاعلوں اور راہ باطن کے جوہر افراد کا ہجوم ہے اور آپ کی جامع ذات ہے کہ ایک طرف آپ اپنے عالمانہ وقار و نکتہ سنجی سے دوسری طرف مجاہدانہ جوش و اقدام پسندی سے اور تیسری جانب عابدانہ انکسار و تواضع آفرینی سے ہر دائرے کے طالبوں کی پیاس بجھا رہے ہیں اور ہر میدان میں آپ کی ہمت مردانہ اس طرح یکسانی کے ساتھ کام کر رہی ہے کہ کسی ایک میدان کی تگ و تاز دوسرے میدان سے بے التفات نہیں ہونے دیتی..... غرض شریعت، طریقت اور سیاست جیسے متضاد رُخ مقامات کی سیر اور اُن میں بیک وقت اُن تھک عروج آپ کی ہمت مردانہ کا ایک عملی شاہکار ہے.....

یوں بہم کس نے کیے ساغر و سنداں دونوں

آپ کی اسی مجاہدانہ روش اور دین کے عملی شعبوں میں اُن تھک دوڑ کے بارے میں میں نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانوی قدس سرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”میں اپنی جماعت میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حسن تدبیر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں۔“

ایک موقع پر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی مجلس خیر و برکت میں تحریکاتِ وقت کا ذکر چھڑا۔ ایک صاحب نے حضرت مدنیؒ کے کسی مجاہدانہ عمل کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت ! آپ کا اس پر عمل نہیں، فرمایا:

”بھائی ! میں اُن جیسی (مولانا مدنیؒ جیسی) ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں۔“

مجھ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

”میں مولانا حسین احمد صاحبؒ کو ان کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہوں، البتہ مجھے ان سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے اگر وہ حجت رافع ہو جائے تو میں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کے ہر بنیادی شعبے میں آپ کو عمل، جوشِ عمل اور

ہمت مردانہ کی توفیق عطا ہوئی ہے اور اس پیرانہ سالی میں یہ عمل، یہ جوش و خروش اور اُمت کے ساتھ یہ اُن تھک دوڑ دھوپ واقعہ یہ ہے کہ جوانوں کی جوانیوں کو شرمائے ہوئے ہے۔ آپ کے یہاں راحت و آرام کا لفظ گویا لغت میں آیا ہی نہیں اور آیا ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا کم از کم ان کی زندگی کی نسبت سے یہ لفظ مہمل اور بے معنی ہے۔

اس دورِ عجز و کسل میں جو آج مسلمانوں پر چھایا ہوا ہے، آپ کی اس ہمت و جوشِ عمل کو سوائے کرامت کے اور کس لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ اور اگر اس کا نام استقامت ہے، تو وہ بلاشبہ فوق الکرامت ہے، جو اس دورِ قحط الرجال میں ایک غنیمتِ بارہ ہے۔ حضرت ممدوح کی مدح سرائی میری تحریر کا موضوع نہیں ہے اور میں اُن کے فضائل و مدارج کا احاطہ کر بھی کیا سکتا ہوں، تذکرہ آ گیا ہے، تو قلم اس سے نہیں رکتا کہ اُن کی ہزار ہا مدارج و فضائل میں سے یہ کوئی منقبت اور تھوڑی فضیلت نہیں ہے کہ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ہی جب کہ آپ ”شابت نشا بعبادۃ اللہ“ کے مقام پر پہنچ چکے تھے، آپ نے ۱۸ برس تو حرمِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر اور خود صاحبِ کتاب و سنت اور اُن کے زیرِ نظر رہ کر درسِ کتاب و سنت دیا، جس سے مشرق و مغرب کے ہزار ہا عوام و خواص اور علماء و فضلاء مستفید ہوئے اور حجاز و شام، مصر و عراق، ترک و تاتار وغیرہ تک آپ کے کمالات کا شہرہ پہنچ گیا۔

اس دوران میں آپ دیوبند بھی آتے جاتے رہے اور احاطہ دارالعلوم میں اپنے فیوض سے طلبہ کو اور اپنے برگزیدہ اُستاد حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے فیوض سے خود اپنے آپ کو مستفید فرماتے رہے، مگر مستقل قیام اور مسلسل افادہ کا مقام مدینہ منورہ ہی رہا۔ قیامِ مدینہ کی انتہا اس پر ہوئی کہ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اسارتِ مالٹا کے موقع پر اپنے اُستاد کی معیت میں پانچ برس مالٹا کے اسارت خانہ میں رہے، گویا حرمِ نبویؐ کے اشارہ پر حرمِ شیخ میں مکرر داخل ہوئے اور اس مسلسل فیضانِ صحبت سے آپ کو وہ اخلاقی عروج حاصل ہوتا رہا جو اس مقام پر ہو سکتا تھا۔ رہائی کے بعد ہندوستان تشریف آوری ہوئی تو آپ کو حق تعالیٰ نے آپ کے مرکز نشوونما (دارالعلوم دیوبند) کے لئے منتخب فرمایا، جو درحقیقت اپنے وقت کے اولیاء و اقطاب کی نسبتوں کا مجموعہ اور مرکز ہے، گویا حرمِ شیخ کے بعد حرمِ شیوخ میں داخلہ ہوا اور اکابر و اسلاف کی گدی نے آپ کو اپنے لیے چُن لیا، تقریباً ۲۶ برس سے مسلسل اس مرکزِ علمی کی صدارت تدریس کی مسند آپ کے فیوض سے مالا مال ہو رہی ہے۔ پس ۱۸ برس مرکزِ اسلام (مدینہ منورہ) میں رہ کر افادہ و استفادہ فرمایا، پانچ برس مالٹا کی جہاد پر در خانقاہ میں آپ کو وقت کی سب سے بڑی شخصیت سے خصوصی استفادے کا یکسوئی کے ساتھ موقع میسر ہوا اور ۲۶ برس

ساتھ مجاہدانہ اسپرٹ سے بھرپور اور جذباتِ عمل سے لبریز ہوتا ہے، جس سے طالبوں کے قوائے عمل کی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور جذباتِ عمل زیادہ سے زیادہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان تحریکِ جنگِ آزادی میں آپ کے علم اور جوشِ عمل نے اہل علم کے سیاسی حلقوں کی لاج رکھ لی، استخلاصِ ملک و ملت کے لئے آپ نے جو قربانیاں دی ہیں، وہ جریدہٴ عالم سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں، عموماً سب سے میدانوں کے شناسا اور اسٹیج پر پہنچ کر غیر محتاط اور ذہنی طور پر آزاد و بے باک ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت ممدوح کا یہ کمالِ استقامت تھا کہ سیاسی اسٹیج پر بھی آپ کا تقشفِ مذہبی اس حد تک قائم رہا جس حد تک ایک مدرس کا اپنے حلقہٴ درس میں قائم رہ سکتا ہے، گویا آپ کا اسٹیج بھی درسِ کتاب و سنت ہی کا محلِ مقام ہوتا تھا، جس سے وہی آثارِ خیر و برکت ہو پیدا ہوتے تھے، جو کتاب و سنت کے خصوصی آثار ہو سکتے ہیں۔

ساتھ اس عہدِ الورود مقام پر جو حقیقتاً منزلتِ اقدام ہے، آپ کی اخلاقی قوتیں اس حد تک بیدار اور ہموار ہیں کہ سیاسی اقدامات بجائے خود ایک اخلاقی درس کی شان سے نمایاں ہوتے رہے، ہر خدمت بے لوث، ہر بے لاگ اور ہر اقدام خلوص و ایثار سے پُر، نہ کسی عہدے کا سوال، نہ جاہ کی طلب، نہ مال کی طرف ادنیٰ التفات، نہ اقتدار کی ذرہ بھر خواہش، ہندوستان کے آزاد کرانے اور انگریزوں کو نکالنے میں ہر اور دھڑ کی بازی لگا دی، لیکن کیا کسی وقتی صلہ کے لئے؟ کسی عہدے کے لئے؟ یا قومی اسٹیج پر عہدے داروں کی کسی سرگروہی کے لئے؟ معاذ اللہ۔ بلکہ ہر خدمت میں مخلصانہ جذبات، بے غرضانہ داعی، بے لوث ارادے، سادگی، ضمیر اور محض اپنے بزرگوں کے نصب العین کی تکمیل اور اپنے سلف کے نقشِ قدم کے اقتضاء و اقتداء کے ساتھ اسے باقی رکھنے کے لئے اور بس۔

آپ اس وقت بھی جوشِ عمل کے ساتھ قائدِ میدان تھے، جب کہ نعرہ ہائے تہنیت کے ساتھ پھولوں کے ہار پیش کیے جا رہے تھے اور اس وقت بھی اسی اندازِ فنائیت کے ساتھ مصروفِ عمل رہے، جب کہ افراد و جماعات نے مخالف بن کر بے حرمتی اور بدگوئی کی ٹھان لی تھی، کیونکہ یہ خدمت، نہ خواہشِ صلہ پر مبنی تھی، نہ نعرہ ہائے نشین و آفرین پر، بلکہ صرف اِنْ اَجْرِيْ اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پر۔

آپ کی راہیں اور افکار سے افراد و جماعت کو نیک نیتی کے ساتھ اختلافات بھی رہے اور آئندہ بھی رہ سکتے ہیں لیکن اس میں موافق و مخالف کی دورائیں کبھی نہیں ہوئیں کہ آپ اپنی راہوں میں مخلص، جذبات میں صاق، نیت میں بلند مقام، عمل میں صاحبِ عزم اور اخلاق میں صاحبِ حال ہیں۔ اختلافِ رائے سے نیچے اتر کر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے مجاہدانہ مزاج سے، جس میں سیاسی رنگ

آپ اس علم و مذہب کے ایشیائی مرکز (دارالعلوم دیوبند) میں مصروفِ افادہ و استفادہ ہیں، حرمِ مدینہ نے آپ میں جمیعہ کی روح پھونکی، مالٹانے آپ میں جامعیت کی لہر دوڑائی اور دارالعلوم دیوبند نے آپ کو اجتماعیت کے مقام پر لاکھڑا کر دیا، اس لئے قدرتی طور پر چند مرکزوں کی بنائی ہوئی شخصیت کو ایک جامع علم و عمل اور جامع اخلاق و شئون شخصیت ہونا ہی چاہیے تھا، جو ہو گئی۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ کی مرکزی شخصیت اس وقت دارالعلوم کے جس عہدے پر فائز ہے، وہ روایتی طور پر محض مدرس یا صدر مدرس کا عہدہ نہیں، بلکہ ہمیشہ ایک عمومی مقتداہیت کا عہدہ رہا ہے، جس کی طرف رجوع عام ہوتا رہا ہے اور جس کے لئے منجانب اللہ ہمیشہ ایسی ہی ممتاز شخصیتیں منتخب ہوتی رہی ہیں، جن کا امتیاز ہمیشہ مناسب وقت فضائل و کمالات کے معیار سے رہتا آیا ہے۔

دارالعلوم کے اول صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ اپنی جامعیت، علوم و فنون، جودتِ طبع، ذکاوتِ احساس اور رموزِ ولایت میں شاہ عبدالعزیز ثانی تسلیم کئے جاتے تھے اور فنِ حدیث میں آپ کا اندازِ درس، حکیمانہ عارفانہ اور ساتھ ہی عاشقانہ تھا، آپ کے بعد ایک قلیل عرصے کے لئے حضرت مولانا سید احمد دہلوی صدر نشین مسند درس ہوئے۔ آپ فنونِ عقلیہ و ریاضیہ میں امامِ وقت سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے دینیات کے درس میں آپ کا اندازِ تدریس عاقلانہ، مستدلانہ اور مفکرانہ تھا۔ آپ کے بعد حضرت شیخنا شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ اس گدی پر بٹھائے گئے۔ آپ جامعیتِ علوم کے ساتھ، شیخِ کامل، عارف باللہ، جامع معقول و منقول اور اخلاقِ فاضلہ میں راسخ القدم تھے۔ اس لئے آپ کا اندازِ درس اپنے استاد حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کے نقشِ قدم پر عالمانہ، متکلمانہ، فقیہانہ اور فانیانہ تھا۔ ان کے بعد آپ کے ارشد تلامذہ آیت من آیات اللہ استاذنا حضرت اقدس علامہ دہر مولانا السید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ مسند آرائے درس کتاب و سنت ہوئے۔ آپ کا غیر معمولی حافظہ، تبحر علمی، حفظ، کتب و سفائن اور علوم و فنون، گویا ایک اعجازی شان رکھتا تھا۔ عقل و نقل کا ہر علم و فن اور اس کے تفصیلی اصول و فروع آپ کو اس طرح متحضر تھے کہ آپ کو وقت کا چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جانے لگا، اس لئے آپ کا اندازِ درس حدیث حافظانہ، داعیانہ، محدثانہ اور تبحرانہ تھا۔ آپ کے بعد حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اس گدی کو رونق بخشی گئی، تو آپ کے جوشِ جہاد، ذوقِ عمل، ہمتِ باطنی اور وسعتِ اخلاق نے علم کو عمل کے ہر ہر گوشے میں دوڑا کر عملی سانچوں میں پیش کیا اور عملی کمالات پر دواعی عمل کو غلبہ پانے کا موقع ملا۔ اس لیے آپ کے درس کا انداز عالمانہ ہونے کے

بغضِ الہی ہوتا ہے، جو ان کے اخلاق میں سے ہو کر گذرتا ہے اور انہیں جارحہ الہیہ بنا کر ان کے راستے سے اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

اہل اللہ کی یہ مزاجی اور طبعی خصوصیات نہ صرف یہ کہ بندگی کے منافی نہیں ہوتیں، بلکہ نوعِ بزرگی کا مورد اور مظہر ہوتی ہیں، جن میں شئونِ الہیہ گزر کر اپنا کام کرتی ہیں، گویا جن حضرات پر حبِ فی اللہ کے غلبے سے عفو و درگزر، مسامحت اور چشم پوشی وغیرہ کے جذبات چھائے ہوئے ہوتے ہیں، وہ حق تعالیٰ کے حلم و عفو، رحم و کرم اور فضلِ عظیم کا بغضِ فی اللہ کے تحت ترک دار و گیر، مواخذہ، مطالبہ اور تفریق حق و باطل کے جذبات غالب ہوتے ہیں، وہ حق تعالیٰ کے جبر و قہر، مواخذہ و انتقام اور عدل کا مظہر ہوتے ہیں، پس ایسے حضرات اگر کسی پر رحم کھائیں یا کسی پر غضب ناک ہوں، تو وہ درحقیقت رحمت اور غضبِ الہی ہوتا ہے جو ان کی طبعی خصوصیات مزاج کو راہِ حق کا خادم اور کلیدیہ حق کا آلہ کار بنا لیتے ہیں، بہر حال اس قسم کے مقبول افراد کو جس میدان میں بھی کام کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، تو ان کی طبائع کو اس میدان کی رہنمائی دے دی جاتی ہے اور اس میں ان کی یہ طبعی خصوصیات شئونِ الہیہ سے مربوط ہو کر اپنا مفروضہ کام غیر شعوری طور پر کرنے لگتی ہیں۔

دائرۂ نبوت ہو یا دائرۂ ولایت، متعلقہ افراد کی طبعی خصوصیات اور مزاجی امتیازات سے الگ نہیں رہ سکتا، موسیٰ علیہ السلام کی طبعی خصوصیات جلال آگیاں تھیں، تو اُن کی نبوت اور شریعت میں بھی وہی شدت فی امر اللہ اور جلالی شان غالب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی طبع مبارک جمال آفرین تھی تو ان کی نبوت اور شریعت میں بھی حب فی اللہ اور تسامح کی شانوں کا غلبہ ہے، نبوت سے اُتر کر دائرۂ ولایت میں مثلاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر طبعاً رحم و کرم غالب ہے، تو اُن کے عام معاملات اور کاروبار میں بھی رحمت ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہے، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ طبعاً متشدد اور جبار ہیں، تو اُن کے عامہ امور سے وہی سخت گیری، جلال اور تشدد فی امر اللہ نمایاں ہے۔ غرض انبیاء کی نبوت اور اولیاء کی ولایت ان کے خلقی مزاجوں اور طبعی خصوصیات ہی کے ڈھانچوں ہی میں اترتی ہے، جب کہ وہ طبائع وہی یا کبھی طور پر نفسانی رذائل سے پاک کر کے وابستہ حق بنادی جاتی ہیں اور قبول کر لی جاتی ہیں۔

پس ان وابستہ حق طبائع سے جو امور سرزد ہوتے ہیں وہ بظاہر تو طبعی جذبات نظر آتے ہیں، لیکن حقیقتاً ان میں منشأ الہی کام کرتا ہے اور وہ جوارح الہیہ ہوتے ہیں، جو اپنی طبعی رفتار سے منشأ الہی کو پورا کرتے رہتے ہیں، گویا اس غبارے میں ہوا مرضی الہی کی بھری ہوتی ہے، جس سے وہ اڑتا ہے، پس بظاہر تو غبارہ اڑتا نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً اُڑنے والی چیز ہوا ہوتی ہے، جس کی اُڑان کا مظہر یہ غبارہ ہوتا

اور انتہا پسندانہ عزائم و جذبات بطور جوہر مزاج کھپے ہوئے ہیں، کسی اعتدال پسند اہل معاملہ کے دل میں کچھ خلش بھی ہو اور بعض اہل معاملہ کے نفوس کچھ گھائل بھی ہوں۔ یہ بھی ضرور عرض کروں گا کہ جو اکابر دینِ تکوینی طور پر من اللہ کسی خاص خدمت کے لئے مقرر اور مامور کئے گئے ہوں، ان کی طبائع اور خصوصیات مزاج کے لحاظ سے ان پر اسی وصف کا غلبہ ہوتا ہے، جو اس خدمتِ خاص اور وقتِ خاص کا مقتضی ہو اور وہی وصف غالب اُن کے کاموں کا قدرتی معیار بن جاتا ہے، گویا ان کی طبیعتیں غیر اختیاری بلکہ غیر شعوری طور پر ادھر ہی چلتی ہیں، جدھر یہ وصف اور وقت انہیں لے چلتا ہے۔ اس لئے بظاہر تو معاملات میں اُن کی طبیعت اور مزاج کا فرمانظر آتا ہے، لیکن فی الحقیقت منشأ خداوندی ان حضرات کی طبیعتوں کے راستے سے اپنا کام کرتی ہے۔

مولانا مدنیؒ کی شخصیت جس اسٹیج کے لئے منتخب کی گئی، وہ بلاشبہ ایک طاقتور دشمن کے مقابلے اور اُس کے منہجِ استبداد سے ایک پسماندہ اور محروم آزادی ملک کے چھڑانے کا اسٹیج تھا، تاکہ اس راہ سے کسی وقت شعائرِ الہیہ بلند کیے جاسکیں، ظاہر ہے یہ کٹھن نصب العین رحم و کرم، عفو و درگزر اور مسامحت کے جذبات سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، بلکہ جوش و جذبہ فرق بین الناس اور تمیز قائم و قائمہ کے دوائی ہی اسے آگے بڑھا سکتے تھے، بالفاظِ دیگر اس طرح کے فی سبیل اللہ تصادم اور تقابل کے لیے بعض اوقات بغضِ فی اللہ کے غلبے کی ضرورت تھی، نہ کہ حب فی اللہ کے آگے رکھنے کی اور اس کے لئے طبیعت گرم اور جہاد آگیاں درکار تھیں، جس کے ذاتی رجحانات ہی خلقی طور پر بغضِ فی اللہ کے اخلاق کے لئے صالح اور مستعد ہوں، نہ کہ نرم اور علم و صبر پیشہ طبیعت، جس کا وصف غالب حب فی اللہ اس کے تحت بڑے سے بڑے دشمن سے درگزر اور عفو و مسامحت ہو، پھر یہ گرم طبیعت بھی ایسی کہ یہ وصف بغضِ فی اللہ اس کے حق میں استدلالی نہ ہو بلکہ حالی ہو اور خود طبیعت ہی اپنی افتاد سے اس طرف دوڑتی ہو، حضرت مدوح کے طرز و انداز اور رفتارِ کار سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ پر بغضِ فی اللہ کا غلبہ ہے، جو آپ کے عام معاملات کے لئے منصبی مقام کے لحاظ سے معیار کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔

بلاشبہ ایسے حضرات جو بغضِ فی اللہ کے مقام پر ہوں، اللہ کی ایک تلوار ہوتے ہیں کہ جو بھی معاندانہ رویہ سے اس کی دھار کے نیچے آ جاتا ہے، صاف ہو جاتا ہے۔

بس تجربہ کر دیم دریں دیر مکافات

با درد کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

ظاہر میں وہ مغلوب الغضب نظر آتے ہیں، لیکن وہ خود ان کا غضب و بغض نہیں ہوتا، بلکہ

انت كالريح و نحن كالغبار يختفى الريح و غبراه جہار

اسی طرح مولانا مدنیؒ کے معاملات کی نوعیت اور افتاد طبع سے واضح ہے کہ اُن پر بغض فی اللہ کا غلبہ ہے اور ان کی خصوصیات طبع سے ہر اس دائرے میں جس میں ان کا دخل ہو، ایک خاص معیار کے تحت فصل اور فرق کا کام لیا گیا ہے، جسے زد میں آئے ہوئے افراد طبعی جذبات سے تعبیر کرتے ہیں اور با بصر لوگ اسے منشاء حق سے تعبیر کرتے ہیں، جو مولانا کے مقام کے لحاظ سے تکمیل فرائض کے وقت ان کے طبعی جذبات سے سرایت کئے ہوئے ہوتا ہے اور اس لئے عموماً مخالف پر بھی اس کا اثر برائے نہیں ہوتا، بنا بریں ایسے حضرات کے معاملات میں محض جذبات سے صرف سطح ہی کو نہ دیکھ لینا چاہئے، بلکہ اس کی مخفی روح کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ ان کی عصمت یا خطا و نسیان سے بالاتر ہونے کا دعویٰ نہیں، بلکہ عامۃً منشأً خطا کے صواب ہونے کا دعویٰ ہے، یعنی ان کی خطا ان شاء اللہ ایک عاصی کی سی خطا نہیں بلکہ ایک مجتہد کی خطا ہو سکتی ہے، جو اپنے فکر میں مصیب بھی ہوتا ہے اور خاطی بھی، پس اُن کی خطا سے صاحب معاملہ کی کلفت اور شکایت اپنی جگہ کتنی ہی درست اور صحیح کیوں نہ ہو، مگر وہ پھر بھی اپنی خطا پر مستحق اجر و مقبولیت ہی رہتے ہیں، کیونکہ اس میں طلب حق اور استرضاء حق کے سوانفسانی جذبات آگے نہیں ہوتے اور احیاناً بمقتضاء بشریت ہوں بھی، تو ایسے حضرات کی کثرت حسنات کے مقابلے میں ان کی یہ اُحیانی لغزشیں شاذ اور کالعدم ہوتی ہیں، جن سے ان کی مقبولیت کے مقام میں فرق نہیں پڑتا۔ اندریں صورت اس سے اختلاف رائے بھی نیک نیتی سے ممکن ہے اور معاملات کے سلسلے میں ان کا کسی غلط فہمی یا خطا اجتہادی سے کلفت و اذیت ہو جانا بھی ممکن ہے لیکن ایسے صاحب مقام افراد سے نفسانی جذبات کے تحت کسی کی آزار رسانی عادتاً ناممکن ہے۔

اس سے میری غرض، نہ ان کے تمام معمولات اور منصوبات کی حمایت ہے اور نہ ان سے اختلاف رکھنے والوں کی مخالفت ہے، بلکہ ان کے باطنی رُتبے کی بلند مقامی اور ان بلند پایہ عزائم و جذبات پر روشنی ڈالنا ہے، جو فکری اور عملی لغزشوں کو بھی مقبول اور ”اس خطا از صد صواب اولیٰ تراست“ کا مصداق بنا دیتی ہے اور یہ کہ وہ موافقت اور مخالفت ہر حال میں یکساں بلند مقام ہیں، جیسا کہ قلوب بھی عامۃً اسے تسلیم ہی کیے ہوتے ہیں۔

بہر حال حضرت ممدوح کی کچھ خصوصیات ہیں، جن کے جامع لون سے منجانب اللہ کچھ خدمات ہی لیئے جارہی ہیں اور متوسلین کی تربیت بھی ہو رہی ہے، جو بھی سچی طلب اور حقیقی استفادے کا

جذبہ لے کر آتا ہے، وہ بلاشبہ اس جامع لون سے بقدر استعداد حصہ لے کر لوٹتا ہے۔ ہاں اگر طلب ہی صادق نہ ہو یا سلسلے میں شامل ہونے کی غرض ہی فاسد ہو تو ان جذبات سے آنے والے انبیاء کے حلقوں سے بھی محروم ہی اُٹھے ہیں، تا با اولیاء چہ رسد۔

حضرت ممدوح کی ان خصوصیات کے پیش نظریہ افسوس تھا کہ ان خصوصیات سے تربیت پا کر گو ایک حلقہ ضرور تیار ہو گیا، مگر علمی طور پر ان کا کوئی ذخیرہ سطح کاغذ پر جمع نہیں ہوا، جس سے موجودہ نسل کی طرح آئندہ نسل بھی فائدہ اٹھا سکتی، خود حضرت مولاناؒ کو بھی اپنی غیر معمولی مصروفیات، مشاغل درس و تدریس، کثرت اسفار، واردین و صادرین کے ہمہ وقت ہجوم، سیاسی خدمات اور ان کے ذیل میں ارباب معاملہ کے شبانہ روز رجوع و زحام کے سبب اتنا موقع نہیں ملتا کہ آپ جتنی خدمات زبان اور دست و بازو سے انجام دیتے ہیں اتنی ہی قلم کے واسطے سے بھی انجام دیں، جس سے آپ کی یہ خصوصیات میدانِ عمل سے گزر کر میدانِ تصنیف میں آجائیں اور یہ لوگ معنوی دولتیں، جس طرح زبان فیض ترجمان سے سینوں میں بھر کر لے جاتے ہیں، اسی طرح قلم کی بدولت سفینوں میں بھی محفوظ کر لیں، تاکہ آج کی دنیا کے ساتھ آنے والی دنیا بھی اس سے مستفید ہو سکے، گو بعض اوقات مختلف علمی اور سیاسی مضامین، خطباتِ صدارت وغیرہ کی صورت میں خاص دوائی کے ماتحت قلم بند بھی فرمائے، لیکن وہ وقتی اور ہنگامی حالات سے تعلق رکھنے کے سبب صرف ان ہی حالات میں فیض رساں بن گئے، جس سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، مگر وقت کی قید سے آزاد ہو کر کوئی مستقل علمی ذخیرہ غیر معمولی مشاغل و مشاغل کے ہوتے ہوئے تصنیفی صورت میں اب تک سامنے نہیں آ سکا۔

پھر بھی اسے غیبی امداد سمجھنا چاہیے کہ حضرتؒ کے متوسلین نے وقتاً فوقتاً خطوط (جن کی ایک جھلک اس کتاب میں بھی آپ ملاحظہ فرما دیں گے) کے ذریعے اپنے مختلف احوال پیش کر کے شفاءِ نفوس کی جوتہ بیریں پوچھیں، تو ان کے جواب میں کچھ علمی، سیاسی اور عرفانی جواہر پارے کاغذ کی سطح پر جمع ہو گئے، جس سے فی الجملہ پیاسوں کی سیرابی کا کچھ مستقل سامان فراہم ہو گیا۔

ان مکاتیب اور ان کے مکنون و علوم و احوال کی فہرست (اور زیر تالیف کتاب کی فہرست پر بھی) پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے ہی سے اس جامعیت کا اندازہ لگا لینا مشکل نہیں رہتا، جو حضرت ممدوح کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے اور تمام ہی دینی طبقوں میں یکساں شفاء بخش ہے۔ حال و قال والے حضرات ہوں یا براہین و استدلال والے ہوں، طالبانِ مسائل ہوں یا عاشقانِ دلائل سب ہی کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرے میں سامانِ سیرابی موجود ہے۔ ان جامع ہدایات سے اگر ایک طرف طریقت و

معرفت کے مسائل حل ہوتے ہیں، تو دوسری طرف شریعت کے حکمیات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور جہاں شریعت و طریقت کے مقامات کھلتے ہیں، وہیں سیاست و ادارت اور قومی معاملات کے دقائق بھی واضح گف ہوتے ہیں۔ غرض بیک وقت شریعت و طریقت اور سیاست کے دقیق اور حیات بخش نکتے اس طرح زیب قرطاس ہو گئے ہیں کہ ایک جو یائے حقیقت و معرفت، ایک متلاشی احوال طریقت اور ایک طلبگار شریعت و سیاست کے لئے یکساں شفاء اور سکون روح کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں۔

حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مرتب و مؤلف کو جن کی علم پر دار نہ کاوش اور جذبہ افادیت نے یہ مشکل آسان کر دی اور جو روشنی محدود ہو کر رہ گئی تھی، اُسے ایک چمک دار فانوس میں منظر عام پر لا کر رکھ دیا تاکہ متوسلین کے لئے خصوصاً اور منہومان علم کے لئے عموماً ضیاء افروز اور نور افشاں ثابت ہو اور اس طرح بہت سوں کے شوق بے تاب کی تسکین کا سامان بہم پہنچ جائے۔

امید ہے کہ وقت کے اس زبردست مجاہد جلیل (مولانا مدنیؒ) کے ان علم پرورانہ حقائق اور عمل آفرین و ثائق سے جن میں شرعی رہنمائی کے ساتھ عرفانی ارشادات اور سیاسی ہدایات ایک جگہ جمع ہیں۔ نیز ضمناً اور بھی بہت سے کارآمد فوائد آگئے ہیں، لوگ منتفع ہونے میں کوتاہی اور سستی سے کام نہ لیں گے اور اس زلال حیات سے ابدی زندگی حاصل کریں گے۔ (از مکتوبات شیخ الاسلام)



باب : ۱

سلسلہ نسب ابتدائی تعلیم دلچسپ واقعات اور اساتذہ کا اجمالی تذکرہ

نسب کی اہمیت و فضیلت :

نسبی شرافت رب ذوالجلال کا عطیہ خاص ہے اور بہت سے شرعی مسائل میں نسب کا گہرا تعلق بھی ہے۔ مثلاً وراثت، حرمت نکاح، نان و نفقہ، رضاعت، کفایت اور صلہ رحمی وغیرہ حدیث میں ہے۔ تدعون يوم القيامة باسمائكم اسماء آبائكم۔ قیامت کے دن تمہارے نام تمہارے باپ کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے۔ مشہور محدث امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے اپنی جامع ترمذی میں سلسلہ نسب کی اہمیت کی وجہ سے مستقل باب ”باب ما جاء في تعليم النسب“ قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بیان کی ہے۔ تعلموا من انسابكم ما تصلون به ارحامكم فان صلة الرحم محبة في الاصل مشارة في المال منساة في الاثر۔ ترجمہ : اپنا نسب سیکھو تاکہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو۔ بہتر سلوک اصل تعلق میں محبت پیدا کرنے، مال بڑھانے اور عمر میں برکت کا سبب بنتا ہے۔ نسب کے شرف و فضیلت کے اوصاف و علامات باقی رہتے ہیں۔

نسب کے حوالے سے تین گروہ :

نسب کے بارے میں تین طبقے ہیں۔ ایک طبقہ اور گروہ وہ ہے، جو حسب و نسب پر بے جا فخر و

ارادہ کو کوئی دخل نہیں اور اس پر بندہ کو ہمیشہ شکر گزاری کرنا ضروری ہے۔“

(نقش حیات ص ۳۰)

سلسلہ نسب :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حسین احمد بن سید حبیب اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ انور اشرف بن شاہ مدنی شاہ نور الحق۔

شاہ نور الحقؒ بڑے صاحب دل بزرگ، صاحب کشف و کرامات اور اہل اللہ میں سے تھے اور موصوف حضرت سید احمد توحید تماشال رسول کی اولاد میں سے تھے اور وہ سید محمد مدنی المعروف بہ سید ناصر ترمذیؒ کی اولاد سے تھے اور وہ سید حسین اصغر بن حضرت امام علی زین العابدین ابن شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ (تاریخ آئینہ اودھ ص ۶۴)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ خود راوی ہیں کہ میرے والد سید حبیب اللہ مرحوم فرماتے تھے۔ میں جبکہ صفی پورہ اور بانگر میو میں ہیڈ ماسٹر تھا لوگوں سے ذکر کرتا کہ میں سادات خاندان سے ہوں میرا خاندان پیرزادوں کا خاندان ہے تو لوگ تصدیق نہیں کرتے تھے، کیونکہ اودھ کے شہروں میں کپڑا بننے والے رہتے تھے۔ اس لئے ہمارے متعلق بھی لوگ یہی سمجھتے کہ یہ بھی اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک روز حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ نے بھرے مجمع میں فرمایا کہ حبیب اللہ تو سید زادے اور پیر زادے ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ شاہ نور الحقؒ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ تب لوگوں کے خیالات ہمارے نسب کے متعلق بدلے۔

حضرت مدنیؒ کے والد کا دلچسپ خواب :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے والد مرحوم فرماتے تھے کہ:

”میں نے اوائل عمر میں خواب دیکھا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے تالاب کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی چرخہ کات رہی ہیں اور میں اپنے آپ کو بچہ پاتا ہوں اور تالاب کے دوسرے کنارے پر ہوں۔ میں نے دیکھا میں تالاب میں تیرتا ہوں ان کی طرف اس طرح جا رہا ہوں، جیسے بچہ اپنی ماں کے پاس جاتا ہے۔ میں

تکبر کرتا ہے۔ حالانکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ من بطاہہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔ جس کا عمل سُست ہو اس کو نسب تیز نہیں کر سکتا۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو اپنے اصلی نسب کو چھپا کر کسی بڑے درجے کے نسب کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق سخت وعید ہے۔ بخاری شریف میں ہے، ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو سرے سے فضیلت نسب کا قائل ہی نہیں، حالانکہ شرافت نسبی امر تکوینی ہے، جو منجانب اللہ کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ ع ایں سعادت بزور بازو نیست

نبی ہمیشہ اعلیٰ نسب سے تعلق رکھتا ہے :

قیصر روم نے ابوسفیان سے جہاں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کئی اور اہم سوالات کیے، وہاں یہ بھی پوچھا، کیف نسبہ فیکم۔ ان کا نسب کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا، ہو فینا ذو نسب۔ وہ ہم میں اعلیٰ نسب کے مالک ہیں۔ قیصر روم نے کہا نبی ہمیشہ اعلیٰ نسب سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کی نسبی شرافت :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور آپ صحیح النسب حسینی سید ہیں۔ آپ اپنی نسلی شرافت پر خود اپنی دلیل آپ ہی تھے۔

نمونہ کس نے دکھلایا کہ سید ہوں تو کیسے ہوں

حسین احمدؒ نے بتلایا کہ سید ہوں تو ایسے ہوں

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اپنی خود نوشت سوانح ”نقش حیات“ میں رقم طراز ہیں:

”مجھ کو بہت ڈر لگتا ہے اور شرم معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ اعمال و اخلاق اور اس کم مائیگی پر سید یا پیر زادہ اپنے کو کہوں یا لکھوں اور اپنے اس نسب پر فخر کروں مگر اس میں بھی چونکہ شک نہیں ہے کہ غیر اختیاری نعماء الہیہ میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے یعنی جیسے کہ انسان کا پیدا ہونا، تمام اعضاء کا صحیح و سالم ہونا، خوبصورتی اور اعضاء کا تناسب، ذکاوت اور حافظہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں میں سے ہیں جن میں بندہ کے اختیار اور

اس کے لئے والد مرحوم بہت زیادہ سختی کرتے تھے۔ ہر بچہ کو جب وہ چار برس کا ہو جاتا، پڑھنے کے لئے بٹھا دیتے تھے۔ نہ پڑھنے اور لکھنے پر خوب مارتے تھے۔ مجھ کو کھیلنے کا موقع آزادی کے ساتھ صرف چار برس کی عمر تک ملا ہے۔

آغازِ شعور سے پابندی اور تربیت کا اہتمام :

جب اس عمر کو پہنچا تو گھر میں والدہ مرحومہ کے پاس قاعدہ بغدادی اور اس کے بعد سپارہ پڑھنا پڑتا تھا۔ صبح ساڑھے نو بجے تک یہ قید اور پڑھائی گھر میں ہوتی تھی اور ساڑھے نو بجے کھانا کھا کر والد مرحوم کے ساتھ اسکول میں جانا پڑتا تھا۔ اسکول کی تعلیم میں بھی مدرسین اس زمانہ میں خوب مار پیٹ کرتے تھے۔ چار بجے شام تک اسکول میں مقید رہنا پڑتا تھا۔ اس کے بعد والد مرحوم کے ساتھ ہی گھر آنا ہوتا تھا۔ گھر پر بھی سخت قید تھی۔ باہر نکلنا گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کھیلنا اس کی بالکل اجازت نہ تھی، اگر کبھی موقع پا کر نکل جاتا تو سخت مار پڑتی۔

بکری چرانے کی خدمت :

والد صاحب نے ایک اچھی نسل کی بکری پال رکھی تھی۔ اسکول جاتے اور واپس آتے ہوئے اس کو اور اس کے بچوں کو ساتھ رکھنا پڑتا، چونکہ سکول کا احاطہ بڑا تھا، وہ لمبی رسی میں باندھ دی جاتی تھی اور دن بھر اس طرح چرتی رہتی تھی۔ دیگر فارغ اوقات میں مکان کے قریب جنگل میں اس کو اور اس کے بچوں کو چرانا پڑتا تھا۔ اس طرح بچپن میں یہ سنت ادا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ پتنگ اڑانا یا گیند کھیلنا یا گلی ڈنڈا وغیرہ کھیلنا کبھی نصیب نہیں ہوا۔

آٹھ سال کی عمر میں علمی حذاقت اور تجربہ :

الحاصل آٹھ برس تک اس طرح وطن میں قیام رہا۔ اس دوران پانچویں سپارہ تک والدہ مرحومہ سے اور پانچ سے اخیر تک والد مرحوم سے ناظرہ قرآن شریف پڑھا۔ اس کے بعد آمدنامہ، دستور الصبیاں، گلستان کا کچھ حصہ مکان پر پڑھنا ہوا اور اسکول میں دوم درجہ تک پڑھنا ہوا۔ اس وقت سکول میں فنون اور کتب زیادہ تھے۔ تمام اقسام حساب، جبر و مقابلہ تک مساحت اور اقلیدس مقالہ اولیٰ تمام جغرافیہ عمومی خصوصی، تاریخ عمومی خصوصی، مساحت علمی (تختہ جریب وغیرہ سے زمین ناپ کر باقاعدہ نقشہ بنانا) تحریر املا، ہر چیز میں اس قدر مہارت ہو چکی تھی کہ از بر بخوبی جواب دے سکتا تھا۔

خواب میں ان کو ماں سمجھ رہا ہوں اور وہاں پہنچ گیا ہوں۔ ہجرت کرنے کے بعد جب شیخ الاسلام حضرت مدنی کے والد نے یہ خواب حضرت شیخ الاسلام کے سامنے ذکر کیا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس خواب کا کیا مطلب تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نے بتایا کہ تعبیر تو ظاہر ہے، آپ سمندر کے دوسرے کنارے پر تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حضرت فاطمہ کے پاس پہنچ گئے اور نسبی سلسلہ میں وہ ہماری ماں ہی ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے والد فرماتے ہیں، مجھ کو نسب نامہ کی تلاش تھی، تو میں نے خواب دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں اور میں پاس کھڑا ہوں۔ مجھ کو فرمایا تو میری اولاد میں سے ہے۔ (مخلص نقش حیات ص ۲۳)

ولادت :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء بمقام بانگلہ مضلع اناؤں میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ آپ کے چار بھائی اور بھی تھے، جن کے نام حضرت مولانا سید محمد صدیق، مولانا سید احمد، مولانا سید جمیل احمد اور مولانا سید محمود صاحب تھے۔ بھائیوں میں آپ درمیانے تھے۔ آپ کی تین بہنیں بھی تھیں۔ ایک بہن کا نام زینب تھا، جو چار برس کی عمر میں فوت ہوئی۔ دوسری کا نام نسیم زہرا تھا، وہ بھی ڈیڑھ سال کی عمر میں فوت ہوئی۔ تیسری بہن کا نام ریاض فاطمہ تھا، جو ۲۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔

ابتدائی تعلیم :

شیخ الاسلام حضرت مدنی کے والد سید حبیب اللہ قصبہ صفی پور ضلع اناؤں میں ہیڈ ماسٹر تھے، پھر بانگلہ مضلع میں تبدیل کر دیے گئے۔ جب شیخ الاسلام حضرت مدنی پیدا ہوئے تو آپ کے والد بانگلہ مضلع میں تھے۔ جب حضرت شیخ الاسلام تین سال کی عمر کو پہنچے تو والد ماجد کی تبدیلی قصبہ ٹانڈہ میں ہو گئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم یہاں حاصل کی۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی اپنی تعلیم و تربیت اور ایام طفولیت کی سرگذشت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”مجھ کو ہوش دحواس آئے، تو میں نے اپنے آپ کو ٹانڈہ میں پایا۔ بانگلہ مضلع بالکل یاد

نہیں۔ والدین مرحومین کو اولاد کی تعلیم و تربیت کا غیر معمولی اور بہت زیادہ خیال تھا اور

دیوبند میں سب سے پہلی حاضری :

جب عمر کا تیرھواں سال شروع ہوا تو بھائی سید احمد مرحوم دیوبند چلے گئے۔ بڑے بھائی حضرت مولانا سید محمد صدیقؒ پہلے سے دیوبند میں آخری کتابیں پڑھ رہے تھے۔ اب ہم مکان پر اس حیثیت سے آزاد ہو گئے کہ ہم کو ڈھونڈ کر گھروں سے نکال لانے اور والد مرحوم کے سامنے پیش کر دینے والا کوئی نہیں رہا۔ طبیعت میں کھیل کود کا شوق تھا۔ اس وجہ سے والد صاحب نے مارا پیٹا بھی زیادہ، مگر بے سود معلوم ہوا۔ دو چار دن مار کا اثر رہا، پھر وہی کھیل کود کا شوق سوار ہوا۔ بالآخر والد صاحب نے طے کر لیا کہ اس کو یہاں نہ رکھنا چاہئے بلکہ دیوبند بھیج دینا چاہئے۔ چنانچہ بھائیوں کی تین مہینہ روانگی کے گزرنے کے بعد منشی فیروز الدین بٹالوی مرحوم کے ساتھ دیوبند بھیج دیا۔ چنانچہ اوائل صفر ۱۳۰۹ھ میں ان کے ساتھ دیوبند پہنچ گیا اور اپنے بھائیوں کے زیر سایہ انہیں کے کمرہ میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے مکان کے قریب رہنے لگا۔ یہ کمرہ حضرت کی مسجد کے سامنے کوٹھی میں واقع تھا۔

مولانا خلیل احمدؒ سے درسی کتب کا آغاز :

یہاں پہنچنے کے بعد گلستان اور میزان شروع کی۔ بڑے بھائی صاحب نے حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی کہ آپ تبرکاً اس کو دونوں کتابیں شروع کرا دیں۔ مجمع میں حضرت مولانا خلیل احمد مرحوم اور دوسرے اکابر علماء موجود تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا خلیل احمدؒ سے فرمایا کہ آپ شروع کرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے ہر دو کتابوں کو شروع کرا دیا اور پھر بھائی صاحب نے میزان، منشعب پڑھائی۔ اگرچہ عمر کے لحاظ سے تیرہ سال کا تھا، لیکن دُبلاتلا اور پستہ قد کہ دیکھنے میں گیارہ سال کا نظر آتا۔ اس وجہ سے مجھ پر شفقت زیادہ کی گئی۔

دیوبند پہنچنے کے بعد وہ ضعیف سی کھیل کود کی آزادی جو کہ مکان پر تھی۔ وہ بھی جاتی رہی۔ دونوں بھائی صاحبان بالخصوص بڑے بھائی صاحب سب سے زیادہ سخت تھے۔ خوب مارا کرتے تھے۔ اس تقید اور نگرانی نے مجھ میں علمی شغف زیادہ سے زیادہ اور لہو و لعب کا شغف کم سے کم کر دیا۔

(تلخیص نقش حیات ص ۵۵۲-۵۵۳)

تذکرۃ الاساتذہ :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں جن اکابر علماء کرام سے استفادہ کیا اور

شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کے اسماء گرامی اجمالی تعارف کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ :

حضرت شیخ الہندؒ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے علم حدیث کی تحصیل فرما کر دستارِ فضیلت حاصل کی۔ ظاہری علم و فضل کی طرح باطن بھی آراستہ تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے خلافت حاصل تھی۔ جب آپ دارالعلوم میں صدر مدرس تھے، تو صدارت مدرس کی تنخواہ 75 روپے تھی، مگر آپ نے 50 روپے سے زیادہ کبھی نہیں لی۔

آپ کے تلامذہ میں فخر المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا اعجاز علیؒ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان جیسے کئی بڑے بڑے صاحب علم و کمال شامل ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے حضرت شیخ الہندؒ سے دستور المبتدی، زرا دی، زنجانی، مراج الارواح، قال اقول، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب قطبی تصدیقات، قطبی تصورات، میر قطبی، مفید الطالبین، فتح الیسین، مطول، ہدایہ اخیرین، ترمذی شریف، بخاری شریف، ابوداؤد، تفسیر بیضاوی، نخبۃ الفکر، شرح عقائد نسفی، حاشیہ خیالی، مؤطا امام مالکؒ اور مؤطا امام محمدؒ پڑھیں۔

مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ :

حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے والد ماجد تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔ مولانا ذوالفقار علیؒ کے متعلق فرانس کا مشہور مصنف گارسان لکھتا ہے : ”وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے۔ چند سال کے لئے بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ ذہین ہونے کے علاوہ فارسی اور مغربی علوم سے بھی واقف تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ان سے فصول اکبری پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔“

مولانا عبدالعلی صاحبؒ :

حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کر کے دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آخری سانس تک جماعت میں صف اولیٰ ترک نہیں ہوئی۔ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے نقل

مستقل تھا۔ فقہ و حدیث اور تفسیر کے اونچے اسباق پڑھاتے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے آپ سے شرح جامی، کافیہ، ہدایۃ الخو، مدیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، شرح مائتہ عامل اور اصول الشاشی پڑھی۔

مولانا غلام رسول صاحب یقویؒ :

مولانا غلام رسولؒ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ علوم نقلیہ و عقلیہ کے حافظ اور جامع تھے۔ طبقہ علماء میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ طلباء بڑے شوق سے ان کے درس میں شامل ہوتے تھے۔ ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور علماء شامل ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ان سے نور الانوار، حسامی، قاضی مبارک اور شمال ترمذی پڑھی۔

مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحبؒ :

حافظ محمد احمد صاحبؒ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ صاحب کے فرزند رشید تھے۔ حافظ صاحبؒ نہایت منتظم اور صاحب اثر و وجاہت تھے۔ آپ کا پینتیس سالہ دور اہتمام دارالعلوم دیوبند کی تاریخ میں ترقیوں کا نہایت تابناک اور زرین دور سمجھا جاتا ہے، اہتمام کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا شغل بھی قائم رہا۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلالین شریف، صحیح مسلم، ابن ماجہ، مختصر المعانی، میرزا اہد رسالہ وغیرہ نہایت شوق سے پڑھاتے تھے۔ تقریر نہایت صاف و مربوط اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے آپ سے شرح ملا جامی بحث اسم پڑھی۔

مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ :

مولانا حبیب الرحمنؒ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم تھے۔ عربی ادب اور تاریخ سے خاص ذوق تھا اور ان علوم میں ان کی وسیع النظری مشہور تھی۔ کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی تصانیف میں ”اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا“ کو خاص شہرت ملی۔ آپ دُبلے پتلے وجود کے مالک تھے۔ بہت کم خوراک کھاتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ان سے مقامات حریری اور دیوان متنبی پڑھی۔

مولانا سید محمد صدیقؒ :

مولانا سید محمد صدیقؒ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۳۳۱ھ میں مدینہ

وحرکت سے معذور ہو گئے تھے۔ شاگرد وہ گزرا جس پر بیٹھے رہتے تھے اٹھا کر صف اولیٰ میں لا کر رکھ دیئے تھے۔ پوری عمر خدمت حدیث میں گزری۔ فرمایا کرتے :

”قاسمی ہو جاؤ، بھوکے ننگے نہ رہو گے، مجھے دیکھو نہ اٹھ سکتا ہوں، نہ بیٹھ سکتا ہوں، مگر رزق کی اتنی کثرت ہے کہ میرے حجرے میں ہر وقت ہر قسم کی نعمتیں موجود رہتی ہیں۔“

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ان سے مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ، سبعة معلقہ، صدرائے شمس بازغہ اور توضیح تکوین پڑھیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ :

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ دارالعلوم دیوبند کے اولین فضلاء میں سے تھے۔ تمام علوم متداولہ میں عبور رکھتے تھے، لیکن علم حدیث سے عشق تھا۔ آپ نے ابوداؤد شریف کی شرح بذل الجہود پانچ جلدوں میں لکھی۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ان سے تلخیص المفتاح پڑھی۔

مولانا حکیم محمد حسن صاحبؒ :

مولانا حکیم محمد حسنؒ شیخ الہندؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ دہلی میں حکیم عبدالجید سے طب پڑھی۔ ۱۳۰۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس و حکیم ان کا تقرر ہوا۔ دیوبند کے طلباء کو طب بھی پڑھاتے اور ان کے علاج معالجے کی ذمہ داری بھی نبھاتے۔ تیرتالیس (۳۳) سال تک دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ان سے پنج گنج، صرف میر، نحو میر، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملا حسن، جلالین شریف اور ہدایۃ اولین پڑھی۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ :

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ ۱۲۹۵ھ میں دورہ حدیث کا امتحان پاس کر کے دارالعلوم میں معین المدرس رہے۔ ساتھ ساتھ حضرت مولانا یعقوبؒ صدر المدرسین کے زیر نگرانی فتویٰ نویسی کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ چالیس سال کے طویل عرصے تک آپ دارالعلوم کے مفتی رہے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ افتاء کے ساتھ ساتھ درس کا شغل بھی

بے حد نافع اور ذوقِ علم و شوقِ مطالعہ کی انگلیخت میں مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ، اپنے محسن اور مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دیکھا، بڑھا پا ہے، ضعف و علالت ہے، دو آدمی بمشکل اٹھاتے بٹھاتے ہیں، مگر جس سال ہم نے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت باقاعدہ مطالعہ کا اہتمام کرتے تھے، حالانکہ حضرتؒ کو تمام مباحث یاد تھے حضرت مجھے اپنے بالا خانہ میں بلوا کر ترمذی کا متن پڑھواتے، جگہ جگہ حاشیہ سماعت فرماتے۔ کتاب المغازی میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرت المصطفیٰ کے متعلقہ مباحث ضرور مطالعہ فرماتے۔ مجھے ارشاد فرماتے! پڑھیے۔ میں نشان زدہ مقامات پڑھتا جاتا۔ حضرتؒ سنتے جاتے۔ ہمارے اکابر کو جو عظمتیں ملیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وسعتِ مطالعہ اور تکثیرِ مطالعہ میں اپنے لئے عملی راہیں متعین کر لیں۔ آج ہمارے پاس وقت ہے۔ وقت کی قدر کرتے ہوئے اپنے مقصد کو سامنے رکھیں اور مطالعہ کو دن رات کا مشغلہ بنالیں۔ تب ان شاء اللہ کامیابی قدم چومے گی۔



منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ خود فرماتے ہیں۔ بھائی صاحب مرحوم نے گلستان کے تو شاید ایک دو سبق پڑھائے، مگر میزان منشعب خوب توجہ سے پڑھائی، جب دونوں خوب یاد ہو گئیں، تو پھر حکیم محمد حسن صاحب کے پاس مجھے بھیج دیا گیا۔ (نقش حیات ص ۵۵) جو لوگ ازلی نیک بخت اور سعادت مند ہوتے ہیں۔ جن سے اللہ پاک کو علم دین کی خدمت کا کام لینا ہوتا ہے۔ ان کو بچپن سے اللہ پاک اعمال و اخلاق اور مربی و اساتذہ بھی ایسے عنایت فرماتے ہیں۔ جو رشد و ہدایت کے لئے سنگِ میل بن جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی علمی، سیاسی اور مذہبی عظمت کے پس منظر میں ان کی طالب علمانہ کاوشوں اور اساتذہ اور کتابوں کے ادب و احترام کو بھی بڑا دخل ہے۔

احقر نے بچپن میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات دیکھے۔ ایک بات خصوصیت سے لوحِ دل پر نقش ہو گئی اور حرزِ جان بن گئی۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ طالب علم تین باتوں کا التزام کر لیں۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں، ان کو علمی استعداد حاصل ہو جائے گی۔ وہ بالفعل مدرس، مقرر، محقق، مفتی اور مصنف بننے کی صلاحیت حاصل کر لیں گے۔

۱ آج جو سبق پڑھنا ہو، اس کا پہلے سے مطالعہ کر لیا جائے۔ مطالعہ میں معلومات اور مجہولات میں تمیز کر لی جائے۔

۲ سبق کا تکرار ضرور کریں۔

۳ سبق میں حاضری ضرور دیں اور سبق کو سمجھ کر پڑھیں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اپنے ایام طالب علمی کی داستان سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں نے اس کا ہمیشہ التزام کیا کہ اسباق میں حاضری ضرور دیتا رہا اور حتی الوسع مقامِ درس میں سبق سمجھنے کی پوری جدوجہد کرتا تھا۔ میں نے ایام امتحان میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ رات کو کتاب ابتدا سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا اور تمام رات میں صرف ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم سوتا تھا۔ نیند کے دور کرنے کے لئے نمکین چائے کا انتظام کرتا تھا، جب بھی نیند غالب آتی، چائے پیتا، جس سے گھنٹہ دو گھنٹہ نیند جاتی رہتی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے مجھ کو تحریری امتحان کی مشکلات پر غلبہ حاصل ہو گیا۔“

(نقش حیات ص ۵۷)

ہمیں اپنے اکابر کی تاریخ پر نظر رکھنی چاہئے۔ یہ عظیم تاریخ ہے۔ ان کے حالات و واقعات

باب : ۲

احترامِ اساتذہ، شیخ الہند سے خصوصی تعلق عشق و محبت اور خدمت و مصاحبت

احترامِ اساتذہ کی برکتیں :

حضرت مولانا محمد علی جالندھری صاحبؒ سنایا کرتے تھے کہ ایک طالب علم بڑا ذہین تھا۔ اُسے اپنی ذکاوت و ذہانت پر غرور کی حد تک ناز تھا۔ دوسرا طالب علم پڑھنے میں کمزور تھا، لیکن اپنے اساتذہ کا خدمت گزار اور عاشقِ زار تھا۔ جب بھی نماز کا وقت آتا، اپنے استاد کے لئے لوٹا بھرتا، استنجا کے لئے مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے لے آتا۔ ایک دفعہ اُس کی طالب علم نے اس کمزور طالب علم سے ازراہِ طعن کہا، چل چل تو کیا پڑھے گا؟ استاد نے یہ بات سُن لی، استاد بھی صرف اُدھیں، ولی اللہ تھے۔ اُس کو جوش آیا۔ اس ذہین طالب علم کو بلایا، فرمانے لگے، تیرا کیا خیال ہے یہ جو میرے استنجا کے لئے ڈھیلے بنا کر لاتا ہے، لوٹے بھرتا ہے، خدمت کرتا ہے، یہ یونہی بے کار جائیں گے؟ بس استاد نے صرف اتنی سی بات کہی پھر دنیا نے دیکھا کہ اپنی ذہانت پر اترانے والا نہ مدرس بن سکا، نہ مقرر اور نہ مصنف اور استاد کی خدمت کرنے والا اتنا مشہور مدرس بنا کہ ہر وقت اس کے پاس حصولِ علم کے لئے آنے والے تلامذہ کا جم

غیر جمع رہتا۔ یہ سب استاد کے احترام کی برکت تھی۔

اپنے استاد سے عشق و محبت :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی اپنے اساتذہ کا حد درجہ احترام کرتے۔ خصوصاً حضرت شیخ الہندؒ سے تو ان کو بے حد محبت، گرویدگی اور تعلق خاطر تھا۔ انہیں حضرت شیخ الہندؒ کی شاگردی پر فخر و ناز تھا، جب بھی اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرتے، تو حضرت شیخ الہندؒ کا بڑے شاندار الفاظ سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے، بلکہ ہر مجلس اور ہر محفل میں کسی نہ کسی طرح حضرت شیخ الہندؒ کے تذکرہ کی راہ نکال لیا کرتے تھے۔ شیخ الہندؒ سے عشق و محبت اور جذبہ خدمت کی برکت تھی، بلکہ یہی سعادت مندی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے علم میں برکت ڈال دی تھی۔ پوری دنیا میں ان کے علم و فضل کا ڈنکا بجاتا رہا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ :

اساتذہ سے عشق و محبت اور وارفتگی کی یہی جھلک احقر نے اپنے شیخ و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہؒ میں دیکھی۔ حضرت مدنیؒ کا نام آتا، تو احترام سے جھک جاتے تھے۔ گویا شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ لے رہے ہیں۔ طبیعت میں کیف و مستی اور وجد و محبت کی شوخیاں آجاتیں اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے :

شیخنا و شیخ المسلمین، امامنا و امام المسلمین، مولانا و سیدنا شیخ العرب و العجم استاذنا و وسیلتنا حضرت مولانا سید حسین احمد نور اللہ مرقدہؒ۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے حضری شیخ الہندؒ کی خدمت و مصاحبت کو کل وقتی طور پر اپنا لیا تھا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ جب مالٹا کی جیل میں قید ہوئے، تو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ شیخ الہندؒ مالٹا میں کیوں اسیر ہوئے؟ اسارت مالٹا اور اس کی وجوہات کیا تھیں؟ یہ ایمان بھری طویل داستان ہے۔ مگر یہاں یہ ہمارا موضوع نہیں۔ ہم نے تو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے اپنے استاد شیخ الہندؒ سے محبت و عقیدت اور جذبہ خدمت کے واقعات قارئین کے سامنے لانے ہیں تاکہ احترام و خدمت اساتذہ کا جذبہ پروان چڑھے۔

رفاقت زنداں :

حضرت شیخ الہندؒ نے جیل میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سمیت اپنے جانثاروں (حضرت شیخ

الہندؒ کے ساتھ چار جانثار خادم تھے) کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

”انگریزی گورنمنٹ نے مجھ کو تو مجرم سمجھا ہے، تم تو بے قصور ہو۔ اپنی رہائی کی کوشش کرو، مگر تمام نے یہی جواب دیا، حضرت! جان چلی جائے گی، مگر آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہوں گے“.....

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

ایام اسیری میں خدمات :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جب مالٹا میں اسیر تھے، تو آپ کے خاندان کے سات افراد فوت ہو گئے۔ فرید الوحیدی اپنی کتاب ”شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک تاریخی و سوانحی مطالعہ“ میں رقم طراز ہیں.....

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہرگز
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

”شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جب مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے، تو بھرپور خاندان اور بسا بسایا گھر چھوڑ کر نکلے تھے۔ سفر صرف دو چار دنوں کا اور انتظام مختصر سی جدائی کا تھا، مگر مقدر کی بات کہ سفر طویل ہوتا گیا۔ گرفتاری ہوئی۔ مصر کی جانب روانگی ہوئی، سزا ہوئی۔ پھانسی کی خبریں گرم ہوئیں۔ مالٹا کی قید و اسارت پیش آئی۔ استاد کی قربت اور ان کی پدرانہ شفقت نے ہر مشکل آسان اور ہر مصیبت قابل برداشت بنادی تھی۔ قید و بند کی سختیاں، صبر و شکر کے ساتھ جھیل رہے تھے۔

ایک دن کئی ہفتوں کی رُکی ہوئی ڈاک ملی اور اس کے ہر خط میں کسی نہ کسی فرد خاندان کی وفات کی خبر درج تھی۔ اس طرح ایک ہی وقت میں باپ، جواں سال بچی، ہونہار بیٹے، جانثار بیوی، بیمار والدہ اور دو بھابھوں سمیت سات افراد خاندان کی موت کی جانکاہ خبر ملی۔ موت تو برحق ہے، مگر جن حالات میں اور جس مجبور ماحول میں یہ اطلاعیں ملیں تھیں، انہیں برداشت کرنے کے لئے پہاڑ جیسا کلیجہ چاہیے تھا“.....

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر اک زندگی مستعار رکھتے ہیں

رضا و تسلیم کا عظیم سانحہ :

”یہ تو یاد نہیں کہ کس سے، مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ گھر میں بزرگوں سے راقم الحروف نے اس وقت کی چشم دید کیفیت سنی ہے۔ غالب خیال یہ ہے کہ مولانا وحید احمد نے مالٹا سے واپسی پر اہل خاندان کے سامنے اس واقعے کا تذکرہ ضرور کیا ہوگا کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت مدنی ”حسب معمول حفظ قرآن میں مشغول تھے کہ مولانا وحید احمد نے ڈاک لا کر دی۔ خدا ہی کو علم ہے کہ دل میں کیا خطرہ گذرا ہوگا۔ قرآن بند کیا اور خطوط پڑھنے شروع کیے۔ ہر خط کے ختم پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ایک ایک کر کے سارے خطوط ختم کیے۔ زیر لب انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر ٹھیک اس طرح جیسے دس منٹ پہلے مشغول تھے، دوبارہ حفظ میں مصروف ہو گئے۔ قرآن پاک کی آیت اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کی اس سے اچھی تعبیر صحابہ کرامؓ میں تو ضرور ہی ملتی ہوگی۔ آج کے زمانے میں تو نہ کانوں سے سنی، نہ آنکھوں سے دیکھی، بھتیجا وحید احمد گھر والوں کی خیریت و حالات اور خوش خبریوں کے شوق و انتظار میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا، مگر خط دیتے تو کیا کہہ کر دیتے اور بتلاتے تو کس کلیجے سے بتلاتے کہ جن پیاری اور شفیق ہستیوں کی خیر و خبر کے تم منتظر ہو، وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوئیں اور جس گھر کے حالات تم سننا چاہتے ہو، وہ گھر سدا کے لئے اُجڑ گیا۔“

(مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک تاریخی و سوانحی مطالعہ ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

جیل میں قرآن یاد بھی کیا اور شیخ الہندؒ کو سنا بھی دیا :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اپنے محبوب استاد حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں ہمیشہ حاضر باش رہے۔ خصوصاً مالٹا کی جیل میں جی بھر کر دن رات خدمت کر کے اپنے استاد کے مواہب و کمالات کشید کر لیے۔ حضرت مدنیؒ مالٹا کی جیل کی رفاقتوں کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”مجھ کو زمانہ طالب علمی ہی سے شوق تھا کہ قرآن مجید حفظ کر لوں، مگر بد قسمتی سے کبھی ایسا فارغ وقت نہیں ملا تھا کہ اس مراد کے حصول کی کوئی صورت ہوتی۔ مدینہ منورہ میں بڑی مشکلوں سے سورہ بقرہ اور آل عمران کئی دفعہ یاد کیں، مگر سنبھال نہ سکا اور بھول گیا۔

جب طائف پہنچا، پھر اس کو دہرایا اور سورہ نساء، المائدہ اور الانعام یاد کر لیں، مگر جب مکہ آنا ہوا، پھر بھول گیا۔ کثرت اشتغال نے مہلت نہ دی کہ آگے بڑھتا یا ان ہی کی حفاظت کرتا۔ مالٹا پہنچ کر پھر از سر نو شروع کیا۔ چند دن تو وہاں کے انتظامات وغیرہ میں خرچ ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً نصف جمادی الاول سے آخر شعبان تک پندرہ پارے یاد ہو گئے۔ چونکہ فارغ وقت فقط ظہر کے بعد ڈھائی گھنٹے یا اس سے بھی کم ملتا تھا۔ اس لئے زیادہ یاد نہ ہو سکا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا۔ حضرت الاستاذ شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ نوافل میں سنا نا چاہیے۔ چنانچہ ہر شب میں تراویح کے بعد نوافل میں سنا کرتے تھے۔ (تراویح الم ترکیف سے ہوا کرتی تھیں، کیونکہ ہمارے پڑوسی عرب زیادہ دیر تک کھڑے نہیں ہو سکتے تھے) رمضان شریف کے بعد پھر آگے یاد کرنا شروع کر دیا، مگر اس مدت میں مدینہ منورہ میں والد مرحوم کی خبر وحشت اثر اور دیگر کنبہ والوں کے رنج و واقعات نے تشویش بہت زیادہ کی۔ تاہم فضل و کرم خداوندی سے تقریباً دس ماہ میں ماہ صفر تک پورا قرآن ختم ہو گیا، پھر روزانہ دور کر کے محفوظ رکھا اور دوسرے رمضان شریف میں حضرت شیخ الہندؒ نے سن لیا۔“

بعض واعظین اور خطیب حضرات زیب داستان کے لئے آپؒ کے حفظ القرآن کے قصہ کو صرف ماہ مبارک کا واقعہ بتاتے ہیں، جو سراسر غلط اور کذب ہے۔ یہ ایک ماہ میں یاد نہیں ہوا، دس ماہ میں ہوا اور یہی حقیقت ہے۔

شیخ الہندؒ کی خدمت، فریضہ منصبی سمجھا :

”مالٹا میں دن رات برقیلی ہوائیں چلتی تھیں۔ رات کو باوجودیکہ ہم اپنے اپنے کپڑوں کو پہنے ہوئے دودو کمبل اور ایک چادر اوڑھے ہوئے گدوں پر ایک کمبل بچھائے ہوئے سوتے تھے، مگر دو ڈھائی بجے رات کو شدت سردی کی وجہ سے نہ نیند آتی اور نہ اٹھنے کی ہمت ہوتی۔ صبح کے وقت مجبور ہو کر نماز کے لئے اٹھنا پڑتا تھا تو خیمے سے سر نکالنا ایک عذاب الیم کا سامنا ہوتا تھا۔ سرد ہوا کے اس زور کے تھپیڑے لگتے تھے کہ معلوم ہوتا کہ جسم کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

عرب کیمپ میں پختہ کمروں اور مکان میں قیام ہوا اور خیموں سے نجات ملی۔ تاہم

جذبات نہیں، شرعی احکامات مقدم ہیں :

حضرت مدنیؒ نے اپنا بچپن بطور خاص خادم کے حضرت شیخ الہندؒ کی حویلی میں گزارا تھا۔ جس میں آپ سے پردہ وغیرہ نہ ہوتا تھا۔ مالٹا سے واپسی پر دیوبند کی حاضری کے وقت حضرت شیخ الہندؒ کی اہلیہ محترمہ نے حضرت شیخ الہندؒ سے اجازت طلب کی کہ دل چاہتا ہے حسین احمد کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کروں۔ شیخ الہندؒ نے فرمایا، میرا دل نہیں چاہتا کہ تم حسین احمد سے پردہ کرو، اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا، تو اتنی خدمت نہ کرتا، جتنی انہوں نے کی ہے، مگر بہر حال شرعی طور پر سامنے آنے کی اجازت نہیں ہے۔

حکم شیخ کی تعمیل کو ترجیح دی :

حضرت شیخ الہندؒ نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو کلکتہ جانے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ خدمت میری خدمت سے زیادہ اہم اور با مقصد ہے۔ آپ نے بادلِ نحو استہ حکم کو ترجیح دی اور کلکتہ روانہ ہو گئے۔ شیخ الہندؒ کے حقیقی بھتیجے مولانا راشد حضرت مدنیؒ کو کلکتہ روانہ کرنے کا چشم دید حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”حضرت شیخ الہندؒ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، آپ نے حضرت مدنیؒ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے تمام جسم پر پھیرا اور دعائیں دے کر خدا حافظ کہا۔ حضرت مدنیؒ جانے کے لئے مڑے، پانچ دس قدم چلے تو استاد نے شاگرد کو آواز دی سینے سے لگایا، سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا جاؤ، تم کو اللہ کے حوالے کیا۔ اس وقت ماحول پر عجیب کیفیت طاری تھی اور حاضرین خاص قسم کی برکات و فیوض کا وجود محسوس کر رہے تھے۔ اہل تصوف اپنی اصطلاح میں ایسے مواقع کو نسبتِ خصوصی کی منتقلی کا لمحہ بیان کرتے ہیں۔“

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے :

حضرت مدنیؒ کی جو کیفیت تھی۔ وہ بیان نہیں ہو سکتی کہ جس آقا کی خدمت میں سب کچھ شمار کر دیا۔ اب ان کو بسترِ علالت پر نہیں بسترِ رحلت پر چھوڑ کر جانا بہت مشکل تھا، لیکن عاشقِ حکم کا غلام ہوتا ہے۔ وہ بزبانِ حال و قال کہتا ہے.....

بجر اچھا ہے نہ عاشق کو وصال اچھا ہے

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

کچھ ایسا ہی منظر یہاں بھی تھا۔ جب حضرت مدنیؒ کلکتہ روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے، کچھ دن

مالٹا کی شدید سردی میں حضرت شیخ الہندؒ کے لئے چوبیس گھنٹے گرم پانی کا انتظام رکھنا ضروری تھا۔ دن میں تین مرتبہ ناشتے میں اور صبح و شام کھانے کے بعد چائے بنتی تھی۔ اس کے علاوہ بعض اوقات ملاقاتیوں اور دوسرے کیمپوں سے حضرت شیخ الہندؒ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے قیدیوں کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔ روزانہ علی الصبح ناشتہ تیار کرنا اور دونوں وقت کھانا پکانا کافی مشقت طلب مشغولیتیں تھیں۔ تمام ضروری خدمتوں کو انجام دینا میرا فرض منصبی تھا۔ ہر کام کی باگ ڈور میں نے اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ دوسرے رفقاء نے بسا اوقات معارضہ کیا اور کاموں کے بعض یا اکثر حصے اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش کی۔ بعضوں نے نوبت مقرر کرنے کی خواستگاری کی، مگر میں نے مخالفت کی اور یہی کہا کہ میرے فرض منصبی میں آپ لوگوں کو دخل نہیں دینا چاہئے۔“

(اسیر مالٹا ص ۷۹)

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا :

سیدی و مرشدی حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت مدنیؒ کی جامع سوانح ”چراغِ محمد“ کے نام سے لکھی۔ اپنی کتاب میں حضرت قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں :

”اپنے شیخ حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ جب حضرت مدنیؒ مالٹا سے ہندوستان تشریف لائے تو یہاں کے حالات و واقعات کا نقشہ سرا سر بدل چکا تھا۔ حضرت مدنیؒ جب گرفتار ہوئے تو وطن آباد تھا۔ خاندان پھیلا پھولا ہوا اور آباد تھا۔ باپ بھائی بھابھائیں اہل و عیال اور گھر بار اطمینان و عافیت سے آباد تھے۔ زندگی کا چمن سرسبز و شاداب تھا۔ اب ساڑھے تین برس کے بعد رہا ہوئے تو وطن لٹ چکا تھا۔ گھر اور خاندان اجڑ گیا تھا۔ ماں باپ اہل و عیال ختم ہو چکے تھے۔ چالیس بیالیس سال کی عمر تھی۔ گھر تھا، نہ در تھا، نہ خاندان باقی رہا تھا، نہ اہل و عیال زندہ بچے تھے“.....

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

بہار تھی، نہ چمن تھا، نہ آشیانہ تھا

شیخ الہندؒ کے یہاں سے کسی نے فرمائش کی کہ بھنگی سے نالی صاف کرا دو۔ بھنگی نہیں ملا، مگر نالی صاف ہو کر دھل بھی گئی۔ حضرت مدنیؒ نے اپنے ہاتھوں سے نالی کی گندگی اور کچھڑ کو صاف کیا۔ یہ واقعہ طالبانِ علوم نبوت کے لئے باعثِ موعظت ہے۔ علم تب حاصل ہوتا ہے، جب اساتذہ کے حقوق و آداب کی رعایت کی جائے۔ علم و حفظ کے لئے تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ و شیوخ کی خوشنودی حاصل کرنا از حد ضروری ہے کہ ان کی دعائیں موجب ترقی علم ہوتی ہیں۔

بدن کی حرارت سے پانی گرم کرنا :

حضرت مدنیؒ نے زمانہ اسارت میں حضرت استاد کی وہ خدمت کی کہ جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ معمر اور مریض تھے۔ ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی اور مالٹا میں بلا کی سردی پڑتی ہے، مگر گرم پانی کہاں سے آئے۔ حضرت استاد کو گرم پانی مہیا کرنے کے لئے مولانا مدنیؒ عشاء اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں پانی ڈال کر پیٹ سے لگا کر ساری رات بیٹھے رہتے اور تہجد کے وقت بکمال ادب و احترام استاد محترم کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ بہت عرصہ کے بعد منتظمین جیل نے گرم پانی کا اہتمام کیا تو مولانا مدنیؒ کو استاد کی اس خدمت سے محروم ہونا پڑا۔ (بیس بڑے مسلمان)

شیخ الہندؒ کی خدمت کی برکتیں :

مولوی ہدایت اللہ میاں چنوں ضلع ملتان راوی ہیں کہ میں نے حضرت مدنیؒ سے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! آپ ساڑھے چار سال حضرت شیخؒ کی خدمت میں رہے کہ آپ کی اس صحبت میں کوئی دوسرا حائل ہونے والا نہیں تھا؟ آپ نے اس دوران میں بہت کچھ حاصل کیا ہوگا تو آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے :

”مولوی صاحب! میں نکمّا تھا، کچھ حاصل نہیں کر سکا، میں نے پھر بار بار عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ میں نے نیند پر قابو پالیا۔ اب جب خیال آئے، سو جاتا ہوں اور جس وقت اٹھنا چاہوں، بیدار ہو جاتا ہوں۔ پانچ دس منٹ کے لئے بھی سو سکتا ہوں، ارادہ کروں تو نیند آ جاتی ہے اور اس قسم کی بہت سی حکایتیں حضرت مدنیؒ کے متعلق مشہور ہیں کہ کسی جگہ گئے، وہاں پانچ دس منٹ فرصت ملی، سو گئے، اور خود بخود اٹھ کھڑے ہوئے۔ بہر حال نہ صرف نیند پر قابو پانا یہ حضرت استادؒ کی خدمت کرنے سے حاصل

بعد حضرت شیخ الہندؒ وصال فرما گئے۔ حضرت مدنیؒ کو وفات کی اطلاع دی گئی۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں :

”میں صبح کو تقریباً ۹ بجے دیوبند پہنچا، حضرت شیخ الہندؒ کے در دولت پر پہنچا، تو دیکھا کہ لوگ دفن سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں۔ اپنی بد قسمتی اور بے چارگی پر انتہائی افسوس ہوا کہ باوجود سالہا سال حاضر باشی کے شرف کے آخری وقت میں نہ وفات کے وقت حاضر رہا اور نہ دفن میں شرکت کر سکا، کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔“ (نقش حیات ج ۲ ص ۲۷۲)

حاضری کی رُت بدلی ہوئی تھی :

قارئین ! اس کیفیت و حالت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، جو ایک ایسے جانثار، محبت اور عاشق زار کو اس وقت پیش آئی ہوگی۔ جس نے اپنی اولاد، اپنا خاندان، اپنا آرام، اپنی جوانی جس ذات کے لئے وقف کر رکھی تھی، نہ تو اس کے آخری غسل میں شریک ہو سکا، نہ تجہیز و تکفین اور نہ نماز جنازہ میں۔

اردو کے ایک شاعر کی مندرجہ ذیل رباعی ایسی کیفیت کی عکاسی کرتی ہے.....

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل تھا تجل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا
یہ شعر بھی مناسب حال ہے.....

وائے ناکامی نہ پوچھو عاشق دل گیر سے
ایک دل رکھتا تھا وہ بھی چھن گیا تقدیر سے

(تلخیص چراغ محمد ۱۳۸ تا ۱۳۲)

اب حاضری کی رُت بدلی ہوئی تھی۔ قسمت پلٹی ہوئی تھی۔ دکان معرفت و مکتب علم و عرفاں بند ہو چکا تھا۔ مطب روحانی اُجاڑ تھا۔ شفا کے بجائے حسرتِ شفا، دوا کی جگہ یاد اور مکیں کے عوض صرف مکان.....

بھنگی کے بجائے خود نالی صاف کر دی :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی نیاز مندی اور سعادت مندی کی شان یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضرت

باب : ۳

”شیخ الہند“ کا جانشین

”اساتذہ سے تحصیل علم، کسب فیض، صحبت، عقیدت و خدمت اور جذبہ جاں سپاری و جانثاری کے روح پرور، ایمان افروز اور حیرت انگیز واقعات، شیخ الاسلام حضرت مدنی“ کی سوانح کا دلچسپ ترین حصہ ہیں، مگر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے وارثی، گرویدگی، عشق و محبت اور جذبہ خدمت و اطاعت، فنائیت اور تکمیل مشن کی بات تو اپنی مثال آپ ہے، استاد ہر ایک قابل احترام مگر مقتدا و پیشوا اور معتمد و محبوب ایک ہی ہوتا ہے۔ الابرار و الاحد والا عمام شتی یعنی والد ایک اور چچے بے شمار، مگر جو رتبہ و مقام والد کا ہوتا ہے، وہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔ یہ فطری تعلق ہوتا ہے، چچے ہزار رتبہ و مقام پائیں، مگر والد کی عظمت و مقام اور سروری کا مقام نہیں پاسکتے۔

کچھ اسی نوعیت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنی“ کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ساتھ تھا۔ اسی تعلق خاطر ہی کے پیش نظر وہ حضرت شیخ الہند کے جانشین قرار پائے۔ اپنے شفیق، مخلص و مہربان اور نادیدہ دوست حضرت مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم نے اس حوالے سے ایک دلچسپ مضمون تحریر فرمایا تھا۔ ذیل میں وہی تحریر ماہنامہ ”الحق“ اکوڑہ خٹک کے حوالہ اور شکریہ کے ساتھ نقل قرار میں ہے۔

احقر نے انہیں اپنا شفیق و مہربان اور نادیدہ دوست اس لئے لکھا کہ مولانا سعید الرحمن

ہوا، بلکہ معرفت کے وہ دریا ہضم کئے ہوئے تھے، جس کا ایک جرہ بھی بے خود کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (بیس بڑے مسلمان)

حضرت نانوتویؒ کا ارشاد :

طالبان علوم نبوت کے لئے فرض عین ہے کہ وہ اساتذہ کا ادب کریں۔ تمام وسائل علم قرآن، حدیث، فقہ اور حتیٰ کہ سیاہی کا بھی ادب ہو۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے، سنت اللہ ہے کہ بے ادبی سے آدمی علم سے محروم ہو جاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے علم کی دین کی قرآن کی حدیث کی فقہ و منطق کی اور ساتھ ساتھ شہرت و عزت کی جو دولت ہمارے اکابر حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو عطا فرمائی تھی، وہ اس کے خزانے میں اب بھی بھرپور موجود ہے، لیکن.....

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پر مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم



علوی مرحوم نے اپنے حیاتِ احقر کی طالب علمانہ کاوشوں پر بھی ”حقانی کتابیں“ کے عنوان سے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی جو اولاً مؤتمراً لمصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور پھر القاسم اکیڈمی سے چھپتی رہی ہے، حالانکہ میری نہ تو ان سے باقاعدہ شناسائی تھی اور نہ ملاقات اور نہ کوئی دوسرا رشتہ، اس لئے میں نے انہیں اپنا شفیق، مخلص و مہربان اور نادیدہ دوست لکھا۔ ذیل کی تحریر خلوص و محبت، عشق و اطاعت اور علم و استدلال کا ایک حسین مرقع ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے اس متن کی تکوینی تشریح ہے، جو قدرت نے ان کے قلم اعجازِ رقم سے لکھوادیاتھا کہ.....

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

سنا ہے کہ یہ شانِ مولانا محمود حسن شیخ الہند دیوبندیؒ کی تھی، اگر یہ صحیح ہے تو جانشینی کا حق اُن (حضرت مدنیؒ) سے زائد کسی کو نہیں پہنچتا، فرصت میسر آئی تو اس متن کی شرح بھی اپنے قلم سے کرتا اور پھر نوبت شرح پر حواشی کی آتی اور ایک مختصر المعانی پر کئی مفصل اور مطول تیار ہو جاتے.....

ع سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کیلئے

سوزِ رومیؒ اور پیچ و تابِ رازیؒ کا حسین امتزاج :

قطبِ زمان، امامِ الحزبیہ، وارثِ علومِ قاسمی و رشیدی، اسیرِ مالِ شاخِ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ جیسی یگانہ روزگار شخصیتیں سالوں نہیں قرنوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اس قسم کے لوگ اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات کو لہو و لعب میں ضائع نہیں کرتے بلکہ زندگی کے ایک ایک لمحہ کو مرضی و منشاءِ الہی کے مطابق گزار کر اپنے عظیم تر ہونے کا نقشِ جریدہ عالم پر ثبت کر کے اس جہانِ رنگ و بو سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا السلام و التحیۃ چونکہ ”خیر اُمت“ ہے اور اس شرف و کرامت کا سبب ”اُخْرِجْتَ لِلنَّاسِ“ کی قرآنی حقیقت ہے۔ اس لئے آقائے مکی و مدنی کے سچے جانشین اور وارثانِ علومِ نبوت از مہد تا لحد انسانیت کی اصلاح و فلاح کیلئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں، ان کا مطلق نظر خلقِ خدا کی بہتری ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے خدا و علم و عمل اور فکر و عقل سے بندگانِ خدا کو فائدہ

پہنچانا اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بہبودی خلقِ خدا کے لئے وقف کرنا ہی کارِ خیر سمجھتے ہیں۔ خدا کی مخلوق کا غم ہوتا ہے، اور وہ اس غم میں ناتواں ہڈیوں تک کو پگھلا دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالیں، سوز و سازِ رومیؒ اور پیچ و تابِ رازیؒ کا ایک حسین امتزاج نظر آ جائے گا۔

شمعِ محمودی کے پروانے :

قصبہ دیوبند کی جامع مسجد میں درختِ انار کے نیچے قائم ہونے والے مکتب کے پہلے طالب علم کی حیثیت سے لے کر اسی مدرسہ کے صدر مدرس، شیخ الحدیث اور آخر میں اسیرِ فرنگ ہونے تک جتنے مراحل آپ کے سامنے آئیں گے، ان کی پشت پر ایک ہی جذبہ نظر آئے گا، یعنی بحکمِ خدا مخلوقِ خدا کی صلاح و فلاح! حقیقت یہ ہے کہ آپ جس راہ سے گذرے اپنی ایمانی شعاعوں سے ایک دنیا کو منور کر گئے۔ دیوبند کی مسندِ تدریس سے لے کر اسارتِ فرنگ تک مراحل پر ایک نظر دوڑائیے کتنے ہی پروانگانِ شمعِ محمودی آپ کو نظر آئیں گے، جو اپنے اُستادِ الشیخ و مربی اور قائد و رہنما کے سانچے میں ڈھل کر اسی طرح سرگرمِ عمل ہیں، جس طرح خود اُستاد و شیخ !

شیخ الہند الہامی لقب :

ملتِ اسلامیہ کی نفع رسانی اور ان کے غموں میں گھلنے کے انہی جذباتِ صادقہ کو معبودِ حقیقی نے اپنی بارگاہِ صمدیت میں یوں مقبول و منظور فرمایا کہ ملائکہ اللہ کی وساطت سے ہندو بیرونِ ہند کی دنیا کے دلوں میں کچھ اس قسم کی خواہش پیدا فرمادی کہ پوری دنیا بیک زبان آپ کو ”شیخ الہند“ کے لقبِ گرامی سے یاد کرنے میں ہی ذہنی اور قلبی سکون محسوس کرتی ہے اور اصل نام اس ”الہامی لقب“ کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

حضرت علامہ السید محمد انور شاہ قدس سرہ کے قابلِ فخر شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم روحانی پیشوا استاذی مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی قدس سرہ اس لقب کو الہامی لقب فرماتے تھے۔

رجالِ علم :

دوسری حیثیتوں سے قطع نظر صرف اپنی تدریسی زندگی کی وساطت سے حضرت شیخ الہندؒ نے ایک دنیا کے لئے نفع رسانی کا جو سامان مہیا کیا، اگر اسی پر گفتگو کی جائے تو ایک دفترِ درکار ہے۔ صحاحِ ستہ بالخصوص بخاری شریف اور ترمذی شریف کے درس کے دوران جس فراخ دلی سے آپ نے علمی جواہر

میاں اصغر حسین کا اعترافِ عظمت :

حضرت میاں صاحب کوئی معمولی انسان نہ تھے، وہ ایک مادرِ زاد ولی، علوم و اخلاقِ نبوت کے پیکر اور سلاسلِ اربعہ کے سلوک و تصوف کی عملی تفسیر تھے۔ ساتھ ہی وہ شیخِ مدنی کے رفیقِ درس و ہم عصر بھی تھے۔ ”معاصرانہ چشمک“ کی حقیقت سے آگاہ دنیا ایک کی رائے دوسرے کے متعلق پڑھ کر جہاں اہل حق کی بے غرضی اور اعترافِ حق کی قائل ہو جائے گی، وہاں دنیا یہ بھی تسلیم کرے گی کہ کسی کی واقعی خوبیوں کا اعتراف بڑے لوگوں کا کام ہے۔ میاں صاحب نے اپنے ساتھی کی ”معراج“ کا بڑی سادگی اور خلوص کے ساتھ اعتراف و اظہار فرمایا ہے اور بلاشبہ یہ ایک اتنی وقیع رائے ہے کہ اس کے بعد مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں۔

اگر میاں صاحب کے اس مختصر ارشاد کا سرسری تجزیہ کیا جائے، تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ شیخ الہند و شیخ الاسلام میں واقعی وہی نسبت ہے، جو پیغمبر و جانشین پیغمبر میں !

سیرتِ صدیقؐ کی روشنیاں :

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دعویٰ نبوت و رسالت کے ابتدائی مرحلوں میں بغیر کسی تحقیق و تھق کے آپ کو نبی برحق تسلیم کیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بچہ تھے اور آپ کی تربیت میں تھے۔ جناب زید علیہ الرضوان غلام تھے، اور آپ کے جو دو کرم کا مورد! سیدنا خدیجہ رضی اللہ عنہا واقعہ تجارت سے متاثر ہو کر آپ کے حوالہ عقد میں آئی تھیں اور اب اس واقعہ کو پندرہ (۱۵) سال بیت چکے تھے۔ بیوی کی حیثیت سے انہوں نے آپ کو بڑے قریب سے دیکھا تھا، پھر ان کے لئے سب سے بڑی شہادت جناب ورقہ بن نوفل کی تھی، جنہوں نے کتبِ سماوی کی روشنی میں آپ کے نبی و رسول ہونے کی تصدیق کر کے جناب حضرت خدیجہ کے لئے سامانِ اطمینان فراہم کیا، لیکن جناب صدیق اکبرؐ کسی طرح آپ کے زیر اثر نہ تھے، صاحبِ ثروت اور متمول انسان تھے، معاشرہ ان کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ رفاقت و خلّت کا ثبوت البتہ موجود ہے، ایسے میں بلاچون و چرا آپ کو نبی برحق تسلیم کر لینا دراصل ازل سے مقرر شدہ لقبِ گرامی صدیق اکبر کا اپنے کو اہل ثابت کرنا نہیں تو اور کیا تھا؟

سفرِ معراج کے بعد آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی تھی جس نے تفصیلات دشمن کی زبان سے سن کر آمنا و صدقنا..... کہا اور یوں دشمن کے منہ پر زناٹے کا ٹپھر سید کیا۔ اس کے بعد دیکھیں، جان سپاری

ریزے بکھیرے وہ کیا کم احسان ہے کہ پھر آپ نے ابوابِ بخاری اور بعض مشکل ترین فقہی مسائل پر معرکہ آراء رسائل لکھے جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کی بین الاقوامی ضرب المثل کی واقعاتی تفسیر ہیں۔

دیگر بہت سے علمی و دینی، قومی و ملی اور سیاسی احسانات کی طرح سب سے بڑھ کر آپ کا یہ احسان تا قیام قیامت امت کی گردن پر رہے گا کہ آپ کے حلقہٴ درس سے وہ ”رجالِ علم“ سامنے آئے، جن کے تحقیقی علم کے سامنے ایک دنیا سرنگوں ہے۔

اندازہ فرمائیں کہ ساقی کی نگاہِ کرم کے صدقہ کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب آسمانِ علم و تحقیق پر جگمگا رہے ہیں۔

اخلاقِ نبویؐ کے مجسم نمونے :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، سند الہدٰی شین حضرت کشمیریؒ، ابوحنیفہ ہند مفتی کفایت اللہ، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شارح مسلم حضرت عثمانیؒ، قائدِ قافلہ حریت مولانا منصور انصاریؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، امام المبلغین مولانا محمد الیاسؒ، امام المعقولین مولانا محمد ابراہیمؒ و مولانا رسول خانؒ، مولانا عبدالصمد کرت پوریؒ، مولانا محمد سہول بھاگلپوریؒ اور مادرِ زاد ولی سید اصغر حسینؒ۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے حضرات اپنی مثال آپ تھے، ان کی زندگیاں سراپا دین و علم تھیں، یہ لوگ اخلاقِ نبوی ﷺ کے مجسم نمونے اور حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سوانحِ مقدسہ کی چلتی پھرتی تصویریں تھیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تعلیم و تربیت کے صدقے ایسے لوگ آخر کیوں نہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے، جبکہ فقہِ عصر قطبِ عالم مولانا گنگوہی قدس سرہ آپ کو ”علم کا کٹھلا“ قرار دیتے۔

(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۶۶)

صدیقی نسبت :

لیکن ان سب حضرات میں سے استاذ العرب والعجم، مہاجرِ مدینہ، وارثِ علوم قاسمی شیخ الاسلام السید حسین احمد مدنی قدس سرہ کو حضرت شیخ الہندؒ سے وہی نسبت ہے، جو (بلا تشبیہ) خلیفہ بلا فصل، مزاج شناس نبوت، جانشین رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام الاولین والاخرین خاتم النبیین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور یہ رائے ہے آپ کے ایک ہم عصر و رفیقِ درس حضرت میاں اصغر حسین قدس اللہ سرہ کی، جس کا اظہار انہوں نے ”حیاتِ شیخ الہند“ میں کیا ہے۔

اور سرفروشی کے باب میں جو سعادتیں ”صدیق“ کو میسر آئیں، وہ کسی دوسرے کا مقدر کہاں؟ حلقہ کفر کے نرغہ سے اتقنلون رجلا ان يقول ربی اللہ، (کیا تم لوگ ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے) کہہ کر آپ کو کافروں سے چھڑانا، لیکن خود تختہ مشق بن جانا اور ذرا سے ہوش کے بعد آپ کو دیکھے بغیر دودھ پینے سے انکار کر دینا محض ایک واقعہ ہے، نہ معلوم اس قسم کے کتنے واقعات سے سیرت صدیق جگمگا رہی ہے۔

ہجرت کی رات اور پھر غارِ ثور میں قربانی کا جو ریکارڈ آپؐ نے قائم کیا، چراغِ رُخِ زیالے کر اس کی مثال تلاش کرو۔

سب کچھ محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دیا :

اپنی محبوب بیٹی پیغمبر ﷺ کے حوالہ عقد میں دے کر خاندانی تعلقات قائم کرنا اور محبوب خدا کے قلبی سکون کا سامان مہیا کرنے کی سعادت کس کو نصیب ہوئی؟ مال خرچ کرنے کا وقت آیا تو کون تھا جس نے اہل خانہ کیلئے خدا اور اس کے رسول کے نام پاک کی عظمت و برکت چھوڑ کر سب کچھ محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا؟ ۹ میں پیغمبر خدا نے ہزاروں پروانگانِ شمع رسالت کی موجودگی میں جیسے اہم ترین دینی و ملی فریضہ کی سربراہی کیلئے صدیق اکبرؐ کو ہی چنا اور حیاتِ مستعار کے آخری لمحات میں امامتِ صغریٰ (نماز) کیلئے جس قدسی الاصل کو مصلیٰ پر کھڑا کر کے بالواسطہ اس کی امامتِ کبریٰ (خلافت) کا اعلان کیا تو وہ بھی صدیق اکبرؐ ہی تھے اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو عائشہ طاہرہؓ کے حجرہ میں محبوب کے قدموں سے سر ملا کر ابدی نیند سو کر رہتی دنیا تک باہمی انس و محبت اور نسبتِ باطنی کی سعادت انہیں نصیب ہوتی ہے.....

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانا بخشہ خدائے بخشہ

سیرت صدیق کی ان سرسری جھلکیوں کے بعد محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو غلاموں اور سیدنا صدیق علیہ الرضوان کے دو خادموں کی سیرت پر اچھتی سی نظر ڈالو، شیخ الہند و شیخ الاسلام کے تعلقات میں ایک طرف بزرگانہ شفقت اور اعتماد کا لاتنا ہی سلسلہ ہے، تو دوسری طرف سرفروشی و امتثالِ امر کے نہ مٹنے والے نقوش ہیں، وہاں نبوت و صداقت کا معاملہ ہے، ایک خاتم النبیین ہے، تو دوسرا افضل الصحابہ، یہاں استاذ و شاگرد اور خادم و مخدوم کا تعلق ہے، محمد عربی ﷺ اور محمود حسنؒ میں وہی فرق ہے،

جونہی اور امتی میں ہوتا ہے اور صدیق و حسین احمد میں وہی فرق ہے، جو صحابی و غیر صحابی میں لا بدی ہے، لیکن سنن نبویہ اور عظمتِ صدیق کے پاسبانوں نے باہمی نسبت و تعلق کی جو روایات چھوڑیں، ان پر جی جان سے مرثنا ہی سعادت ازلی کی دلیل ہے۔

شیخ الہند کے گھر کا فرد :

ان ارشادات کے بعد حضرت میاں اصغر حسینؒ کی رائے کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔ تو یہ تو میرے دل میں ہے، والی بات بن جائے گی۔ ذرا اندازہ فرمائیں حسین احمدؒ کو بچپن میں ہی مادرِ علمی دیوبند پہنچا دیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ اس وقت صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہونے کے علاوہ مجموعی طور پر تعلیمی امور کی نگرانی کے تنہا ذمہ دار ہیں ایسے میں چھوٹی کتابیں اور وہ بھی صرف ایک طالب علم کو پڑھانا سمجھ آنے والی بات نہیں، لیکن مادرِ علمی کے در و دیوار گواہ ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے ہزار مصروفیتوں کے علی الرغم اس گوہرِ نایاب اور آگینہ صافی کو ابتداء ہی سے اپنی تربیت میں لے لیا۔ بسم اللہ خود کرائی، صرف میر جیسی چھوٹی کتابیں خود پڑھائیں۔ حضرت مدنیؒ کو سب سے زیادہ عرصہ آپ ہی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا۔ صرف و نحو اور منطق و فلسفہ سے لے کر حدیث و تفسیر تک ہر فن کی چھوٹی بڑی متعدد کتابیں حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھیں، استاد نے گھر کا فرد بنایا اور حسین احمدؒ نے کمالِ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے استاذ کے بیت الخلاء تک کی صفائی کی۔

گنگوہیؒ اور امداد اللہی نسبتیں :

تعلیم سے فراغت کے بعد نسبتِ باطنی کیلئے خادم عرض کرتا ہے، تو مخدوم قصدِ گنگوہ کا حکم دیتے ہیں تو بلا چون و چرا اس رشکِ جنت کی طرف چل دیتے ہیں۔ حضرت قطب گنگوہؒ نے جس اعزاز سے آپ کو خلافت دی، وہ بقول مولانا عاشق الہی مرحوم (سیاسی مخالف بھی ہیں) کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الرشید)

پھر یہ سعادت بھی تو آپ ہی کے مقدر میں تھی کہ خانقاہ گنگوہ کے علاوہ ساقی گنگوہ کے حکم سے ہی امداد اللہی گھاٹ پر آپ پہنچتے ہیں اور وہاں بھی جامہائے عشق و محبت سے سیرابی حاصل کرتے ہیں اور جب یہ دونوں ساقی (حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ) دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو مالٹا کی تہائیوں میں نسبتِ اکابرؒ کو پختہ تر کرنے کا موقع پھر شیخ الہندؒ کے قدموں میں ملتا ہے۔

مولانا نجم الدین اصلاحیؒ کا تجزیہ :

اس صورت حال کے پیش نظر جامع مکاتیب مولانا نجم الدین اصلاحیؒ کا یہ تجزیہ کتنا درست ہے کہ :

”حضرت نور اللہ مرقدہ کی ذات حکمت قاسمی، زہد گنگوہی، فراست محمودی اور امداد اللہ عرفان کا وہ سنگم تھی جو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء تک کی پوری تاریخ کو زندہ کئے ہوئے تھی۔“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۴۳)

آپ کا قیام مدینہ میں بھی حضرت شیخ الہندؒ کے اشارہ ابرو کے پیش نظر رہا، اس دوران ایک طرف آپ صاحب قبر انور، قاسم علوم و معارف سلام اللہ و صلاتہ علیہ کی زیارت سے بار بار مشرف ہو کر علوم و آگہی کی وہ منزلیں طے کرتے ہیں کہ باید و شاید (تفصیل نقش حیات میں ہے)

حسین احمد تنہا سب کا جواب دیتے ہیں :

تو دوسری طرف اسی محبوب خدا کی نگاہ کرم گستر کے زیرِ نگرانی رہ کر قرآن و سنت کے علوم و معارف چار دانگ عالم میں پھیلاتے ہیں، جیسا کہ عرض کیا یہ قیام حضرت شیخ الہندؒ کے اشارہ ابرو کا نتیجہ تھا۔ دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبند میں عصر کے بعد کی مجلس میں اساتذہ و طلبہ کی موجودگی میں حضرت الامام السید محمد انور شاہؒ استاذ مکرم سے عرض کرتے ہیں کہ سید حسین احمد کو یہاں بلا لیں، وہ دیوبند کے اہل ہیں اور دیوبند کو ان کی ضرورت ہے، وہاں کسی اور صاحب کو متعین فرمادیں۔ حضرت الاستاذ قدرے سکوت کے بعد فرماتے ہیں :

”محمد انور! تم جانتے ہو، حسین احمد وہاں بہت اہم امور انجام دے رہے ہیں، حجاز کے مشہور مشہور شافعی مالکی اور حنبلی علماء شریک درس ہوتے ہیں۔ محض مسلک حنفی پر اعتراض کرنے کے لئے حسین احمد تنہا سب کا جواب دیتے ہیں، اور کسی کے بس کا نہیں جو اتنا کام انجام دے سکے، انہیں وہیں رہنے دو۔“

(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۳) (روایت حضرت مولانا محمد جلیل)

حضرت مدنیؒ کی جانشینی کے اشارے :

حضرت شیخ الہندؒ کے یہ الفاظ بہت کچھ بتا رہے ہیں اور یہ بھی اندازہ فرمائیں کہ حضرت الامام

سید محمد انور شاہؒ جن کے علم و فضل کی ایک دنیا معترف ہے، وہ کس طرح مقام مدنیؒ کا اعتراف کرتے ہیں اور حضرت استاذ کیا جواب دیتے ہیں، سید کا شمیریؒ کا سوال اور استاذ مکرم کا جواب یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حضرتؒ کا قیام مدینہ طیبہ کس کے اشارہ ابرو کا صدقہ تھا؟ اور شیخ مدنیؒ قیام بطحاء کے دوران جب دیوبند آ کر حلقہ درس میں بیٹھتے ہیں تو استاذ مکرم کی کیا حالت تھی؟ اس کا حال بھی حضرت

میاں صاحبؒ کی زبانی سنیں :

”اس سال حضرتؒ نے درس حدیث میں خلاف عادت علوم و تحقیق بیان فرمائے جو آپ کے (سید مدنیؒ کے) مستقبل کی درخشانی کی تمہید اور جانشینی کے اشارے تھے۔“

(الجمعیۃ ص ۳۴)

کہاں کہاں حسین احمدؒ کی برابری کرو گے :

اسی دوران ایک دن حضرت مدنیؒ استاذ مکرم کے پاؤں دبار ہے تھے کہ میاں صاحب بھی حصول سعادت کی غرض سے شریک ہو گئے اور مسرت و انبساط کے عالم میں کہنے لگے، آج ہم برابر ہو گئے۔ اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے جو کچھ فرمایا اس کو حضرت میاں صاحبؒ سے سماعت فرمائیں :

”بھائی تم کہاں کہاں ان کی پیروی و برابری کرو گے۔“

معنی خیر اشارہ خیر و برکت :

ان لفظوں پر میاں صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور حضرت مدنیؒ کی خوش بختی و سعادت مندی پر رشک کریں :

”اس وقت تو یہ ایک معمولی فقرہ سمجھا گیا، لیکن مولانا مدنیؒ کا قیام مدینہ منورہ، پھر اپنی بیش قیمت آزادی کو قربان کر کے خوشی سے نظر بندی میں حضرتؒ کی معیت اختیار کرنا، تمام سفر خصوصاً زندان قاہرہ اور اسیر ہونا..... بتلا رہا ہے کہ یہ ایک پُر مغز کلام ہے اور الحق کے اعلان پر زندان کراچی میں اسیر ہونا..... بتلا رہا ہے کہ یہ ایک پُر مغز کلام ہے اور مولانا کی آئندہ شاندار دینی و قومی زندگی کے لئے ایک معنی خیر اشارہ خیر و برکت تھا۔“

(حیات شیخ الہند ۹۹-۱۹۸)

سعادت مند شاگرد آگے بیٹھ کر عرض کرتا ہے کہ حضرت! آپ دعا فرمائیں، کوشش میں کروں گا، اللہ نے چاہا تو ختم قرآن کے نہ ہونے کا شکوہ نہیں رہے گا۔ استاذ کی باچھیں کھل جاتی ہیں، وہ دست سوال دراز کرتا ہے، نہ معلوم اس وقت اس نے اپنے رب سے کیا مانگا، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ غزہ رمضان آیا تو پریشانی تھی اور شوال کا ہلال افق عالم پر چکا تو حسین احمد مکمل قرآن سنا چکا تھا (تفصیلی واقعہ اور اصل حقیقت اسی کتاب میں بیان ہو چکی ہے)

داستان سرفروشی و جاں سپاری کو نامکمل و تشنہ چھوڑ دیں کہ اسے مکمل کرنا میرے بس کا نہیں، اب آئیں اور دیکھیں کہ آقا کو اپنے خادم پر کتنا اعتماد ہے اور خادم اپنے مخدوم کے لبوں کی جنبش پر کس طرح آمادہ عمل ہیں۔

یہ سعادتیں حضرت مدنیؒ کا مقدر تھیں :

اسارت مالٹا کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کلکتہ میں دارالعلوم قائم کرتے ہیں، خواہش یہ ہے کہ صدارت حضرت شیخ الہندؒ قبول فرمائیں۔ مقاصد ملی کی خاطر شیخ الہندؒ کو انکار نہیں، لیکن علالت و نقاہت مانع ہے، نتیجہ اسی محبوب شاگرد کو اشارہ ہوتا ہے، وہ تیار ہو جاتے ہیں، بقول حکیم عبدالجلیل مرحوم استاذ مکرم شاگرد عزیز کو رخصت کرنے لگے تو غایت ضعف کے سبب اٹھ نہ سکے، لیٹے لیٹے حضرت مدنیؒ کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑا سر پر رکھا، چوما، آنکھوں سے لگایا، سارے بدن پر پھیرا۔ (الجمعیۃ ص ۶۶)

بتلائیں دنیا میں کسی استاذ نے شاگرد کے ساتھ شفقت و کرم کا یہ معاملہ کیا؟ ہاں اصل قصہ یہ ہے کہ ایسا شاگرد بھی تو کسی کو نہیں ملا، یہ سعادتیں حضرت مدنیؒ کا مقدر تھیں، مولانا مدنیؒ اشکبار آنکھوں سے رخصت ہو گئے، استاذ مکرم کی حالت کا احساس ایک طرف، امثال امر کا معاملہ دوسری طرف، چلے تو گئے کہ حکم آقا تھا، لیکن کلکتہ پہنچنے سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آخری لمحات کی خدمت سے محروم ہو گئے۔ آخری زیارت نصیب نہ ہوئی، جنازہ مقدر میں نہ تھا، لیکن کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ حسین احمد نے استاذ کا آخری حکم ٹالا! شاید اس لئے قدرت کو حسین احمد پر پیار آ گیا اور اسے ہمیشہ کے لئے پہلوئے محمود میں لٹا دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ سے اسی نسبت و تعلق کا تو ہی صدقہ تھا کہ قاسمی ورشیدی موجدائے رحمت

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے :

حضرت الاستاذ کا مختصر جملہ اور میاں صاحبؒ کے نوٹس کئی دفتروں پر بھاری ہیں اور ان بین السطور بہت کچھ پڑھا اور دیکھا جاسکتا ہے۔ مقام مدنیؒ کی رفعت کی اور کیا دلیل ہوگی؟ بلاشبہ ثناری و جاں سپاری اور ایثار و قربانی کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہو سکتی کہ بغیر وارنٹ ہنگامی خدمت استاذ کے جذبہ سے سوئے زنداں جانا اور ساڑھے چار سال (۲-۱/۲) کا عرصہ پریشان سردی میں ساتھ دینا اور وہ بھی اس طرح کہ گرم پانی کے میسر نہ ہونے پر شیخ کی علالت کے پیش نظر پانی لوٹا اپنے پیٹ سے لگا کر بیٹھ جانا اور اوپر کمبل لے لینا۔ کون سا شاگرد اور خادم ہے، جو بھرپور جوانی ساڑھے چار سال (۲-۱/۲) اس طرح گزارے اور یہ بھی تو ہے کہ ایسے عالم میں حضرت الاستاذ جرحہ سحر کو اٹھ کر اس گرم پانی کے ساتھ وضو کرتے ہوں گے، جس میں حسین احمد کی حرارت جسمانی وافر مقدار میں شامل تھی، تو ان کے دل سے عزیز شاگرد کے لئے خیر و برکت کے کیا کیا کلمات زبان کے رانے عرش الہی تک نہ پہنچتے ہوں گے؟

ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

استاذ کی دعاؤں کے ثمرات :

محمد عربی ﷺ وضو کے لئے پانی کا لوٹا دیکھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے سوال دراز کر دیں تو وہ امام المفسرین بن جائیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام سنت یوسفی و محمدی دوران ساڑھے چار سال (۲-۱/۲) شاگرد عزیز کی خدمت سے متمتع ہو، شاگرد کے لئے خدا سے کچھ مانگا ہوگا؟

مانگا اور وہ کچھ مانگا جس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ زندگی اور زندگی کے بعد حسین احمد کو جو عزت ملی، وہ استاد کے مانگنے کا ہی نتیجہ ہے۔

رمضان میں شیخ الہندؒ کو قرآن سنایا :

اسی مالٹا میں استاذ ترجمہ قرآن کی خدمت میں مشغول ہیں اور حسین احمد رفیق و معین ہیں اور رمضان آتا ہے تو استاذ مکرم کے نحیف و نزار جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، آنکھوں سے چھم چھم آنے لگتے ہیں، شاگرد عزیز تاڑ جاتا ہے کہ دیوبند میں حفاظ کے حلقے تھے، یہاں ایک بھی حافظ نہیں استاذ مکرم کو قلق ہے اور یہ آنسو اسی قلق کی ظاہری صورت ہیں۔

اور شرعی دلائل کے پیش نظر آپ کے سیاسی مسلک سے اختلاف رکھنے کے باوصف حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ فرماتے تھے کہ :

”مولانا مدنی“ کی مخالفت کرنے والوں کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔“

(روایت مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمۃ ص ۳۲)

شریعت و طریقت کا سب سے بڑا عالم :

یاد رہے کہ اختلاف و مخالفت میں فرق ہے۔ حضرت تھانویؒ کو حضرت مدنیؒ سے اختلاف تھا، جس کی پشت پر دلائل تھے، مخالفت نہ تھی، مخالفت کا رنگ دیکھنا ہو تو خوارج و شیعہ کی صحابہ دشمنی دیکھیں۔ اختلاف کو دیکھنا ہو تو سیدنا علی و معاویہ علیہما الرضوان یا ائمہ مجتہدین کے اختلاف سامنے رکھیں اور مسلم کے شارح علامہ عثمانیؒ، حضرت مدنیؒ کے سب سے بڑے سیاسی حریف لیکن (لہذا فی اللہ یہ کہ دنیوی مقاصد کے پیش نظر) فرماتے ہیں :

”بھائیو ! اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرے علم میں بسط ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنیؒ سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں۔“

(روایت حضرت الشیخ السید محمد یوسف بنوریؒ ص ۲۸)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں :

”انہوں نے ملک کی جو خدمتیں کی ہیں ان کی بڑی قدر و قیمت ہے اور وہ اس قدر شاندار ہیں کہ ہم انہیں فراموش نہیں کر سکتے..... ان کی ذات محترم تھی ان کا انتقال قومی نقصان ہے“..... (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

اکابرین اُمت کی گواہیاں :

ان سرسری اور بے ربط واقعات کے بعد اس دعویٰ کے ثبوت میں کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین تھے، تاہم اکابرین ملت، اساطین اُمت اور ہم عصر حضرات کی کچھ شہادتیں، جن میں جانشین شیخ الہندؒ کی صراحت ہے، ملاحظہ فرمائیں :

میرے استاذ کے جانشین :

۱- ہمارے ایک بزرگ مجدد ہقید حیات ہیں، فرماتے ہیں کہ مولانا مدنیؒ تھانہ بھون تشریف

سے سیراب ہونے والے بھی اکابر و اصغر آپ کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتے، چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں

شیخ الہندؒ کے چہیتے :

شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد قدس سرہ سبق پڑھا رہے تھے، حضرت مدنیؒ گئے تو قرآن کرنے والے صاحب سے کتاب لے کر خود قرأت شروع کر دی، حضرت دیکھ کر مسکرا دیئے۔ (تذکرہ الخلیل) اور بقول مولانا مفتی محمود احمد (مہو چھاؤنی) حضرت نانوتوی قدس سرہ کے شاگرد رشید مولانا حسن محدث امروہیؒ کے حلقہ درس میں شیخ مدنیؒ پہنچے، تو بلا تکلف سوالات شروع کر دیئے۔ حضرت امروہیؒ نے بے ساختہ اور پیار بھرے لہجے میں فرمایا :

”یہ مولوی محمود حسن (حضرت شیخ الہندؒ) کے یہاں بگڑا ہوا ہے۔“ (الجمعیۃ ص ۱۱۸)

دارالعلوم دیوبند کی علمی ترقی کی ضمانت :

اور حضرت نانوتوی قدس سرہ کے صاحبزادے الحافظ محمد احمدؒ کی سینیں، ۱۳۲۶ھ کے اجلاس دارالعلوم میں مدرسہ کی علمی ترقی زیر غور تھی۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے فرمایا :

”مولوی محمد انور شاہؒ، مولوی محمد سہولؒ، مولوی حسین احمدؒ اور مولوی عبدالصمد کرت پوریؒ یہاں جمع ہو جائیں، تو مدرسہ کی علمی ترقی اعلیٰ پیمانہ پر ہو۔“

(الجمعیۃ ص ۶۸ روایت مولانا محمد قاسم بجنوری)

آخر قدرت نے حافظ صاحبؒ کی خواہش پوری فرمائی۔ سبھی حضرات قدرت کے مقرر کردہ ٹیبل کے وقت مدرسہ میں آئے اور علم و عرفان کو اوج ثریا تک پہنچایا۔ بالخصوص شیخ مدنیؒ کا ۳۰..... سالہ دور علمی، مالی اور انتظامی لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے پچھلے تین ادوار میں جتنے طلباء نے اس مادر علمی سے فیض حاصل کیا، اس سے کہیں زیادہ حضرات نے صرف آپ کے دور میں اپنی علمی پیاس بجھائی۔

مولانا محمد الیاسؒ کی شہادت :

”حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم (بانی تبلیغی جماعت) نے فرمایا، ان کی سیاست میری سمجھ میں آ جاتی تو پیچھے پیچھے دوڑا پھرتا، تاہم عند اللہ ان کے مقام سے واقف ہوں، ان سے ”سیاست میں اختلاف“ کر کے دوزخ کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔“

(روایت مولوی سعید میاں صاحب انصاری سہارنپوری ص ۱۵۲)

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو :

۶- حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد سہول بھاگلپوری نے فرمایا، آپ جانشین شیخ الہندؒ ہیں۔ حضرت مدنیؒ نے جواباً فرمایا: معلوم نہیں آپ مجھے کیوں جانشین کہتے ہیں، مجھ سے ہر حیثیت سے بڑے شاہ صاحب (کشمیری) اور مفتی صاحب (مفتی کفایت اللہ) ہیں، ان کو جانشین کہنا چاہئے، مولانا نے فرمایا :

”زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو، مسلمان آپؒ کو حضرتؒ کا جانشین کہتے ہیں، لہذا آپ ہی جانشین ہیں۔“ (ص: ۳۱، روایت مولانا محمد عثمان صاحب پھلواڑی شریف)

قصہ تو وہی ہے کہ پروردگارِ عالم نے اس اعزاز کا آپؒ کیلئے فیصلہ کر دیا، بات ملائکہ کی وساطت سے انسانی قلوب تک پہنچی، مولانا محمد سہولؒ نے اسی کی ترجمانی فرمائی۔

۷- مولانا مفتی محمود احمد موچھاؤنی نے بھی اسی انداز کی بات ارشاد فرمائی کہ :

”حضرت شیخ الہندؒ کے انتقال کے وقت سے ہی جانشین شیخ الہندؒ کے لقب کے نقارۂ خدا سے آوازہ بلند ہوا اور سب ائمہ وقت نے عملاً اس کا اعتراف فرمایا۔“ (ص: ۱۱۸)

۸- امیر امان اللہ خان مرحوم والی افغانستان نے ایک خاص انداز کی بات فرمائی، جس کے راوی حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ہیں :

”شیخ الہندؒ ایک نور تھے تو شیخ الاسلامؒ اس نور کی ایک ضیا اور چمک!“ (ص: ۱۴)

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کا قولِ فیصل :

۹- اور خود قاری صاحبؒ نے اپنے حکیمانہ انداز سے آپؒ کی جانشینی شیخ الہندؒ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ نیز آپؒ کے سیاسی کام کی نوعیت کو بڑے پیارے انداز سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔

”۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم کی ابتدائی کڑی حضرت نانوتویؒ کی ذات تھی جس سے اس نئے دور کا آغاز ہوا، درمیانی کڑی حضرت شیخ الہندؒ تھے، جنہوں نے اسے شباب تک پہنچایا اور آخری کڑی حضرت شیخ الاسلامؒ تھے، جنہوں نے اسے انتہا کو پہنچایا اور اس طرح ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء تک سو برس کے عرصہ میں اس تحریک کا ایک دور مکمل ہو کر ختم ہو گیا..... آپ اس سلسلے میں (سیاسی رہنمائی اور انقلابی قیادت) حجۃ الاسلام حضرت

لائے۔ حضرت تھانویؒ کا نظام العمل سامنے تھا۔ اسکی رو سے ملنے کا وقت نہ تھا، آپ مسجد میں لیٹ گئے لیکن حکیم الامت قدس سرہ کو پتہ چلا، بھاگ بھاگ تشریف لائے، فرمایا آپؒ نے کیا غضب کیا، فرمایا آنے کا وقت نہ تھا، حضرت تھانویؒ نے فرمایا وقت کی قیودات دوسروں کے لئے ہیں، آپؒ کیلئے نہیں، چنانچہ ہمراہ لے گئے، اصرار سے اپنی مسند پر بٹھایا اور فرمایا ”بھائی! آپؒ تو میرے استاد کے جانشین ہیں“..... مزید یہ کہ ایک تھان لمل کا منگوا کر نذر کیا، حضرت شیخ الاسلامؒ نے احتراماً سر پر رکھا، چوما اور فرمایا حضرت! آپؒ کو معلوم ہے کہ میں نے ولایتی مال کا بایکٹ کر رکھا ہے، اتنا ہی فرمایا تھے کہ مولانا تھانویؒ نے وہ واپس لے کر گاڑھے کا تھان بڑے گھر سے منگوا کر نذر کیا۔ باہمی احترام کی اس سے بڑھ کر مثال کیا ہو سکتی ہے۔ نیز جانشین شیخ الہندؒ کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا؟

۲- حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خصوصی، رفیق مالٹا، مولانا عزیز گلؒ نے اپنے تعزیتی پیغام میں آپؒ کو ”جانشین شیخ الہندؒ“ لکھا۔ (ص: ۱۱۰)

۳- حضرت علامہ الشیخ عثمانیؒ اپنے ایک خط میں آپؒ کو لکھتے ہیں (حضرت مدنیؒ کے خط کا جواب لکھتے ہوئے) ”سچ تو یہ ہے کہ یہ مکتوب میرے نزدیک جناب محترم کی سیادت و شرافت اور جانشینی استاذِ مرحوم کا مرقع ہے، آپؒ کے بزرگانہ اخلاق سے ہم نیاز مند ہی توقع رکھتے ہیں، فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء و وفقنا و ایاکم لما یحب و یرضی۔“ (انوار عثمانی ص: ۴۹)

۴- خان عبدالغفار خاں صاحب جنہیں حضرت شیخ الہندؒ سے باقاعدہ بیعت کا شرف حاصل ہے اور جو بقول حضرت مدنیؒ ”حضرت شیخ الہندؒ کے خصوصی تعلق والے تھے۔“ (نقشِ خیات) دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے جلسہ تعزیت میں تشریف لائے اور فرمایا :

”حضرت شیخ الاسلامؒ کے سانحہ ارتحال سے ہندوستان ایک عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا اور ہم سے حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین جدا ہو گئے۔“ (ص: ۱۰۹)

۵- مولانا خورشید عام لکینوی فرماتے ہیں کہ :

”حضرت شیخ الہندؒ کے فراق سے مرجھائے ہوئے دلوں نے آپؒ کو جانشین شیخ الہندؒ کہہ کر اور سمجھ کر تازگی حاصل کی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرتؒ کی وفات کے بعد جب آپؒ کلکتہ سے دیوبند تشریف لائے، تو خلافت کمیٹی نے تعزیتی جلسہ میں آپؒ کو بطور جانشین شیخ الہندؒ متعارف کرایا۔“ (ص: ۹۲)

نانوتوی کے تاریخی سیاسی فلسفہ اور حکمت کے امین اور اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ کے جوشِ عمل کے علمبردار تھے، جس سے آپ کو پوری قوم نے جانشین شیخ الہند تسلیم کیا اور آخر کار جانشین شیخ الہند کے لقب سے یاد کئے جانے لگے..... بہر حال حضرت شیخ الاسلام کی مساعی کا مرکز ملک کی آزادی، ایشیا کی آزادی، مشرق کی آزادی اور آخر کار انسانیت و اخلاق کی آزادی تھی۔ یہ نظریہ ان کا عقیدہ تھا، جو انہیں وراثت میں ان کے شیوخ سے ہاتھ آیا تھا اور وہ اس پر یقین رکھتے تھے کہ مغرب کی ان مادی طاقتوں کی برقراری کی صورت میں اخلاقی قوتیں اور انسانیت کی جوہری قدریں کبھی نہیں ابھر سکتیں۔ (ص ۱۲، ۱۳).....

وطن کے نام آیا ہے انہی کا عزمِ فولادی
حسین احمد کے قدموں کا تصدق ہے یہ آزادی

تحریک شاہ ولی اللہ کی آخری کڑی :

حضرت قاری صاحب نے آپ کو شیخ الہند کے ساتھ حکمتِ قاسمی کا امین بھی قرار دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی بلکہ آپ سے بھی پہلے حکیم الامت حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جس تحریک کی بنیاد ڈالی تھی، اس کی آخری کڑی آپ تھے اور اس طرح حضرت شیخ الہند کے بالخصوص اور باقی اکابر کے بالعموم جانشین آپ تھے۔

علامہ انور صابری نے کتنے پتے کی بات کہی ہے.....

ولی اللہ نے لکھا تھا حرفِ اولین جس کا
مکمل ہو گئی وہ حریت کی داستاں تجھ پر

حضرت نانوتوی کے ساتھ بعض عجیب مناسبتیں بھی آپ کو نصیب ہوئیں، مثلاً حضرت قاسم العلوم نے آخری وقت پھلوں کی خواہش ظاہر کی تو لکھنؤ سے خربوزے منگوائے گئے، آپ نے آخری وقت سردے کی خواہش ظاہر فرمائی، نیز یہ کہ دونوں بزرگوں کا انتقال جمادی الآخر کے مہینہ میں جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد ہوا۔ ان کے علاوہ حکمتِ قاسمی کا امین اور شیخ الہند کے جوشِ عمل کا علمبردار ہونے کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ دیوبند کے اس رشک جنائ خطہ (مقبرہ قاسمی) میں آپ کو اپنے دونوں شیوخ (شیخ اور شیخ الشیخ) کے ساتھ دائمی آرام کا موقعہ نصیب ہوا۔

شعراء کا اعتراف :

چند شعراء کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیں، یہاں بھی جانشینی والی بات مختلف زاویوں سے کہی گئی

ہے۔ علامہ انور صابری صاحب فرماتے ہیں.....

شریک سلسلہ کارِ خدمتِ محمود
انیس خلوتِ زندانِ کلفت و آلام

بصر ٹوکی فرماتے ہیں (تاریخ ہائے وفات سمیت).....

پر تو مولانا گنگوہی فقید و پیشوائے
نقشِ شیخ الہند محمود حسن زیب ارم

مولانا احمد اللہ استاذ حدیث راندھیر کے دلی جذبات ملاحظہ فرمائیں.....

جانشین شیخ ہند وہ مردِ میداں اب کہاں

وہ سیاست کا نگین وہ ماہِ تاباں اب کہاں

اس زمانے کا غزالی فضلِ یزداں اب کہاں

قاسم و محمود کا وہ رازِ پنہاں اب کہاں

حکیم دانش دہلوی کا قولِ حق.....

وہ جس کو شیخ محمود الحسن کا جانشین کہئے

بزرگانِ سلف کی یادگارِ آخریں کہئے

جناب خان عبدالجلیل وہ ایازِ شمع محمود حسن سے شیخ الہند و شیخ الاسلام کے تعلقات واضح کرتے

ہیں اور ایک صاحب نے یوں گرہ لگائی.....

وہ جس کی ذات امداد و رشیدی فیض کا سنگھم

وہ جس کے روپ میں محمود و قاسم بے نقاب آیا

ملائے ہند کے پھڑے ہوؤں کو جس کے نغموں نے

جو شیخ الہند محمود الحسن کے ہمرکاب آیا

شیخ الہند کے مشن پر مرثیہ ہے :

حرفِ آخر ! کراچی جیل سے رہائی کے بعد بنگال کونسل کے ایک ممبر نے

باب : ۴

سیرت و کردار، اخلاص و للہیت، جود و سخا

بے نیازی و استغناء اور جامعیت

دین اسلام میں اخلاص کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ عمل پسند ہے جو خالص اس کی ذات کیلئے ہو۔ بعض اوقات الفاظ کثرت استعمال سے اپنی قیمت اور وزن کھودیتے ہیں۔ اخلاص بھی انہی لفظوں میں سے ہے۔ ہر آدمی کو ہم مخلص کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام تو اونچا مقام ہے۔ معراج زندگی ہے اور نبوت کا پر تو ہے۔

ہمارے اکابر میں جوہر اخلاص اور سیرت و کردار کی صداقتیں بہت نمایاں تھیں خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تو پیکر اخلاص تھے اور اخلاص، جود و سخا، توکل اور فقر و غربت کی دولت سے اور بادہ عشق سے محروم تھے۔

سیرت و اخلاص کے خصائص و کمالات کا مجموعہ :

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری تحریر فرماتے ہیں :

علم و عمل کی دنیا میں عظیم الشان شخصیات کے ناموں کے ساتھ مختلف خصائص و کمالات کی تصویریں ذہن کے پردے پر نمایاں ہوتی ہیں، لیکن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا نام زبان پر آتا ہے تو ایک کامل درجے کی اسلامی زندگی اپنے ذہن و فکر، علم و عمل اور اخلاق و سیرت کے تمام خصائص

چالیس ہزار روپیہ نقد اور پانچ سو روپیہ ماہانہ کی نوکری بطور پروفیسر ڈھا کہ یونیورسٹی کی پیش کش کی، حضرت نے پوچھا کام کیا ہوگا؟ اس نے کہا کچھ نہیں، بس تحریکات میں حصہ نہ لیں، خاموش رہیں، آپ نے فرمایا :

”جس راستہ پر حضرت شیخ الہندؒ لگائے، اس سے ہٹ نہیں سکتا“۔ (ص ۱۵۴)

اس کے ساتھ ہی جانشین پیغمبرؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کی سیرت کا وہ واقعہ دیکھیں کہ حضور علیہ السلام لشکرِ اُسامہؓ کی روانگی کا اہتمام فرماتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کا سانحہ اتحال پیش آتا ہے۔ صدیق اکبرؓ خلافت سنبھالنے کے بعد پہلا کام یہی کرتے ہیں کہ اس لشکر کا اہتمام فرماتے ہیں، بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر صحابہؓ اس لشکر کی روانگی کو ملتوی کرنے یا کم از کم قائد لشکر تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، لیکن معلوم ہے کہ جانشین رسول ﷺ نے کیا فرمایا؟ جس کام کو کرنے کا ارادہ میرے پیغمبر ﷺ نے کیا، اس کے ملتوی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، چنانچہ لشکر بھیجا اور کھوڑی دیر ساتھ چل کر ہدایات دیں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حضرت میاں صاحبؒ کی رائے ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ دیں کہ جانشینی شیخ الہندؒ کا حق سید حسین احمدؒ نے ادا کیا یا نہیں؟؟؟

(ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۷۷ء)



وکالات اور محاسن و محامد کے ساتھ تصور میں ابھرتی اور ذہن کے پردوں پر نقش ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اسلامی زندگی کیا ہوتی ہے؟ تو میں پورے یقین اور قلب کے کامل اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حسین احمد مدنیؒ کی زندگی کو دیکھ لیجئے، اگرچہ یہ ایک قطعی اور آخری جواب ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ اس جواب کو عملی جواب تسلیم نہیں کیا جائے گا اور ان حضرات کا قلب اس جواب سے مطمئن نہیں ہو سکتا، جنہوں نے اپنی دور افتادگی و عدم مطالعہ کی وجہ سے یا قریب ہو کر بھی اپنی غفلت کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ کسی خاص ذوق و مسلک کے شغف و انہماک، یا بعض تعصبات نے ان کی نظروں کے آگے پردے ڈال دیے تھے اور وہ حسین احمدؒ کے فکر کی رفتوں، سیرت کی دل ربائیوں اور علم و عمل کی جامعیت کبریٰ کو محسوس نہ کر سکے تھے اور ان کے مقام کی بلندیوں کا اندازہ نہ لگا سکے تھے۔ (ایک سیاسی مطالعہ)

جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں :

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مدنیؒ اور مولانا الیاسؒ کے اخلاص کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں :

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا۔ ہم لوگ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہمرکابی میں کھتولی پہنچے۔ ریل سے اتر کر معلوم ہوا کہ ہاتھی وغیرہ آئے ہیں۔ اور اسٹیشن سے جلوس کی شکل میں جانا ہوگا۔ ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ تبلیغی اصول کے خلاف ہے۔ جلوس سے انکار کر دیا اور ایک معمولی یکہ پر بیٹھ کر قیام گاہ پہنچ گئے۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ اچانک معلوم ہوا کہ اس وقت کانگریس کا بھی جلسہ ہے اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، اس کی مخالفت میں یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تقریر بند کر دی اور فرمایا: شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں سب چل کر ان کی تقریر سنیں، یہ فرما کر اپنے جلسے کو ختم کر دیا اور اس مقام پر پہنچے جہاں کانگریس کا جلسہ ہو رہا تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنیؒ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اس وقت تبلیغی جلسہ ہے اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ تقریر فرما رہے ہیں، تو اپنی تقریر ختم کر دی اور لوگوں کو تبلیغی جلسہ میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیوبند روانہ ہو گئے۔ جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں۔ دونوں بزرگ چل بے مگر آنے والی نسلوں کے لئے اپنے خلوص اور لٹہیت کی ایک مثال قائم کر گئے۔ (شیخ الاسلام نمبر ۴۶)

حضرت مدنیؒ کے یہاں دکھلاوا نام و نمود ریا اور شہرت کا کوئی تصور نہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے ہم

جس کے لئے کرتے ہیں وہ کام بھی جانتا ہے، نام بھی اور انعام بھی۔

یتیموں کی سرپرستی اور صلہ رحمی :

حضرت مولانا فرید الوحیدیؒ راوی ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ یتیموں اور بیواؤں کی عموماً امداد فرماتے تھے، ایسے بھی متعدد افراد میری نظر میں ہیں جنہیں بے روزگاری اور بے کاری کے دور میں مستقل امداد دیتے رہے۔ ان میں مسلم اور غیر مسلم کی قید نہ تھی۔ دوسری اقوام کے مجبور و مستحق افراد کی بھی کار بر آری فرماتے تھے۔ اعزاء و اقرباء میں جو لوگ مفلوک الحال ہوتے ان کی امداد باضا بطگی سے فرماتے۔ عید و بقر عید کے موقع پر آبائی وطن ٹانڈہ ہوتے تو نماز سے پہلے اعزاء کے گھروں میں خود تشریف لے جاتے اور عیدی تقسیم فرمایا کرتے۔

میرے والد اسیر مالٹا مولانا وحید احمد مدنی مرحوم حضرت کے بڑے بھائی مولانا صدیق احمدؒ کے لڑکے تھے مگر بڑے بھائی کی حیات ہی میں بھتیجے کی پرورش و نگہداشت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ مالٹا میں نظر بند ہوئے تو یہ بھتیجا بھی وہاں ہمرکاب رہا۔ مدینہ طیبہ سے ہندوستان منتقل ہوئے تو بھی یہ برادر زادہ آغوش شفقت سے جدا نہ ہوا۔ تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ سب کچھ اپنے تکفل میں کیا کم و بیش پچیس ہزار کے صرف سے ان کے لئے عالی شان مکان تعمیر کرایا اور جب موصوف عین عالم شباب میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور ہم تین بھائیوں اور دو بہنوں کے حصے میں یتیمی آئی تو حضرتؒ نے اس طرح ہمارے سروں پر ہاتھ رکھا اور دلوں سے احساس یتیمی دور فرمایا کہ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کی منہوس دوپہر تک ہمیں کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہمارے سروں پر باپ کا سایہ نہیں ہے۔ بچپن میں تو عام طور پر لوگ یہاں تک کہ بعض باشندگان دیوبند بھی مجھے حضرتؒ ہی کا فرزند سمجھتے رہے۔ ہمارے بچپن کے زمانے میں گھر میں چھوٹی سی سائیکل آئی تو مجھے اور عم گرامی صاحبزادہ اسعد کو اس میں برابر شریک بنایا۔ سواری کی تربیت کے لئے گھوڑا منگوا لیا تو ہم دونوں کے لئے ایک ایک دن مقرر فرما دیا۔ بڑے ذوق و شوق سے ہماری شادیاں کیں۔۔۔ غرضیکہ اس دور نفسا نفسی میں جبکہ حقیقی پوتوں کے ساتھ پر خلوص مہر و محبت عنقا ہے۔ بھتیجے اور اس کی اولاد کے ساتھ غیر معمولی مہر و محبت کے برتاؤ کی مثال بھی شاید مشکل سے نظر آئے۔

مستحقین کی خبر گیری :

سخاوت ایک ایسا وصف اور جذبہ ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ محمد عربیؐ اور صحابہ کرامؓ

نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو ہمیشہ سعادت سمجھا۔ خصوصاً حضرت عثمانؓ کی سخاوت تو ضرب المثل بن چکی ہے حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحیؒ لکھتے ہیں :

”حضرت مدنیؒ جب تک زندہ رہے سخاوت کا دریا بہتا رہا اور فیاضی کا سمندر موجزن رہا۔ حضرت کا محبوب مشغلہ ہی یہی تھا کہ دولت کو اللہ کے راستے میں لٹایا جائے اور نادار لوگوں کی ضروریات پوری کی جائیں۔“

طلباء کی ایک جماعت ایسی بھی تھی کہ حضرت مدنیؒ جس کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے۔ میرے ہی کمرے میں ایک صاحب رہتے تھے جو کہ کافیہ وغیرہ پڑھتے تھے۔ اصولاً انہیں مدرسہ سے کھانا نہیں ملتا تھا۔ ایک دن میں پوچھ بیٹھا کہ: جناب! آپ کا کام کیسے چلتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ”حضرت شیخؒ“ انتظام فرمادیتے ہیں۔

ایک مرتبہ راقم الحروف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ دیگر حاضرین بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ عرضیاں پیش کی جا رہی تھیں کہ ایک طالب علم نے بھی عرضی پیش کی۔ حضرتؒ نے اسے غور سے پڑھا اس کے بعد دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر تک سفر کا کرایہ کتنا ہے؟ اس نے عرض کیا: پندرہ روپے! آپ نے دریافت فرمایا: کچھ روپے تمہارے پاس ہیں یا بالکل نہیں ہیں؟ اس نے کہا:۔ سات روپے ہیں! یہ سن کر آپ نے جیب سے آٹھ روپے نکالے اور اس کو عنایت فرمائے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ سال بھر میں اس قسم کے کئی واقعات متعدد بار پیش آتے ہیں۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۳۲)

خود مقروض تھے لیکن دوسرے مقروض کا قرض ادا کر دیا :

اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا آسان راستہ یہی ہے۔ کہ مخلوق خدا کی خدمت کی جائے۔ ان کے دکھ درد میں شرکت کی جائے۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کی جائے۔

اگر ربِّ ذوالجلال نے توفیق دی ہے تو مقروض لوگوں کے قرضے ادا کرنے میں ان سے تعاون کیا جائے۔ حضرت مدنیؒ خود فقیر و درویش انسان تھے لیکن مخلوق خدا کی دادرسی کرنا ان کا محبوب عمل تھا۔ وہ اپنے نادار اور غریب دوستوں کی مدد کرتے۔ ان کا قرض ادا کرتے۔ اس وصف کی وجہ سے ان کو محبوبیت کا مقام حاصل تھا اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب لکھتے ہیں۔

غالباً ۲۲ء کی بات ہے احقر نے اپنے دوست سے قرض مانگا۔ انہوں نے احقر کو قرض دیا لیکن صورت حال کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ حضرتؒ کو اس سلسلے میں سفارش فرمائی پڑی۔ احقر کی طرف سے وقت پر ادائیگی نہ ہو سکی تو انہوں نے حضرتؒ سے شکایت کی۔ حضرتؒ نے وہ رقم اپنی جیب سے ادا فرمائی

اور احقر کو محض اطلاع دیدی۔ حضرتؒ نے وہ رقم نہ وصول کرنے کی نیت سے ادا فرمائی تھی اور نہ آج تک میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرتؒ کی وہ ادا فرمودہ رقم مجھے ادا کرنی ہے۔ کیونکہ وہ بزرگانہ عطیہ تھا اور یہاں ایسے عطیات کی وصولی کے لئے پَس و پیش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ احقر کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں حضرتؒ خود مقروض تھے۔ اس قسم کے نہ معلوم کتنے خدام اور وابستگان ہوں گے جن کا بار حضرتؒ نے برداشت کیا اور خدا ہی جانتا ہے کہ ان ہزاروں خدام پر کتنے بے شمار احسانات حضرتؒ کے ہوں گے۔ جزاہ اللہ عنا احسن ما یجازی بہ عبادہ المقربین۔

میرے گھر کی بات کسی سے نہ کہنا :

اتنی سخاوت کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حضرت مدنیؒ ”مالدار، رئیس، متمول اور تو نگر تھے۔ خود فقر و غربت اور فاقہ مستی کا شکار رہتے اور اس میں لذت محسوس ہوتی ”الفقر فخری“ کی سنت پر ہمیشہ عمل رہا۔

حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ کا بیان ہے کہ : مدینہ منورہ والے حضرتؒ کی اتنی عزت کرتے تھے کہ دوسرے کسی عالم کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا لیکن شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ رمضان شریف میں روزہ پر روزہ رکھتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی مولانا عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے شوق ہوا کہ آج استاد محترم حضرت مدنیؒ کے ساتھ افطار و سحر کا پروگرام رکھا جائے چنانچہ کھانا پکوا کر حرم شریف لایا اور انتظار کرتا رہا کہ اب حضرتؒ کے گھر سے بھی کھانا آئے گا۔ مغرب کا وقت آ گیا لیکن کھانا نہ آیا۔ میں نے دسترخوان بچھایا اور حضرتؒ والا سے عرض کیا کہ تشریف لائیں۔ جواب میں حضور والا نے فرمایا کہ آپ کھانا کھائیں میں روزہ کھجور سے افطار کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ! میں تو اس شوق میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ کھانا حضور کے ساتھ کھاؤں آپ روزہ کھجور سے افطار کر لیجئے اور میں بھی کھجور ہی سے روزہ افطار کروں گا مگر کھانے میں میرے ساتھ شرکت فرمائیں۔ چنانچہ حضرت والا نے میری ضد پوری فرمائی اور کچھ تھوڑا سا کھانا کھا کر نماز میں شریک ہو گئے۔ اس نماز کے سلسلے کو حضرتؒ نے عشاء تک جاری رکھا۔ تراویح شروع ہو گئی۔ ختم تراویح کے بعد میں نے پھر اصرار کیا تو انتہائی لا پرواہی سے فرمایا کہ سحر میں دیکھا جائے گا۔ حضرت والا سحر تک عبادت الہی میں مصروف رہے۔ میں سو گیا اور حضرتؒ نے مجھے وقت پر جگا کر انتہائی استغناء کے ساتھ فرمایا کہ تم کھا لو۔ اس وقت میں نے سوال کیا کہ حضرتؒ بات کیا ہے، آنجناب کے گھر سے نہ افطار میں کھانا آیا اور نہ اس وقت سحر کے لئے کوئی خبر آئی؟؟

حضرت نے بات ٹالنے کی بہت کوشش کی اور گفتگو کا رخ ادھر ادھر پھیرنا چاہا لیکن میرا اصرار بڑھتا ہی رہا۔ حضرت والا ہنستے جاتے تھے اور مختلف طریقوں سے میرا اصرار ختم کرنا چاہتے تھے مگر جب میں نے مجبور کر دیا تو اتنا فرمایا کہ شاید آج گھر میں نہیں تھا بہر حال میں نے زبردستی حضرت والا کو کھانے میں شرکت پر تیار کر لیا کھانا کھاتے ہوئے فرمایا کہ عبدالحق! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کبھی تو پوری ہونی چاہیے! اس کے بعد نہایت بزرگانہ انداز میں اور انتہائی لجاجت کے لہجے میں فرمایا کہ میرے گھر کی بات کسی سے نہ کہنا: (بارہا آدھ پاؤ مسور کی دال پکا کر سب گھر والوں نے تھوڑی تھوڑی پی کر یا تر بوز کے چھلکے سڑک پر سے اٹھا کر دھو کر شب میں پکا کر اس کا پانی پی کر گذر کیا ہے)

درس حدیث کے ساتھ نقل کتب اور دوکانداری :

حاملین علوم نبوت سے جن کی مساعی سے جہالت اور بربریت کا دور لد گیا۔ دنیا امن کا گہوار بنی، یہ حضرات کون تھے؟ سرمایہ دار، جاگیردار، کارخانے دار، بینک بیلنس والے، کوٹھیوں اور بنگلوں والے حکمران تھے۔ وزیر تھے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ نادار مفلس مزدور کار اور اپنے ہاتھوں سے رزق حلال کمانے والے تھے۔ یہ جوتیاں گانٹھتے، کپڑے بننے، کدالیں چلاتے، سڑکیں کھودتے، کھیتی باڑی کرتے اور اپنے عمل و کردار سے اسلام کی شمع روشن رکھتے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی تاریخ علم کے آسمان عظمت کے آفتاب و ماہتاب تھے لیکن ہاتھ سے کام اور کسب حلال کو اصل سرمایہ افتخار سمجھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے والد ماجد کے پاس صرف چھ سو روپے کا سرمایہ تھا۔ گھر والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ سرمایہ اگر یوں ہی بیٹھے بیٹھے کھاتے رہے تو بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ مناسب ہے کہ اس رقم سے کوئی کاروبار کیا جائے۔ اس تجویز کو سب نے تسلیم کیا اور باب الرحمت و باب السلام کے درمیان ایک دکان کرایہ پر لے کر پرچون کا سامان رکھا گیا اور کھجوروں کی فروخت بھی شروع کی گئی۔ آپ ایک وقت اگر درس حدیث دیتے تو دوسرے اوقات میں خرید و فروخت فرماتے اور جب یہ محدود تجارت بھی تنگی معیشت کو دور نہ کر سکی تو آپ نے اجرت پر کتابوں کے نقل کا کام شروع کیا۔

محاصرہ طائف کی فاقہ مستیاں :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اپنے استاد محترم حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ طائف میں دو ماہ بیس یوم محصور رہے۔ اس مدت میں آپ حضرات کو ناقابل بیان مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ مجاہدین کے

پاس سامان خورد و نوش ختم ہو گیا۔ پانی بھی ملنا مشکل ہو گیا اور تمام شہر بلبللا اٹھا مگر ان اللہ والوں نے غریب الوطن اور مفلوک الحال ہونے کے باوجود کبھی کسی سے سوال تو کجا اظہار پریشانی بھی نہ کیا۔ ایک طرف فاقوں پر فاقے بیت رہے تھے۔ دوسری طرف اللہ والوں کی یہ ٹولی عبادات اور روحانی ترقی میں مصروف تھی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ عبادات سے فراغت کے اوقات میں حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں مصروف رہتے جو پہلے ہی سے بہت ضعیف تھے اور موجودہ مصائب نیز فاقوں سے ضعف میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اپنی پوری جماعت کے لئے خورد و نوش کا انتظام فرماتے اور جو کچھ روکھا سو کھا میسر آتا، اسے دسترخوان پر رکھ دیتے اور جب تمام حضرات کھانے میں مصروف ہوتے تو خود کسی بہانہ سے پہلے ہی دسترخوان سے اٹھ جاتے یا اس قدر آہستہ کھاتے کہ کھانے اور نہ کھانے میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ یہ سب ایثار اس لئے تھا کہ استاد محترم اور دیگر رفقا بھوکے نہ رہ جائیں۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ دسترخوان بچھانے کے بعد فرمادیا کہ آپ حضرات کھانا کھائیں کیونکہ میں کھا چکا ہوں۔ شاید ایک آدھ لقمہ کوئی چیز کھا لیتے ہوں گے۔ مختصر یہ کہ آپ کے اس طرز عمل سے کمزوری اس قدر بڑھ گئی کہ آواز سے نقاہت محسوس ہوتی تھی ایک روز دوپہر کے کھانے کے وقت ایک آدھ لقمہ کھانے کے بعد جب یہ کہہ کر اٹھنا چاہا کہ میں کھا چکا ہوں تو حضرت شیخ الہندؒ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصہ سے کانپنے لگے۔ حضرت مدنیؒ یہ دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ استاد محترم کی ناراضگی ناقابل برداشت تھی۔ استاد محترم نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے غصہ ختم کر دیا اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ: حسین احمد! تم اپنے اوپر ظلم کرتے ہو اور ہمیں ظالم بناتے ہو۔

اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے دیگر رفقاء سے فرمایا کہ وہ حضرت کی نگرانی رکھیں اور ہمارے بغیر انہیں کھانا کھانے کا موقع نہ دیں۔

فاقوں میں روحانی لذت ہوتی ہے :

مولانا عبدالحق مدنیؒ راوی ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ایک مرتبہ میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ: طائف کی محصور کے زمانہ میں جب تک رمضان شریف رہا ہماری فاقہ کشی کی خبر کسی کو نہ ہوئی۔ جب عید آ گئی تو فکر ہوئی کہ اب لوگوں کو ہماری حالت معلوم ہو جائے گی۔ چند ہی دن کے بعد مذکورہ اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ ایک ہندوستانی تاجر آئے اور کئی گھنٹہ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ کھانے کا وقت آیا اور گذر گیا۔ میں انتہائی مضطرب تھا اور سوچتا تھا کہ کہیں سے کوئی چیز

شعبہ دینیات کے لئے حضرت مبلغ پانچ سو روپے ماہوار پر بلائے گئے، مگر حضرت نے انکار کر دیا، پھر حکومت مصر کی جانب سے جامع ازہر میں شیخ الحدیث کی جگہ کے لئے مبلغ ایک ہزار پانچ سو روپے ماہوار مکان و موٹر بزمہ حکومت۔ سال میں ایک بار ہندوستان کی آمد و رفت کے کرائے کے وعدے پر حضرت کو دعوت دی گئی۔ اگرچہ اس زمانہ میں حضرت کو ڈیڑھ سو روپے ماہوار سے زیادہ نہ ملتے تھے، لیکن حضرت نے وہاں تشریف لے جانے سے قطعاً انکار فرما دیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۷۶)

خدا کی ذات پر اعتماد :

مولانا عبد الحمید الاعظمی لکھتے ہیں۔ حضرت کے ساتھ افطار کرتے وقت اگر کوئی کھانے پینے کی چیز اٹھا کر رکھ دی جاتی کہ مغرب کے بعد اطمینان سے کھائی جائے گی تو حضرت "خفا ہو کر فرماتے :
"آخر یہ کیا بری عادت ہے کہ اصحاب ماندہ کی طرح ذخیرہ کرتے ہو، جس خدا نے مغرب سے قبل یہ نعمت دی ہے وہی خدا کیا مغرب کے بعد نہیں دے سکتا۔ بالآخر جب تک وہ چیز دوسرے افراد خصوصاً بچوں کو کھلانہ دیتے آپ کو چین نہ آتا۔"
(شیخ الاسلام نمبر ۱۵۹)

خدا پر بھروسہ رکھو وہی پورا کرنے والا ہے :

حضرت مولانا رشید الوحید بیان کرتے ہیں :

۳ دسمبر ۱۹۵۷ء کو مرض میں کافی تخفیف محسوس ہوئی۔ آپ نے صبح کے وقت قاری اصغر علی صاحب کے کمرے میں جانے کا ارادہ کیا (موصوف حضرت کے خصوصی معتمد اور خانگی اخراجات نیز بہت سے دیگر امور کے منتظم تھے۔ حضرت شروع مہینے میں روپے عنایت فرما دیتے اور وہ علی الحساب خرچ فرمایا کرتے، آپ کے ارادہ کو دیکھ کر ہم نے عرض کیا کہ حضرت کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ خود قاری صاحب ہی کو بلائے لیتے ہیں۔ جب قاری صاحب تشریف لائے تو ان سے دریافت کیا، کیا حساب مکمل کر لیا؟ قاری صاحب نے فرمایا: جی ہاں! (ہر ماہ تقریباً ہزار ڈیڑھ ہزار کا حساب عام بات تھی) حضرت نے بہت معمولی رقم عنایت فرمائی جو مشکل سے ایک دوکاندار کے حساب کو کافی ہو سکتی تھی، رقم دیکھ کر قاری صاحب نے فرمایا: اس میں کیا ہوگا؟ حضرت نے بڑے اطمینان اور انتہائی استغناء سے جواب دیا کہ :

"لے جاؤ! خدا پر بھروسہ رکھو! وہی پورا کرنے والا ہے۔"

دستیاب ہو جائے تو کم از کم تاجر موصوف کے سامنے ماحضر پیش کروں مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ ہم بات چھپانہ سکیں۔ تاجر سمجھدار تھے، اس وقت تو وہ چلے گئے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد کچھ چاول تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کی خدمت میں ہدیہ پیش کئے آپ نے ان چاولوں کو قبول فرمایا۔ اس طرح ہماری فاقہ کشی کا راز فاش ہو گیا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت ان فاقوں کی وجہ سے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا تو برا حال ہو جاتا ہوگا؟؟ ہنس کر فرمایا فاقوں سے حال نہیں ہوتا۔ فاقوں سے روحانی لذت حاصل ہوتی ہے اور روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(تذکرہ شیخ مدنی)

خودداری و استغناء :

فقرو غربت کے باوجود استغناء کا یہ عالم تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی ایک مرتبہ بہت زیادہ مقروض بھی تھے چند دوستوں نے حیدر آباد دکن میں نواب فخریار جنگ معتمد محکمہ فنانس اور چند بااختیار حکام سے درخواست کر کے پانچ ہزار روپیہ حضرت کے لئے منظور کرایا۔ شرط یہ تھی کہ حضرت مدنی خود لینے کے لئے جائیں گے۔ جب حضرت مدنی کو یہ بات معلوم ہوئی فرمایا: مجھے ایسی ذلت کے ساتھ پانچ ہزار نہیں پانچ کروڑ بھی منظور نہیں۔ آپ کی ساری زندگی صبر و رضا اور توکل کی آئینہ دار تھی۔

اصول کی پابندی :

مولانا عبدالحق مدنی کا بیان ہے کہ میرے والد ڈاکٹر رفاقت علی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی میری تعلیم کے لئے مکان پر تشریف لایا کریں اور حسب خواہش ماہوار رقم مقرر کر دی جائے گی۔ والد صاحب نے بیجا اصرار کیا لیکن حضرت شیخ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور والد صاحب سے فرمایا کہ عبدالحق کو حرم شریف بھیجوا! میں بلا معاوضہ اور حسبہ اللہ پر ہوں گا۔ طرفین سے اپنی اپنی بات پر اصرار ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ والد صاحب نے حضرت کی خودداری و استغناء اور پابندی اصول کے سامنے سپردِ الہی۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اس دور کی بات ہے جس زمانہ میں حضرت شیخ کا پورا خاندان جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ تین پاؤ ابالی ہوئی مسور کے پانی پر گزارا کرتا تھا۔ (تذکرہ شیخ مدنی)

صبر و قناعت :

حاجی احمد حسین لاہر پوری کہتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے ایماء پر ڈھا کہ یونیورسٹی سے

توکل کے خلاف کیا تھا اس لئے چوری ہوئی :

ایک سال قاری اصغر علی صاحب نے بقرعید کے اخراجات کی غرض سے تقریباً تین سو روپے پس انداز کئے تھے۔ اتفاق سے کوئی چور روپے کی صندوقچی اٹھا کر لے گیا۔ حضرت کو معلوم ہوا فرمایا کہ : ”قاری صاحب! آپ نے توکل کے خلاف کیا تھا اسی لئے تو چوری ہوئی۔“ (انفاس قدسیہ)

سلاطین کے دربار سے مجھے کیا واسطہ ؟

حاجی احمد حسین لاہر پوری کہتے ہیں۔ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۵ء ماہ جون میں حضرت بسلسلہ حج و زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے۔ میں وسط جولائی کو آخری جہاز سے روانہ ہوا، بمبئی میں ایک شناسا سے معلوم ہوا کہ ملک حجاز نے حضرت کو آپ کی پوری جماعت کے ساتھ ریاض مدعو کیا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی کانوں تک پہنچی کہ حضرت نے جلالتہ الملک کی دعوت کو قبول فرمالیا ہے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ میں بھی حضرت کے ہمراہ ریاض جاؤں گا۔ مکہ مکرمہ میں جب حضرت سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی تمنا کا اظہار کیا آپ نے حیرت سے فرمایا کہ :

”مجھے سلاطین کے دربار کی حاضری سے کیا واسطہ؟ میں ایک گوشہ نشین فقیر ہوں، سلاطین و امراء سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔ میری اس گفتگو کے بعد ایک صاحب نے بتایا کہ حکومت کی جانب سے اس قسم کی تحریک ضرور ہوئی تھی مگر حضرت اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۱۳۵)

جامع مذہب و سیاست :

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں :

حضرت شیخ الاسلام کی ایک خوبی علم و عمل، دین و سیاست، تصور و حقیقت، روز و شب کے معمولات اور ملی و قومی تقاضوں، واجبات دنیا و فکر آخرت کا حسین امتزاج و توازن اور کمال جامعیت ہے۔ ہماری تاریخ بڑے بڑے اصحاب علم سے، عظیم مدبروں اور مفکروں سے، نہایت ذہین افراد سے، ملک و قوم کے بڑے بڑے خدمت گزاروں، نہایت دینداروں، شریف دنیا پرستوں سے، عظیم المثال شاعروں سے، سراپا عمل مجاہدوں سے، شب زندہ دار زاہدوں اور عابدوں اور اپنے علم و عمل سے یا اپنے ذہن کی فکر پیائیوں اور تخیل آفرینیوں سے ایک دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈالنے والوں سے

قاری صاحب اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پھر حضرت کو کچھ خیال آیا تو مجھ سے فرمایا کہ :

”دیکھو! شیروانی میں سے بٹالے آؤ! میں نے بٹالہ پیش کیا تو اس کو بالکل خالی کر لیا۔ شاید بیس پچیس روپے نکلے ہونگے مجھ سے فرمایا کہ لے جا! قاری صاحب کو دے آ۔ میں نے قاری صاحب کو جا کر دیدیئے۔ اس وقت اگر حضرت سے کوئی چند آنے مانگ لیتا تو ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے چند آنے بھی نہ ملتے مگر اس قسم کی باتوں کا احساس ہم جیسے مادی اسباب پر سہارا رکھنے والوں کو ہوتا ہے۔ لیکن اس اللہ کے ولی کی نگاہ میں مادی وسائل ہیچ تھے اور توکل واستغناء ہی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۲۱۷)

تمہیں غیروں سے کب فرصت :

شیخ الاسلام حضرت مدنی اپنی حاجت کے لئے کبھی کسی سے سوال نہ فرماتے۔ اگرچہ لوگ اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ حضرت ان سے کوئی خدمت لیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مہابیر تیاگ (سابق وزیر دفاع ہند) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصت ہوتے وقت کہا: حضور! میری خواہش ہے کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت لیں۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا :

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی (انفاس قدسیہ)

بادشاہ اور فقیر میں جوڑ نہیں :

مفتی عزیز الرحمان بجنوری راوی ہیں۔ غالباً فروری ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے کہ اسنا (تحصیل غازی آباد) میں جلسہ تھا۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ راقم الحروف ساتھ تھا۔ دہلی کے ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضور! یہاں سے فارغ ہو کر دہلی تشریف لے چلئے حضرت نے فرمایا : کیوں؟ انہوں نے کہا : صدر جمہوریہ کے یہاں چلنا ہے، حضرت نے فرمایا کہ :

”مجھے کیا ضرورت ہے کہ وہاں جاؤں۔ وہ بادشاہ ہیں میں فقیر میرا ان کا کیا جوڑ؟ اب وہ پہلے کے راجندر پر شاد نہیں ہیں۔ اب تو وہ بادشاہ ہیں۔“

باب : ۵

اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق و انسہاک،

طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ جلالتِ قدر

اور بعض درسی افادات

دنیا میں سب سے زیادہ معزز، مکرم، مشرف اور افضل منصب تدریس کا ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے دکاندار، زمیندار، ملازم، ڈاکٹر، انجینئر، خطیب، ادیب، مصنف اور سکالر بنا کر بھیجا گیا ہے، بلکہ فرمایا مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ معلم ہونا ایک بہت بڑی نعمت، عزت، سعادت اور شرافت ہے۔ معاشرے میں معلم کا کردار ایک اچھے مالی کے کردار کی طرح ہے، جس طرح باغ میں پودوں کی مناسب افزائش مالی کی بھرپور توجہ کے بغیر نہیں ہو سکتی، اس طرح بچوں کی تعلیم اور تربیت بھی معلم کی بھرپور توجہ کے بغیر نہیں ہو سکتی.....

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر

اس کی صنعت ہے روح انسانی

ہمارے اکابر کی ایک بڑی تعداد نے بحیثیت معلم اسلامی معاشرے پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی بہت بڑے عالم اور قابلِ رشک و لائقِ تقلید مدرس تھے۔ خصوصاً اللہ نے علمِ حدیث میں وہ امتیازی مقام عطا فرمایا تھا، جو شاید کسی کو نصیب

کبھی خالی نہیں رہی، لیکن شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے توازن و جامعیت کی شخصیت کی دید کے لئے چشمِ نرگس کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ علم و عمل کی جامعیت کی مثال تھے۔ وہ عالم تھے، مگر صرف فکر و فلسفہ کی گتھیاں ہی نہیں سلجھاتے رہے، عملی زندگی کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا۔ زندگی کے میدان میں ان کی شخصیت سراپا عمل نظر آتی ہے، لیکن علم و فکر کی دنیا سے ان کا رشتہ اس وقت بھی قائم ہوتا تھا۔ دین کے واجبات اور سیاست کے فرائض میں ایک ایسا حسین توازن پیدا کیا تھا کہ خالص سیاسی ہنگاموں اور ہجوم افکار و اعمال میں بھی فرائض و سنن تو کیا مستحبات بھی نہ چھوٹتے تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی تصوف و حقیقت کا مجمع البحرین تھی۔ روز و شب کے معمولات میں ”فی اللیل دہبان و فی النہار فیرسان“ کی مثال تھے حضرت دین و سیاست کی تفریق کے قائل نہ تھے، لیکن آپ کے متوازن فکر اور جامع سیرت کا کمال یہ تھا کہ قوم اور ملت کا ہر تقاضا اور ہر کام اپنے وقت پر اور اپنے دائرے میں صحیح طور پر انجام پاتا۔

وہ انسان جو اپنا جی جان اور خاندان کنبہ رکھتا ہے، ان کے واجبات اور ذمہ داریوں سے کیوں کر چھٹکارا پاسکتا ہے، بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم و تربیت اور ان کی زندگی کی ضروریات و احتیاجات بعض اوقات انسان کو فکرِ آخرت سے غافل بھی کر دیتی ہیں لیکن ٹھیک اسی طرح آخرت کی فکر اور عبادت و ریاضت کا ذوق و انسہاک بھی دنیاوی واجبات و فرائض میں غفلت اور کوتاہی کا موجب ہوتا ہے۔ جامِ شریعت اور سندانِ عشق سے کھیلنا اور دونوں کے حدود برقرار رکھنا، ہر مدعی اتباعِ شریعت اور حقوقِ عباد و دنیا کے فہم و ادراک کا ذوق رکھنے والے کے لئے ممکن نہیں رہتا، لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ کے لئے جام و سندان کا یہ ملاپ محض ایک کھیل تھا۔ حضرت کا کمال یہ تھا کہ وہ ایک کامل درجے کی دینی و اسلامی زندگی اور اس کے تمام ظاہری و باطنی لوازم کے ساتھ سیاست کے بحرِ موج میں تختہ بندی کا عزم لے کر اترے تھے اور اس کے پانی کی ایک چھینٹ سے اسلامی شرعی زندگی کو آلودہ اور دامنِ ترکیے بغیر وہ زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہو گئے۔ (ایک سیاسی مطالعہ)

حضرت مدنیؒ ”جو دوسخا، توکل و استغناء، زہد و تقویٰ اور غفو و درگزر، علم و عمل، مذہب و سیاست..... الغرض ہر میدان میں ایک ممتاز بلند اور نمایاں مقام رکھتے تھے وہ ہر میدان میں رہ رہ کر نہیں رہتے تھے۔ ایسے با امتیاز رہبر کے اسوہ عمل کو اپنے لیے شمعِ راہ بنانا چاہئے۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

جامعیتِ علوم و فنون :

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں :

حضرت مدنیؒ ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہ اپنے دور کے بے مثال محدث تھے۔ درس و تدریس اور تحقیق حدیث میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ تدریس حدیث میں ان کا ایک خاص اسلوب تھا، جس نے انہیں اقران و امثال میں امتیاز بخشا تھا۔ وہ بہت بڑے فقیہ تھے اور انہیں نہ صرف فقہ کے مسائل از بر تھے، بلکہ فقہ و حدیث میں ان کا درجہ ایک محقق اور مجتہد کا تھا۔ وہ مفسر بھی تھے اور نہ صرف حروف و سواد کی رہنمائی میں بلکہ معانی کی گہرائی میں اتر کر قرآن کے بصائر و حکم اور مسائل و احکام کی تشریح و تفسیر فرماتے تھے۔ وہ ایک زاہد شب زندہ دار بزرگ اور اپنے وقت کے ایک عظیم الشان شیخ طریقت تھے، انہیں انسان کے امراض نفس و قلب کا پتا چلانے میں حذاقت کا کمال حاصل تھا۔ معالجہ نفس و طبائع اور اصلاح تزکیہ میں انہیں پید طولی (یا طوبی) ملا تھا۔ تاریخ عالم میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور تاریخ معاشیات ہند کے وہ ایک عظیم اسکا لرتھے۔ وہ ایک بلند پایہ مصنف تھے اور افکار کی دنیا میں پلچل پیدا کر دینے اور انداز فکر بدل دینے والے اپنے عہد کے بے مثال خطیب بھی تھے۔ جنگ آزادی میں انہوں نے اپنے جسم و جان اور وقت و مال کی بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ وہ ایک صاحب عزیمت شخص تھے۔ ان کی زندگی میں بے شمار مواقع ایسے آئے تھے، جب وہ رخصت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے، لیکن ان کی بلند ہمتی نے رخصت کی پناہ گاہوں کی پستیوں اور ذلتوں کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ عزائم وقت میں ان کے ذوق فکر و عمل کا پایہ ہمیشہ بلند رہا۔ ذوق میزبانی سے انہیں حصہ وافر ملا تھا۔ وہ اپنے دور کے علماء و امراء اور صوفیہ و مشائخ میں سب سے بڑے مہمان نواز تھے۔ عرب کے حسن طبیعت اور عجم کے سوز دروں سے ان کی طبیعت کا خمیر اٹھا تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے یہ تمام وہ کمالات ہیں جو حضرت کی صحت و قربت رکھنے والا ہر شخص محسوس و معلوم کر لیتا تھا اور آج بھی حضرت کی زندگی کے مطالعے سے بہ آسانی ان خصائص و کمالات کا اندازہ کر لیا جاسکتا ہے۔ (ایک سیاسی مطالعہ)

حجاز مقدس میں درس و تدریس :

مولانا عبدالرشید ارشد نے لکھا ہے :

تکمیلِ علوم کے ساتھ ہی آپ نے مدینہ منورہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ شوال ۱۳۱۸ھ تک آپ کا درس امتیازی حیثیت سے، لیکن ابتدائی پیمانہ پر رہا۔ ۱۳۱۸ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور ماہ محرم میں ۱۳۲۰ھ میں مدینہ منورہ واپس حاضری ہوئی۔ اس کے بعد آپ کا حلقہ درس بہت وسیع ہو گیا اور طلباء کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ اہل علم میں حسد اور رقابت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ خصوصاً مدینہ منورہ میں کوئی ہندی نژاد عالم کا حلقہ درس وسیع ہو جائے تو اس پر اہل عرب کی رقابت قدرتی طور پر زیادہ ہونا تھی۔ چنانچہ آپ کی طرف آنکھیں اٹھنے لگیں، ان کا خیال تھا، ایک عجیب عالم زیادہ دیر تک ہماری تنقید و جرح کا مقابلہ نہیں کر سکے گا، مگر ایک ذہین و فطین استاد جس نے شیخ الہند اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری جیسے کامل الفن اور وحیدان عصر سے استفادہ کیا ہو، وہ کسی سے کب مات کھا سکتا تھا۔ علماء کے حسد و رقابت اور تنقید و جرح کے باوجود حضرت کے حلقہ درس میں توسیع ہو گئی اور اس قدر توسیع ہوئی کہ مشرق وسطیٰ، افریقہ، چین، جزائر، مشرق الہند تک کے تشنگان علم آپ کی طرف کھینچے کھینچے چلے آنے لگے اور آپ کے زیر درس درسیات ہند کے علاوہ مدینہ منورہ، مصر، استنبول کی کتابیں رہیں۔

قدرت نے آپ کو دماغ و ذکاوت کا وہ اعلیٰ درجہ عطا فرمایا تھا کہ جس کی نظیر خود آپ ہی تھے۔ نیز آپ کوئی سبق بغیر مطالعہ کے نہ پڑھاتے تھے۔ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں صرف ۳ گھنٹے آرام کرتے اور بقیہ درس و مطالعہ، نیز ذکر و اوراد میں گزارتے۔ آپ دورانِ درس اپنے سامنے کتاب کبھی نہ رکھتے تھے، بلکہ طالب علم کی قرآن کے بعد مسائل پر تقریر فرماتے۔ حالانکہ علمائے مدینہ نہ صرف کتاب کو دورانِ درس سامنے رکھتے، بلکہ اس کی شرح بھی ہاتھ میں لے کر پڑھاتے تھے اور تقریر کے وقت عبارت شرح یا حاشیہ کی سناتے تھے، مگر حضرت سب زبانی کرتے تھے۔

اس طرح آپ نے روزانہ چودہ پندرہ اسباق کا درس دیا، جس میں کتب عالیہ حدیث و تفسیر، عقائد و اصول بھی شامل تھیں۔ ان وجوہ کی بناء پر آپ کی پورے حجاز میں علمی دھاک بیٹھ گئی اور یہ صرف مطالعہ و محنت کی بنا پر نہ تھا، بلکہ ساتھ ساتھ مجاہدہ و ریاضت اور ذکر و شغل بھی جاری تھا اور فحوائے ”من عمل بما علم الله بما لا يعلم“ (جو پڑھے پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ خاص

اسارتِ کراچی کے زمانہ میں مشہور لیڈر مولانا محمد علی جوہرؒ تفسیر قرآن پڑھتے تھے اور آپ کا بے حد احترام کرتے۔ حضرت مدنیؒ میں طلبہ پر جو فطری شفقت تھی، اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے :

”مولانا محمد علی جوہرؒ کو کثرتِ بول کا عارضہ تھا، جس کی بنا پر آپ نے پیشاب کے لئے برتن اپنے کمرے ہی میں رکھوا لیا تھا۔ یہ برتن اکثر و بیشتر پیشاب سے بھر رہا ہوتا تھا، لیکن مولانا محمد علی جوہرؒ جب علی الصباح بیدار ہوتے تو وہ برتن پیشاب سے خالی اور دھلا ہوا صاف ستھرا نظر آتا۔ کافی عرصہ تک یہ معتمہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ اتفاق سے ایک رات عین اس وقت آنکھ کھل گئی، جب کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اس برتن کو صاف کرنے کی غرض سے لئے جا رہے تھے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مخدوم جہاں خادم بنے ہوئے ہیں۔“ (انفاس قدسیہ بحوالہ مدینہ قومی آواز)

ہجومِ کار و افکار اور شاندار محققانہ درسِ حدیث :

حضرت مولانا نسیم احمد فریدیؒ فرماتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کتنی محنت اور جدوجہد سے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ اس کو وہی حضرات اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں، جو میدانِ تعلیم کے شہسوار اور منزلِ تحقیق و تلاش کے شناسا ہیں۔

”مجھے تو اپنے زمانہ تعلیم میں برابر حیرت رہی کہ حضرتؒ مطالعہ کس وقت کر لیتے

ہیں۔ باہر مہمانوں کا ہجوم، درجنوں خطوط کے روزانہ جوابات، بیعت ہونے والوں کو

تلقین اور اسفار کا اہتمام اور اس کے ساتھ ساتھ اتنا شاندار محققانہ درس، یہ سب کثرتِ

ذکر، اتباعِ سنت اور بزرگوں کی توجہات کی برکات تھیں کہ حیرت انگیز طریقہ پر امورِ مہمہ

کو روزانہ پوری قوت اور شوکت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ درسِ حدیث میں قرآن

کے معانی بھی حل ہوتے تھے۔ سیرتِ نبویؐ کے گوشے بھی نمایاں ہوتے تھے۔ فقہ کے

مسائل بھی سمجھائے جاتے تھے۔ معانی و بیان سے بھی آگاہ اور اسماء الرجال اور علم لغت

سے بھی شناسا کیا جاتا تھا۔ تاریخ و جغرافیہ سے بھی تعلق پیدا کیا جاتا تھا۔ غرضیکہ دارین

کے فوائد مرتب ہوتے تھے اور یہیں سے تزکیہٴ نفس اور احسان و تصوف کی بھی لگن پیدا

ہو جاتی تھی۔“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۰)

حضرت مدنیؒ سے اللہ نے علمِ حدیث میں خصوصاً وہ عظیم خدمت لی جس کو برسوں تک بطور

سے ایسے علوم عطا فرماتا ہے جو کسی سے پڑھنے میں نہیں آتے (آپ کو علم لدنی عطا ہوا تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ :

”منزلِ رابع کی شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت خواب میں نصیب ہوئی، یہ سب سے پہلی زیارت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پاؤں میں گر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! جو کتابیں پڑھ چکا ہوں، وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں، ان کے متعلق اتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تجھ کو دیا۔ ع

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحری خیزی“.....

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانا بخشد خدائے بخشندہ !

حق تعالیٰ نے آپ کو حجاز میں وہ عزت اور جاہت عطا فرمائی، جو ہندی علماء کو تو کیا یمنی، شامی، مدنی علماء کو بھی حاصل نہیں تھی اور آپ کی شہرت عرب سے تجاوز کر کے دیگر ممالک تک پہنچ چکی تھی اور آپ کو ۲۴ سال کی عمر میں شیخ العرب والجم کے معزز القاب کے ساتھ سرفراز کیا گیا اور ان اطراف میں آپ ان القاب کے ساتھ مشہور و معروف ہو گئے۔ (بیس بڑے مسلمان)

عرب کے چند ممتاز شاگرد :

آپ کے شاگردوں میں سے بہت سے تعلیم و تدریس قضا اور انتظامی محکموں کے بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوئے۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں :

☆ مولانا عبدالحفیظ کردی جو مدینہ منورہ میں محکمہ کبریٰ (ہائی کمانڈ) کے رکن تھے۔

☆ مولانا احمد بساطی جو مدینہ طیبہ میں نائب قاضی رہے۔

☆ محمود عبدالجواد مدینہ میونسپلٹی کے چیئرمین۔

☆ مشہور الجزائری عالم و مجاہد شیخ بشیر ابراہیمی۔ (بیس بڑے مسلمان)

مخدومِ جہاں خادم بنے ہوئے ہیں :

طالبانِ علومِ نبوت سے بہت شفقت کا معاملہ کرتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے

مثال یاد رکھا جائے گا۔ حدیث آپ کا اڑھنا بچھونا تھی۔

درس حدیث کے لئے تکالیف کا تحمل :

حضرت مولانا فضل الکریم صاحب راوی ہیں :

شدید گرمیوں کا زمانہ ہے۔ دوپہر کے بارہ بج چکے ہیں اور حضرت شیخؒ پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت کے باوجود دارالحدیث سے سبق پڑھا کر مکان پیدل واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ چھتری پیش کی جاتی ہے، تو اس کو لینے سے انکار فرمادیتے ہیں۔ بارش کے زمانہ میں راستہ کیچڑ آلود ہوتا، آسمان سے ترش ہو رہا ہے، لیکن حضرت دارالحدیث کی طرف جا رہے ہیں، کپڑے پر کیچڑ پڑ رہی ہے۔ اس کی جانب کوئی توجہ نہیں، ایک ہاتھ میں چھتری اور دوسرے ہاتھ میں چھتری ہے۔ کس کی ہمت ہے کہ چھتری پکڑ سکے، سواری پیش کی جاتی ہے، تو اس سے بھی انکار فرمادیتے ہیں۔ ناصر تانگہ والا تانگہ لے کر کھڑا ہے! طلبہ گزارش کر رہے ہیں کہ راستہ کیچڑ آلود ہے، تانگہ پر تشریف رکھئے، مگر سنئے حضرت کیا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں کیچڑ سے ہم پیدا ہوئے، اگر اسی میں جا لیں تو کیا ڈر ہے۔ ایک دن ناصر تانگہ والے کی برکت لینے کی تمنا اور طلبا کے اصرار کو دیکھتے ہوئے مان گئے، لیکن دوسرے دن کہیں جانا تھا، ناصر تانگہ والا حاضر ہوا، تو اس کے تانگہ پر اس وقت سوار ہوئے جبکہ یہ شرط تسلیم کرائی کہ وہ درس گاہ تک لے جانے کے لئے آئندہ کبھی نہ آئے گا۔ آخر جب کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو ایک دن مکان سے درس گاہ تک (جس کا فاصلہ تین چار سو قدم کے درمیان ہے) تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں شمالی گیٹ پر ضعف کی وجہ سے دربان دارالعلوم کی نشست گاہ پر بیٹھ گئے۔ اسی واقعہ کے بعد ایک سرے کی غرض سے سہارنپور تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس تشریف لانے کے بعد طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت! کچھ دنوں کے لئے سبق موقوف فرمادیں تو آپ نے جواب دیا کہ :

”لڑکوں کو شرارت سوجھتی رہتی ہے۔ یہ نہ پڑھنے کا بہانہ ہے، مجھے تو سبق پڑھانے

میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، البتہ آنے جانے میں ذرا تکلیف ہوتی ہے۔“

راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! سواری کا انتظام قبول فرمائیے، تو فرمایا: ”ہاں یہاں تک آنے جانے کے لئے ہوائی جہاز کا انتظام کرلو“۔ یہ وہ دن تھا، جس روز سول سرجن نے انتہائی تاکید کی تھی کہ رات کو درس نہ دیا جائے۔ حضرت شیخؒ نے ڈاکٹر کا مشورہ قبول تو فرمایا، مگر وہ اس طرح کہ بجائے شب کے نماز عصر کے بعد سلسلہ درس شروع فرمادیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۴۴)

اہلیہ کی تدفین سے فراغت کے بعد درس بخاری :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اکثر کوشش فرماتے کہ سبق کا ناغہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے آپ کے آفتاب علم کی ضیا پاشیوں سے لاکھوں طالبانِ علوم حدیث کے قلوب متور ہوئے
داغ سا دوسرا نہ دیکھو گے
گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

مولوی حکیم ضیاء الدین صاحب (ہردوئی) بیان کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ مولانا سید اسعد صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، تو بعد فراغت تدفین حضرت کے آستانہ پر کل اساتذہ اور عمائدین مجتمع ہوئے۔ حضرت نے کچھ دیر کے بعد دارالحدیث کا رخ فرمایا۔ مجمع میں ہلچل پڑ گئی۔ تمام حضرات نے سمجھایا کہ حضرت اس وقت درس ملتوی فرمادیجئے، صدمہ بالکل تازہ ہے اور اس سے دل و دماغ کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے، مگر حضرت نے دارالحدیث میں پہنچ کر بخاری شریف کا درس شروع فرمادیا۔ صدر مہتمم مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے جا کر دوبارہ سمجھانے کی کوشش فرمائی، لیکن صرف یہ جواب تھا کہ ذکر اللہ سے بڑھ کر اطمینانِ قلب اور کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے؟ (شیخ الاسلام نمبر ص ۷۵)

زندگی کے آخری اسباق :

مولانا فضال الحق قاسمی رقمطراز ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ کو بخاری شریف جلد اول کا سبق پڑھا کر اٹھے تو فرمایا :

تم لوگ سبق میں سوتے ہو اور میری ٹانگیں سوتی ہیں۔ اسی دن سے حضرت کی نقل و حرکت مکان تک محدود ہو کر رہ گئی اور طلباء درس کو پھر آپ کے فیض سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔ اس (مرض وفات کے) سال حضرت نے کل تریسٹھ سبق پڑھائے۔ بخاری شریف جلد اول میں ایک چلہ یعنی چالیس یوم پورے ہو گئے تھے اور بخاری شریف جلد ثانی کے تیس (۲۳) اسباق پڑھائے تھے۔ حضرت کی زندگی کے یہ آخری اسباق تھے۔ حضرت کے خلف اکبر مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہ کی جانفشانی اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے حسن انتظام سے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی سینتیس (۳۷) درسی تقاریر ریکارڈ کر لی گئیں۔ جو آنے والے طلبہ کے لئے انشاء اللہ یادگار علمی سرمایہ ثابت ہوں گی۔

کثرتِ درود اور دیوبندی :

درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ

”اہل بدعت دیوبندیوں کو کافر اور دشمن رسول سمجھتے ہیں، حالانکہ جتنا درود دیوبندی پڑھتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں پڑھتا۔ مثلاً اس دارالحدیث میں تقریباً دو ڈھائی سو طلباء شریک درس ہیں اور صبح سے شام تک یہاں درس حدیث ہوتا ہے اور ہر حدیث میں تقریباً دو تین جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا ہے، جس پر حاضرین درود شریف پڑھتے ہیں اگر تمام اوقات کے درود شریف کو شمار کیا جائے تو تعداد حیرت انگیز حد تک پہنچ جائے گی اور یہی سلسلہ تقریباً بارہ مہینے جاری رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے تمام خطوں سے زیادہ یہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔“ (انفاس قدسیہ)

بعض جنات بھی حضرت مدنیؒ کے شاگرد تھے :

حضرت مولانا شرافت علی لکھتے ہیں :

مجھے حضرت مدنیؒ کے زیر سایہ تقریباً چار سال رہنے کا شرف نصیب ہوا، جس میں دورہ حدیث کا بھی ایک سال شامل ہے۔ ایک مرتبہ دورانِ درس حدیث حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سال میں سلہٹ پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے، جو اسکول میں پڑھتا ہے۔ اس لڑکے کے والد عامل تھے، جو تسخیر جنات وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ بالعموم ہوتا یہ ہے کہ اس قسم کے عاملین سے جنات دشمنی اور عداوت کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں، لیکن خلاف معمول ان کے بچے کو جنات نے والد کی زندگی ہی میں اپنی تحویل اور تربیت میں لے لیا تھا اور جنات اس کی ہر طرح دیکھ بھال کرتے تھے۔ یہ ایک دبلا پتلا اور نحیف ولاغریبہ تھا، جب اسکول کے بچے اس سے تازہ مٹھائی یا بے موسم پھل کا مطالبہ کرتے تو وہ دام ایک رومال میں باندھ کر انار کے درخت میں لٹکا دیتا، جو اسکول کے احاطہ ہی میں ایک طرف واقع تھا، تھوڑی دیر کے بعد جب رومال کو اتار کر کھولتے تو اس میں سے مطلوبہ مٹھائی یا پھل برآمد ہوتا تھا۔ مقامی لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکے سے اس کے اسکول کے ساتھی اس طرح کی تفریح کیا کرتے ہیں۔

میرے سلہٹ پہنچنے کے بعد جب اس سے میرا ذکر کیا گیا، تو اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا بھیجا کہ اگر اپنے موکل سے ملاؤ تو ہم تم سے ملاقات کریں۔ لڑکا اس پر آمادہ ہو گیا اور

غالباً مغرب کے بعد کا وقت مقرر کر دیا گیا۔ میں مولانا جلیل احمد صاحب اور بعض مقامی حضرات کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ جنوب روئے ایک دالان کے دروں پر چادر تان دی گئی تھی، جس طرح کہ عورتوں کیلئے پردہ کیا جاتا ہے۔ اندرون پردہ قریب ہی ایک تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر لیپ روشن تھا۔ پردہ کے باہر ہم لوگوں کی نشست کے لئے کچھ فاصلے پر فرش بچھا دیا گیا تھا۔ لڑکے نے تخت پر بیٹھ کر ایک رکوع تلاوت کیا اور اس کے بعد روشنی دھیمی ہو گئی، لیکن پھر بھی پس پردہ لڑکا بیٹھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک دراز قد سایہ سا لڑکے کی جانب بڑھتا ہوا نظر آیا اور سلام کر کے لڑکے کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ سلام کی کیفیت بھی عجیب تھی، جس کو الفاظ کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک بھنھناتی ہوئی جھرجھری باریک اور تیز آواز جس میں مجھ سے خطاب تھا (یعنی السلام علیکم یا مولانا کہہ کر مجھے مخاطب کیا) کچھ دیر تاہل کے بعد میں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کو بے حجاب دیکھنا چاہتے ہیں، آپ سامنے بے حجاب تشریف لائیے۔ مگر وہ اپنے اسی جناتی لہجہ میں بولے کہ یہ چیز ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم بغیر کسی آڑ کے سامنے آنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انہوں نے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانا! آپ نے وقت موعود میں دیر کر دی، جس کا میں نے اعتراف کیا اور معذت کی۔ بولے ایک مرتبہ ہم دیوبند گئے تھے۔ یہ مولانا جلیل احمد صاحب قدوری پڑھا رہے تھے اور ہمارے بعض ساتھی آپ کے شاگرد بھی ہیں۔

سب باتوں کے بعد میں نے کہا کہ گورنمنٹ برطانیہ سے ہماری لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں اور وہ ہمیں غلام رکھنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارا یہ مطالبہ حق ہے اور ان کا ہمارے اوپر تسلط ناجائز اور ظلم ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

پھر وہ اجازت طلب کر کے حسب سابق سلام کرتے ہوئے اسی طرح رخصت ہو گئے۔ ہمیں صرف آدمی کی شکل کی پرچھائیں معلوم ہوئی اور کچھ نہیں۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔ لڑکے نے لیپ کی بتی ابھاری، دالان روشن ہو گیا اور ہم وہاں سے چلے آئے۔ (انفاس قدسیہ)

ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے درس حدیث میں اگلی صفوں کو خالی کرایا گیا اور طلبہ کو پیچھے بٹھا دیا گیا۔ دورانِ درس طلبہ بار بار اور بہ اصرار تقاضا کرنے لگے کہ ایسا کیوں کیا گیا، تو حضرت مدنیؒ نے ایک مرتبہ جب اصرار بڑھا تو راز اُگل دیا اور یہ شعر پڑھا ۔

ہیں سامنے بیٹھے میرے طفلانِ پری رو
اور بیچ میں بیٹھا ہے میرے دل کا کھلونا
اس سے سامعین کو اندازہ ہو گیا کہ پہلی صفیں جنات کے لئے خالی کرادی گئیں تھیں۔

درسِ حدیث کی خصوصیات :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے کئی سال تک مسجد نبوی میں درسِ حدیث دیا۔ آپ کے حلقہٴ درس میں علماء کی کثرت ہوتی تھی۔ مدینہ منورہ میں حضرت مدنیؒ کا طرزِ تدریس امعان و تعمق کا ہی ہوا کرتا تھا اور دارالعلوم دیوبند میں جب صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی مسند سنبھالی تو ابتدا میں چھ ماہ تک بطریقِ امعان و تعمق حدیث کا درس دیا کرتے تھے، پھر سال کے آخری تین چار مہینوں میں بحث و حل کے طرز پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ محدثین کے ہاں سماع کے دو طریقے رائج ہیں۔ سماع عن الشیخ اور قراءۃ علی الشیخ۔ حضرت مدنیؒ کے ہاں دونوں طریقے رائج تھے۔ سال کی ابتدا میں عموماً شاگردوں میں سے کوئی شاگرد حدیث پڑھتا اور حضرت مدنیؒ حدیث کی تشریح فرما دیا کرتے اور سال کے آخر میں حضرت مدنیؒ خود قرأتِ حدیث کرتے اور شاگرد سنتے رہتے۔ ذیل میں حضرت مدنیؒ کے درسِ حدیث کی خصوصیات اور جھلکیوں کا نمونہ پیش خدمت ہے۔

(۱) حضرت مدنیؒ کی تقریر بہت صاف اور اس کی رفتار بہت آہستہ ہوتی تھی۔ ایک ایک کلمہ اور ہر کلمہ کا ایک ایک حرف نہایت متین آواز میں زبان مبارک سے نکلتا اور سننے والے کو مطمئن کر دیتا۔ مشکل مقامات کو سادہ مثالوں سے حل کرتے۔ اس لئے ذہین طلبہ تو مستفید ہوتے۔ غبی طلبا بھی اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہو جاتے۔

(۲) جب کسی مسئلہ میں حدیث کی توجیہ بیان کرتے اور توجیہات متعدد ہوتیں، تو ان کو شمار کر کے بیان فرماتے۔

(۳) سال کے ابتدا میں صحیح بخاری و جامع ترمذی میں سے ہر ایک کتاب کو شروع کرتے وقت مصنف کتاب تک اپنی سند بیان کر دیتے۔ اس سند کے تین حصے تھے۔ حضرت مدنیؒ سے شاہ محمد اسحاقؒ تک، شاہ محمد اسحاقؒ سے شیخ عمر بن طبرزد بغدادیؒ تک، عمر بن طبرزدؒ سے امام ترمذیؒ تک۔

(۴) حضرت مدنیؒ اپنی تصنیف ”نقشِ حیات“ میں لکھتے ہیں۔ میں نے اپنی ہمیشہ سے یہ عادت رکھی تھی کہ جب کسی پیغمبر کا اسم گرامی آئے تو علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام

کہوں۔ اگر کسی صحابی کا نام تنہا آئے تو رضی اللہ عنہ کہوں، اگر سند حدیث میں دوسرے اکابر کے ساتھ آئے تو رضی اللہ عنہ و عنہم کہوں، اگر ائمہ مذاہب اور علماء اولیاء سلف کا نام تنہا آئے تو رحمۃ اللہ علیہ اور چند کا نام آئے رحمہم اللہ کہوں، خواہ وہ اپنے مذہب کے ہوں یا شافعی، مالکی حنبلی وغیرہ کے ہوں، بشرطیکہ اہل سنت والجماعت ہوں۔ دورانِ درس حدیث تصوف کے بہت سے مسائل کو بھی بیان فرماتے تھے۔

مذہبِ حنفی کی تائید :

مولانا قاسم علی بجوری الجمعیہ شیخ الاسلام نمبر میں حضرت مدنیؒ کے درسِ حدیث کی علمی خصوصیات کے متعلق لکھتے ہیں :

حضرت مدنیؒ قرأتِ حدیث مع اسناد حدیث کے متعلق تحقیق فرماتے۔ رواۃ پر فنِ اَسْمَاء الرجال کی حیثیت سے بحث فرماتے اور جرح و تعدیل فرماتے۔ مناسب مواقع پر اَسْمَاء الرجال کی حیثیت سے بحث فرماتے۔ صحابہ کرامؓ میں سے جب کسی صحابی کا ذکر آتا تو ان کی خصوصیات ذکر فرماتے۔ اس کے بعد متنِ حدیث کا مفہوم اس طرح سمجھاتے کہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ حدیث میں جو مشکل الفاظ آتے تھے، اس کی لغوی تحقیق فرماتے۔ حدیث کے مراتب صحیح حسن وغیرہ بیان فرماتے۔ حدیث پر کوئی اعتراض وارد ہوتا تو اس اعتراض کو بوضاحت بیان فرماتے اور اس کے چند قوی جوابات جو مستند ہوں بیان فرماتے۔ اگر کوئی حدیث اختلافی مسئلہ سے متعلق آتی تو تفہیم حدیث کے بعد اختلافِ ائمہ بیان فرماتے اور پھر ہر امام کے جملہ دلائل بالتفصیل بیان فرماتے اور سب سے آخر میں مذہبِ حنفیہ کو حدیث سے مطابق فرماتے تھے۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ حنفی مذہب احادیثِ نبوی کے بالکل مطابق ہے۔

طلبہ کی ناز برداریاں :

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

حضرت مدنیؒ یوں تو سب ہی کے لئے ہمہ وقت سراپا شفقت و رحمت تھے، لیکن دورانِ درس یہ صفت اپنے منہی کو پہنچی ہوئی نظر آتی تھی۔ طلبہ کے لئے ان کے ہر جاوے جا سوالات نیز تنگ اور بے تنگ کے اعتراضات کے جوابات نہایت انبساط اور خندہ پیشانی کے ساتھ دیتے اور بیچ بیچ میں کبھی کبھی کی خوش نصیب سے مزاح بھی فرما لیتے۔ خاص طور پر رات کے وقت سبق پڑھاتے ہوئے یہ وصف اتنا بڑھ جاتا کہ تھوڑے وقفہ کے بعد مجلسِ درس قہقہہ زار بن جاتی۔ خاص طور پر جب کسی طالب علم کے بارہ

بڑھا آدمی ہو کر بھوکا بیٹھا پڑھا رہا ہوں، تم جوان ہو کر بھوکے نہیں پڑھ سکتے۔

طلبہ نادم و شرمسار مگر شیخ کے لحاظ میں طالقانی کو روک بھی نہیں سکتے تھے۔ طالقانی کو بھی حال دل سنانے کا بہترین موقع ملا تھا، وہ طلبہ کی برہمی کو خاطر میں لا کر شیخ کی عنایتوں سے اپنے کو محروم کیوں کرتا۔ طالقانی نے شیخ کے جواب میں کہا، تم صبح اچھا اچھا ناشتہ کر کے گھر سے آتا ہے، ہم صبح سے بھوکا پڑھتا ہے۔ طالقانی کا جواب سن کر شیخ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ کتاب بند ہو گئی اور سبق ختم ہونے کا اعلان کیا گیا۔ پھر شیخ اپنے اس طالقانی طالب علم کو مدنی منزل لے گئے۔ اس کو اپنی خصوصی نگرانی میں کھانا کھلایا اور تاکید کے ساتھ یہ حکم فرمایا کہ کل صبح سے تم صبح کا ناشتہ میرے ساتھ کرو گے۔

(حیات کارنامے ص ۴۴۰)

حدیث یار کا تکرار :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں صحیح بخاری اور سنن ترمذی کا درس تیس (۲۳) سال تک دیا۔ آپ سے بطور شاگرد کے سماع حدیث کرنے والوں کی تعداد ۴۲۸۳ ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے پہلے آپ نے سلہٹ میں چھ سال تک درس حدیث دیا۔ اس سے پہلے مدینہ منورہ میں تقریباً ۱۲ سال تک درس حدیث دیتے رہے۔ گویا ۵۰ سال تک حدیث پڑھائی۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الّا حدیث یار کہ تکرارے کنیم

حدیث میں آپ سے نسبت رکھنے والے تلامذہ کی تعداد چھ ہزار تک ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے درسی افادات میں سے دو حدیثوں کی تشریح نذر قارئین ہے تاکہ درس مدنیؒ کے چند نمونے قارئین کے سامنے آجائیں، ورنہ.....

وہ عمر بھر کے لئے اتنا کام چھوڑ گئے

بیاض دہر پہ بس اپنا نام چھوڑ گئے

حدیث بداء الاسلام غریباً کی تشریح :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں، ہماری اردو زبان میں غریب کا ترجمہ مسکین و غریب کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص غریب ہے، جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ مگر عربی زبان میں یہ معنی نہیں

میں حضرتؒ کو مطلع کیا جاتا یا وہ خود دیکھ لیتے کہ فلاں اونگھ یا سو رہا ہے، تو حضرتؒ نہایت نظر لگاتے اور میں باواز بلند اس طالب علم کا نام لے کر مخاطب فرماتے اور حکم دیتے کہ اٹھئے جائیے وضو کیجئے، اگر گہری نیند میں ہوتا تو اسے صدر النائمین جیسے القاب سے یاد کیا جاتا۔

طلبہ کو بھی اپنے شیخ اور ان کے درس حدیث سے عشق تھا :

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضرت مدنیؒ دور دراز کے پُر مشقت سفر سے تھکے ہمارے پاس آتے اور تھوڑی دیر بھی آرام کئے بغیر دارالعلوم آجاتے۔ گھنٹہ بچتا، طلبہ جمع ہو جاتے اور سبق شروع ہو جاتا۔ حیرت تو اس پر ہوتی ہے کہ وہ طالب علم کس مٹی کے بنے ہوئے تھے، جو گرمیوں کے دنوں کی گرمیوں میں جلسہ دینے والی دھوپ کے بعد آنے والی راتوں کی ٹھنڈی ہواؤں کو نظر انداز کر کے اور جاڑوں کے گرم لحافوں کو چھوڑ کر آنکھیں ملتے اور نیند کو بھگاتے ہوئے گھنٹے کی آواز سنتے ہی شیخؒ کے درس میں ہو جاتے تھے۔ شیخؒ تو اپنے احساس فرض و ذمہ داری سے مجبور ہو کر اپنے آرام کو بچتے تھے، لیکن ان کے شاگردوں کے دل میں کونسا جذبہ کار فرما تھا کہ وہ اپنے شیخؒ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی کچھ نیندوں سے جاگ کر دوڑتے بھاگتے درس گاہ میں پہنچ جاتے تھے۔ ایسا ہونا بلکہ بار بار ہونا کیا اس بات کی غمازی کرتا کہ ان کو اپنی میٹھی نیند سے زیادہ اپنے شیخؒ کی زیارت ان کی مصاحبت اور درس میں شرکت محبوب تھی۔

سبق بند کرو میں بھوکا ہوں :

ایک روز دن کے بارہ بج چکے تھے اور حضرتؒ کی تقریر جاری تھی۔ طلبہ گوش برآواز تھے اور حضرتؒ بھی پورے انہماک کے ساتھ حدیث پر کلام فرما رہے تھے۔ گھڑی کی سوئیاں جوں جوں آگے بڑھ رہی تھیں، ہمارے ایک طالقانی (تہران کے چھوٹے قصبے کا نام ہے) ساتھی کی بے چینی بھی بڑھ رہی تھی، لیکن ہم میں سے کسی کو اس کا احساس نہ تھا، جب ایک حدیث پر کلام ختم کرنے کے بعد حضرتؒ نے تلاوت حدیث کرنے والے طالب علم کو آگے پڑھنے کا حکم دیا تو طالقانی ساتھی نے اپنی گرج و آواز میں شیخؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، سبق بند کرو۔ شیخؒ کے ساتھ تمام طلباء کی نگاہیں بھی طالقانی کے چہرے پر جم گئیں۔ ایک طرف طلباء کے چہروں پر طالقانی کی اس گستاخی اور حد سے بڑھی ہوئی جرأت ناگواری کے اثرات نمایاں تھے، تو دوسری طرف شیخ الاسلامؒ کا چہرہ ہر قسم کی ناگواری و گرانی کے تاثر سے پاک، شیخؒ نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں طالقانی سے سوال کیا، سبق کیوں بند کروں؟ طالقانی نے جواب دیا۔ میں بھوکا ہوں۔ حضرتؒ نے اپنی مسکراہٹ کچھ اور گہری کرتے ہوئے فرمایا،

اگر ضمیر صورتہ کی لفظ جلالہ کی طرف راجع کی جائے، اگرچہ یہ طریقہ عربیہ کے خلاف ہے، تاہم کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ **الّا تفعلوه تکن فی الارض فتنۃ و فساد کبیر اور تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرة و اصیلا**۔ ضمیر تسبحوہ بعد مذکور کی طرف راجع ہے۔ البتہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ باری عز اسمہ صورت و شکل سے منزہ ہے..... لیس کمثلہ شیء۔ ذی صورت کے لئے محاط بعد یا محدود ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ بشکل شیء محیط ہے وہ محاط نہیں ہو سکتا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس جگہ بمعنی صفت ہے، جیسے مسائل عقلیہ غیر مادیہ کے لئے کہا جاتا ہے۔ **صورة المسئلة کذا او کذا ای صفتها کذا و کذا**۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا اور حضرت آدم کو اپنی تمام صفات کمالیہ میں سے حصہ دیا۔ ان کے ظلال و عکوس بتما مہا اس میں رکھ دیے اور مخلوقات سب کو جامع نہیں ہیں، جس طرح آئینہ مظہر نور شمس ہے، اس طرح آدم علیہ السلام مظہر جملہ صفات کمالیہ جناب باری عزہ اسمہ بنائے گئے۔ اس لئے اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ ہوئے، کسی کا نائب وہی شخص ہو سکتا ہے جو کہ منیب کے صفات خاصہ کا کم و بیش حامل ہو، آفتاب کا نائب چاند یا ستارے یا شمع و چراغ ہو سکتے ہیں، شجر حجر نہیں ہو سکتے۔

(مکتوبات ص ۱۷۴)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے درس حدیث اور احادیث کی تشریحات کو اگر لکھا جائے تو الگ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ان دو احادیث کی تشریح سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علم حدیث اور اس کے حقائق، دقائق اور معارف سے آپ کو کس قدر گہری نسبت تھی۔

بخاری شریف متناً و سنداً آیا تھی :

میرے مربی و شیخ محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا بیان ہے کہ استاذ المکرم شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک مرتبہ بخاری پڑھا رہے تھے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ دارالحدیث میں تشریف لا کر طلباء کے ساتھ شیخ کے پس پشت بیٹھ گئے۔ حضرت مدنیؒ اس وقت بخاری کی عبارت خود بھی پڑھ رہے تھے اور اس پر بحث بھی کر رہے تھے اور ان کے پاس بجائے بخاری کے قسطانی کی باریک حروف کا نسخہ تھا جو آسانی سے نظر نہیں آتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے سبق پڑھا کر جب فارغ ہوئے، حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا، آپ محسوس نہ کریں دارالحدیث میں آپ کی آمد مجھے محسوس نہ ہو سکی۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے سبق پڑھانے کے دوران نیند آ گئی تو

ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے ایمان لانے والے مردوں میں سے ابو بکر صدیقؓ، جو مکہ معظمہ میں بڑے تاجروں اور مالداروں میں سے تھے۔ غریب عربی میں اوپرے شخص کو کہا جاتا ہے، وہ شخص جو کہ مشہور اور معروف نہ ہو، لوگ عام طور پر اس کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔ خواہ مالدار ہوں مسکین و نادار۔ اس وجہ سے مسافر کو غریب کہتے ہیں کیونکہ پردیسی ہونے کی وجہ سے لوگوں کی پہچان میں نہیں آتا، جو چیز نادر الوقوع ہوتی ہے، اس کو بھی غریب کہتے ہیں، کیونکہ قلیل الوقوع ہونے کی وجہ سے مشہور و معروف نہیں ہوتی۔ اس میں غرابت و ندرت آ جاتی ہے۔ لوگ اس سے مانوس نہیں ہوتے۔

نیز اس حدیث میں اسلام کو ذوالحال قرار دیا گیا ہے، جو مجموعہ احکام عقائد و اقرار و اعمال سے عبارت ہے، یعنی دین اسلام غریب تھا نہ کہ اہل اسلام، اگر اہل اسلام کی غربت مراد ہوتی، جیسا کہ ارادے والے اور آپ کے لوگ یہاں کہتے ہیں، تو جانب ذوالحال میں لفظ اہل کہا جاتا یا المسلمون کہا جاتا اور حالت حال میں غریب کہا جاتا۔ غرض کہ اس توجیہ پر لفظ غریب کے معنی اوپرے اور غیر مانوس و بے گار کے ہوں گے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ غریب بمعنی تنہا، قلیل اور اکیلے کے ہیں۔ مجمع البحار ج ۳ ص ۱۱ میں ہے۔ **ان الاسلام بدأ غریبا ای کان فی اوّل مرة کوحیدہ اہل عنده لقلۃ المسلمین و سيعود ای یقلون فی آخر الزمان فطوبی ای الجنة للغربا ای للمسلمین فی اوّلہ و آخرہ لصبرہم علی اذی الکفار و لزومہم الاسلام**۔

اس توجیہ پر حال تشبیہ بلیغ کی صورت میں واقع ہوگا۔ بخلاف توجیہ اوّل کے وہاں حالت حقیقی تھی۔ بعض حضرات نے غریب کی توجیہ نزاع قبائل کے ساتھ کی ہے، یعنی ہر قبیلہ کے اکا دکا لوگ۔ بعض نے غریب سے مہاجر مراد لیا ہے، یعنی ایمان کی ابتدا مہاجرین سے ہوئی اور آخر میں بھی انہیں میں لوٹ آئے گا، جبکہ ایمان تمام دنیا سے سمٹ کر مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں قرار پکڑے گا۔

خلق اللہ آدم علی صورتہ کا معنی :

ارشاد فرمایا : یہ روایت بہت قوی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے، مگر معلوم ہے کہ حسب قواعد عربیہ ضمیر کو اقرب مراجع کی طرف لوٹانا چاہئے اور وہ لفظ آدم ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ حضرت آدم کو ان کی صورت پر پیدا کیا، ایسا نہیں ہوا، جیسا کہ عام آدمیوں میں ہو رہا ہے، تمام انسانوں کی خلقت تدریجی ہے، مگر حضرت آدمؑ کی خلقت دفعی ہے۔ اب اس تقریر پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

اس واقعہ سے ہم نے اندازہ لگایا کہ غالباً شیخ مدنیؒ کو بخاری متناوہ سند آیا ہے، اگرچہ آپ نے خود کبھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ (حقائق السنن ج ۱ ص ۳۴۲)

حضرت شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے، مجھے اپنے استاذ شیخ مدنیؒ کا انداز تدریس بے حد پسند تھا۔ حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے شیخ مدنیؒ کے ذریعہ ہوا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ فرمایا کرتے، میں نے علماء کی زیارتیں کی ہیں، کئی مدرسین علماء کے حلقہ درس میں شمولیت اور رشتہ تلمذ کی سعادتیں نصیب ہوئی ہیں، مگر جو امتیازی صفات حضرت مدنیؒ میں دیکھے، وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہ آئے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

اب نہ کہیں نگاہ ہے اور نہ کوئی نگاہ میں۔ حدیث کی اشاعت تدریس اور خدمت کے سلسلہ میں حضرت مدنیؒ کی مساعی سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔



باب : ۶

خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار خدمتِ خلق اور مہمان نوازی

تقویٰ کے معنی ہیں نافرمانی، بغاوت، معصیت، سرکشی اور تمرد کے تقاضے کے باوجود ربِّ ذوالجلال کے ڈر اور خوف سے گناہوں کو ترک کر دینا۔ نفسِ امارہ انسان کا دشمن ہے۔ جب اس کو اپنی غذا (معصیت، نافرمانی اور بغاوت) نہیں ملتی تو تڑپتا ہے۔ اس کے تڑپنے پر نفسِ مطمئنہ خوش ہوتا ہے۔ یہاں سے تقویٰ پروان چڑھتا ہے۔ تمام فرشتے معصوم ہیں لیکن متقی نہیں کیونکہ متقی وہ ہے جس کو گناہ کا تقاضا ہو اور وہ اس کو روکے اور فرشتوں میں بُری خواہش ہے ہی نہیں۔ فرشتے جانتے ہی نہیں کہ گناہ کس چیز کا نام ہے؟ یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلۃ الذہب میں فرشتوں کا ذکر نہیں۔ فرشتے نبی بن کر نہیں آتے کیونکہ ان میں تقاضائے بشریت کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ انسان جب خواہشات، نفسانیت اور سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر بھی گناہ نہیں کرتا تو اس پر انعامات کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ قیامت کے دن متقی ربِّ ذوالجلال کی بارگاہِ قدس میں عرض کرے گا۔ ہا! البہا!

میں نے لیا ہے داغِ دل، کھوکے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

(بیس بڑے مسلمان)

مخدوم خود خادم بنا ہوا تھا :

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے ”نقوش و تاثرات“ میں کیا خوب لکھا ہے :

”مخدوم خادم بنا ہوا تھا اور جس کا منصب آمر ہونے کو تھا، وہ فخر و مسرت اپنی ماموریت میں محسوس کر رہا تھا۔ دیوبند جاییے تو مولانا سٹیشن پر پیشوائی کیلئے موجود، چلنے لگیں تو سٹیشن تک مشایعت پر آمادہ، کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو خود لوٹا لئے ہاتھ دھلانے کو کھڑے، پانی مانگیئے تو گلاس لیے حاضر، سفر میں ساتھ ہو تو تانگہ کا کرایہ اپنے پاس سے دے دیں، ریل کا ٹکٹ وہ دوڑ کر لے آئیں، ہوٹل میں کھائیں تو بل وہ خود ادا کریں، آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں ہاتھ ٹوٹتا ہی رہ جائے۔ بستر بھی وہ کھول کر بچھا دیں، غرض یہ کہ مالی اور بدنی چھوٹی بڑی خدمت کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی تھیں، ان سب میں آپ کو پیش پیش دیکھا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے شعر کہا تو تھا، اپنے شیخ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرنگی محلی کے حق میں، مگر صادق مولانا مدنیؒ پر بھی لفظ بہ لفظ آ رہا تھا.....“

ان کا کرم ہے ان کی کرامت ہے ورنہ یاں

کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی !

آپؒ کے لوٹے میں پانی لے آئیں۔ آپؒ کا سامان اپنے ہاتھ سے اٹھانے لگیں، تین دن قیام دیوبند میں، روایتیں مشاہدہ بن کر رہیں، اور شنیدہ دیدہ میں تبدیل ہو گئیں، تکلفات اور خاطر میں، مہمان نوازیاں کھانے پر کھانے، چائے پر چائے، دوسروں کو شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو، جو مولاناؒ کو دوسروں کا کام کرنے میں آتا تھا۔“

مشتبہ گوشت سے پرہیز :

جزیرہ مالٹا میں بہت سے مسلمان قیدی تھے، ان میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور کئی دوسرے علماء بھی تھے۔ قیدیوں کو جو گوشت دیا جاتا تھا اس کے بارے میں یہ

ہمارے اکابر کو جو عظمتیں، رفعتیں اور عزتیں ملیں وہ تقویٰ کی برکات ہیں، انہوں نے رب راضی کرنے کیلئے دنیاوی خواہشات، سہولیات اور اپنی آسائش قربان کر دیں۔

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے

تب کہیں جا کے دکھایا رخِ زیبا مجھ کو

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو اللہ نے علمی عظمتوں، تدریسی رفعتوں اور سیاسی کمالات کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور دیانت کی لازوال دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔

اعلیٰ انسانی اقدار و اخلاق :

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ حضرت مدنیؒ کے ”اعلیٰ انسانی اقدار و اخلاق“ پر تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

”شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فضل و کمال، مرتبہ و مقام پر گفتگو تو وہ کرے، جو خود بھی کچھ ہو، مجھے ذاتی تجربہ اور عینی مشاہدہ تو مولاناؒ کے ایک ہی کمال اور ایک ہی کرامت کا ہے اور وہ آپ کی بے نفسی، سادگی، تواضع اور انکساری اور خدمتِ خلق کا عشق ہے۔ کہتا ہوں اور گویا خانہ شہادت میں کھڑا ہوا بیان دے رہا ہوں کہ وہ بہترین دوست ہیں، بہترین رفیق سفر ہیں، مہمان ہوں، تو آپ کی میزبانی میں اپنے معمولات کو ترک کر دیں گے۔ روپیہ پیسہ کی ضرورت پیش آئے تو خود قرضدار ہو جائیں گے، لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے پوری کر دیں گے۔ خدا نخواستہ بیمار پڑ جائیے تو تیمارداری میں دن رات ایک کر دیں گے، نوکری کی ضرورت پیش آئے، کوئی مقدمہ کھڑا ہو، کسی امتحان میں بیٹھ جائیے تو سفارشناسوں میں اور عملی دوڑ دھوپ میں نہ اپنے مرتبہ کا لحاظ کریں گے، نہ اپنی صحت کا اور نہ خرچ کا، جس طرح بھی ہوگا، آپ کا کام نکالنے پر نکل جائیں گے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ جو معاملہ بھی رکھتے ہوں، اپنے خوردوں، شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ یہ روش رکھتے ہیں کہ خادم کو مخدوم بنا کر ہی چھوڑتے ہیں، حالی کے شعر کے معنی اب جا کر روشن ہوئے ہیں“.....“

بات تقریباً یقینی سی تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ نہیں ہے۔ یہ گوشت آسٹریلیا اور دیگر ممالک سے درآمد کیا جاتا تھا۔ اور برف خانوں میں اس کے ذخائر برسوں سے محفوظ تھے، چونکہ اس کے بارے تقریباً یہ بات یقینی تھی کہ اہل اسلام کا ذبیحہ نہیں ہے۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ و حضرت مدنیؒ نے تمام دیگر رفقاء کے ساتھ اس کے کھانے سے کلیتہً پرہیز فرمایا۔ ترکی اور شامی علماء اس گوشت کو بڑے اطمینان سے استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ حکام جیل نہ تو اس گوشت کو واپس لیتے تھے۔ اور نہ حلال گوشت کے انتظام پر آمادہ ہوتے، چنانچہ بعض علماء نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ جائز ہے، اور بعض نے اپنے عمل کی یوں تاویل کی کہ ہم مضطر ہیں، اسلئے یہ گوشت ہمارے لئے حلال ہے۔ مگر اہل اللہ کی یہ جماعت اپنے فیصلہ پر قائم رہی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے بعض علماء نے بحث کی اور آپ نے ان کو بہت تشفی بخش جواب دیا لیکن پھر بھی وہ گوشت کی لذت سے دستبردار ہونے کے لئے آسانی سے تیار نہ ہوئے۔

عیسائیوں کو جسم پر تسلط ہے دل پر نہیں :

بلکہ بعض حضرات نے یہ کہہ دیا کہ ہم لوگ نصاریٰ کے قیدی ہیں۔ عیسائی افسران کو اگر یہ بات معلوم ہوئی تو معلوم نہیں وہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ یہ سن کر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نہایت برا فروختہ ہوئے اور فرمایا کہ :

”ان عیسائیوں کو ہمارے جسموں پر قابو ہے، وہ ہمیں اذیتیں دے سکتے ہیں، تختہ دار پر چڑھا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے قلوب کو پروردگار کی اطاعت سے نہیں پھیر سکتے۔“

اس کے بعد اصل مسئلہ کی جانب رجوع کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی جس میں اس ذبیحہ کی حرمت کو واضح طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔ جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

ذبیحہ کی صحت کیلئے دو شرطیں :

آپ نے فرمایا کہ :

”ہر حلال جانور کے ذبیحہ کی صحت کے لئے دو شرطیں ہیں، اول تو یہ کہ شرعی ذبح ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اسم الہی ذکر کیا جائے۔ البتہ اگر ذبح کرنے والا مسلم ہے اور وہ اتفاقاً ذبح کرتے وقت تسمیہ (اللہ کا نام لینا) بھول گیا تو حسب

ارشاد نبویؐ ایسا جانور حلال ہے۔ الغرض جو حیوانات عیسائی ملکوں میں ذبح ہوتے ہیں۔

وہاں مذکورہ شرائط کا فقدان ہوتا ہے۔ عموماً بڑے شہروں میں مشین سے ذبیحہ ہوتا ہے۔“

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے دلائل مسکت اور تشفی بخش تھے، لیکن بعض حضرات نے یہ نکتہ اٹھایا کہ جب کسی چیز کی طہارت و نجاست کے دونوں پہلو متصور ہوں تو جب تک ایک پہلو کے بارے میں ظن غالب اور یقین حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ذبح کا حکم اس سے مختلف ہے۔

اللہ نے بہتری کی صورت پیدا کر دی :

چنانچہ رفتہ رفتہ بہت سے قیدیوں نے یہ حرام گوشت کھانا چھوڑ دیا اور بغیر گوشت کے ہی گزارا کرنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب تقویٰ کے لئے ایک دوسری صورت پیدا فرمادی۔ ہوا یہ کہ مولانا وحید احمد صاحبؒ چونکہ ترکی اور انگریزی زبان سے بخوبی واقف تھے، اس لئے رفتہ رفتہ افسران سے آپ کی بے تکلفی ہو گئی اور آپ نے ان کے تعلقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کی کوشش کی کہ باہر سے مرغی، کبوتر، مچھلی وغیرہ منگانے کی اجازت دیدی جائے۔ مگر افسران نے بتایا کہ قلعہ میں کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاسکتا آپ باہر سے ذبح کرا کے آلاش دور کرنے کے بعد اندر منگا سکتے ہیں۔ مولانا وحید احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تو اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے کھانا چاہتے ہیں۔ چونکہ محافظین اور افسران قانونی پہلو سے مجبور تھے، اس لئے انھوں نے انکار کر دیا مگر مولانا وحید احمد صاحبؒ بھی اپنی دھن کے پکے تھے۔ اپنے موقف پر جم گئے اور دفتر انتظامات کو لکھا کہ ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ہم مذہبی پہلو سے مجبور ہیں۔ لہذا گوشت ہم صرف اس شرط پر کھا سکتے ہیں۔ جبکہ ہمیں زندہ جانور دیا جائے اور خود ذبح کریں، اس کے بغیر ہمارے لئے کسی قسم کے گوشت کا استعمال ناممکن ہے۔ اگرچہ اس بات کا سلسلہ طویل ہو گیا۔ لیکن انجام کار خصوصی طور پر آپ حضرات کو اجازت مل گئی۔ صرف اتنی قید تھی کہ جانور محافظین کے سامنے ذبح کیا جائے۔ اور صفائی کی پوری رعایت کی جائے! یہ شرط قبول کر لی گئی اور باہر سے جانور منگا کر ذبح کرنے لگے۔ بہت سے لوگ جو تاویل پس کر کے حرام گوشت کھا رہے تھے۔ وہ ان حضرات کے استقلال اور کمال تقویٰ سے نہایت متاثر ہوئے۔

اضطرار کی تعیین :

اتفاقاً ایک روز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی خدمت میں ایک عالم صاحب تشریف لائے۔ یہ حضرت خود کو مضطر کہہ کر عرصہ سے فریب نفس میں مبتلا تھے۔ اور اس حرام گوشت کے جواز کے قائل تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے جب موصوف کو دیکھتے ہی فرمایا: آئیے مضطر صاحب! تو وہ بہت مجبوجوب ہوئے اور پُر معذرت انداز میں کہنے لگے کہ حضرت! صرف میں ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگ غلط فہمی میں مبتلا تھے آپ نے فرمایا :

”پیشک قرآن کریم نے مضطر کے لئے خنزیر تک کی اجازت دی ہے لیکن مضطر کا صحیح مفہوم سمجھو! مضطر وہ ہے جس کا قانون سے یہ حال ہو گیا ہو کہ موت کا ظن غالب پیدا ہو جائے اور کھانے کے لئے کوئی بھی حلال چیز کسی طرح میسر نہ ہو اُس وقت صرف اتنی مقدار میں حرام شئی کھانا جائز ہے۔ جتنی مقدار سے زندگی محفوظ ہو جائے۔“

شرائط ملازمت کی تجدید :

دارالعلوم دیوبند کی صدارت کے لئے خداوند عالم کے فضل و کرم نے ہمیشہ ایسے بزرگوں کو منتخب فرمایا ہے۔ جو علم و فن کے بحر کے ساتھ زہد و تقویٰ سے بھی مزین رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری (قدس اللہ اسرارہم) کے سینے دریائے علم کے سرچشمے تھے، تو اُن کے مبارک قلوب تجلیات الہیہ کے عرش معلیٰ اور فیوض و برکات کے منبع ثابت ہوئے۔ حضرت علامہ کشمیریؒ کے بعد ۱۳۴۶ھ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے سامنے دارالعلوم دیوبند کی صدارت پیش کی گئی جس کو آپ نے مصالِح مدرسہ کے پیش نظر منظور فرمالیا۔ لیکن مسلمانوں کی ہمہ جہت مذہبی و سیاسی خدمات کا جذبہ جو آپ کی رگ و پے میں نفوذ کئے ہوئے تھا، اُس نے اجازت نہیں دی کہ عام مدرسین کی طرح آپ ملازمت اختیار کر کے محصور ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے اہتمام سے کچھ شرطیں طے کر لیں جن کے دائرے میں آپ کو سیاسی جدوجہد کے لئے آزادی حاصل تھی اور مہینہ میں ایک ہفتہ آپ کو اختیار تھا کہ اس سلسلہ میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور اس کے لئے کسی مزید رخصت اور اجازت کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ کی وفات ہوئی اور منصب اہتمام پر مولانا قاری محمد طیب صاحب

فائز ہوئے تو آپ کا یہ کمال تقویٰ تھا کہ آپ نے ارکان شوریٰ سے سابقہ شرائط کی دوبارہ تجدید کی اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد اراکین شوریٰ کی جانب سے ہر ماہ ایک ہفتہ کی بلا وضع تنخواہ رخصت سے بلا وضع کی قید حذف کر دی گئی اور تمام اساتذہ کی طرح آپ کو بھی وضع تنخواہ کے ساتھ رخصت ملنے لگی۔

(تذکرہ شیخ مدنیؒ ۷۲)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ فقر و غربت کے باوجود ایک خوددار اور غیور انسان تھے وہ اس شعر کا مصداق تھے ۔

کمال تشنگی میں جگر کا خون پی لے
کسی کے سامنے دستِ طلب دراز نہ کر

زہد، استغناء، توکل، پرہیزگاری اور حزم و احتیاط آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ دینی اور دنیاوی امور میں تقویٰ ملحوظ خاطر رکھنا رضائے الہی کے حصول کا زینہ اور ذریعہ ہے۔ حضرت مدنیؒ عبادت سے زیادہ معاملات و معاشرت میں متقی تھے۔ خصوصاً مدارس، مساجد اور دینی تنظیموں کے مالی امور میں احتیاط کا مظاہرہ فرماتے۔ فتویٰ کی ہزار راہیں ہوتیں، مگر تقویٰ کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا۔ اور دنیا و دولت کی قیمت آپ کے ہاں مور و مگس سے زیادہ نہیں تھی ۔

جا اے خیال غیر ! کہ فرصت نہیں یہاں
ہیں جلوہ نگاہ یار کی مہمانیوں میں ہم

حضرت خود مصارف ادا فرماتے تھے :

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کہتے ہیں :

اگر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی دفتر میں تشریف آوری اپنے کسی بھی کام سے ہوتی تو یہ گوارا نہیں تھا۔ کہ چائے یا کھانے کا انتظام دفتر کی جانب سے ہو اس لئے یہ ظاہر کرنا پڑتا تھا کہ یہ انتظام فلاں خادم نے اپنے پاس سے کیا ہے، ورنہ حضرت خود مصارف ادا فرماتے۔ اب چند سال سے دہلی کے مشہور صاحب خیر جناب حاجی محمد یسین صاحب گزک والے نے یہ انتظام بڑے اصرار و التجا سے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ جب تشریف آوری کے بارے میں معلوم ہوتا مولانا وحید الدین صاحب قاسمی حاجی صاحب کو اطلاع کر دیتے اور حاجی صاحب بڑے شوق سے عین سعادت سمجھ کر اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ (جزا اہم اللہ)۔

اس بات کو گوارا نہ کرتا تھا۔ کہ آپ ایام مرض کی تنخواہ قبول فرمائیں۔ لیکن اس میں شرعاً کوئی سقم نہیں بلکہ (سلسلہ مرض رعایتی قوانین کے لحاظ سے) حق ہے۔ لہذا اگر آپ قبول فرمائیں تو وہ رقم آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ مگر خالہ صاحبہ (یعنی اہلیہ شیخ الاسلام حضرت مدنی) نے فرمایا کہ جس چیز کو حضرت نے پسند نہیں فرمایا۔ میں اس کو کیسے پسند کر سکتی ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ! بس آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔“

(شیخ الاسلام نمبر ۳۱۰۰)

حزم و احتیاط اور تقویٰ و فتویٰ :

حضرت مولانا احمد اللہ سرحدی رقم طراز ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنی ”دہلی تشریف لائے ہوئے تھے اور دفتر جمعیت علماء ہند میں قیام فرماتے۔ نماز عصر کا وقت آیا تو خدام نے جماعت کی غرض سے چٹائیاں بچھا دیں۔ حضرت نماز کے لئے جب کمرے سے باہر تشریف لائے۔ اور نئی چٹائیوں پر نظر پڑی۔ تو مولانا حفظ الرحمن صاحب کی طرف مخاطب ہو کر پُر مسرت لہجہ میں فرمایا کہ ناظم اعلیٰ صاحب نے بہت اچھا انتظام فرمایا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا: یہ ناظم اعلیٰ صاحب کا انتظام نہیں بلکہ آپ کے خادم چودھری عبد الرحمن کی عقیدت ہے، جو کہ چٹائیاں فروخت کرتے ہیں۔ انہوں نے ہی اس وقت (فروخت کی) چٹائیاں بچھا دی ہیں! حضرت نے جوں ہی یہ بات سنی آپ کے چہرے کا رنگ فوراً بدل گیا اور اپنی جگہ سے ہٹ گئے فرمایا :

”ان چٹائیوں کو اٹھا دو! خدام نے عرض کیا کہ: عبد الرحمن نے اپنی خوشی سے بچھائی ہیں۔ فرمایا: نہیں! وہ ان کو غیر مستعمل اور نئی بتا کر فروخت کرے گا۔ حالانکہ استعمال میں آچکی ہوں گی لہذا یہ کب درست ہوگا۔ چنانچہ چٹائیاں اٹھا دی گئیں اور دفتر کی چٹائیوں پر نماز ادا کی گئی۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۳۰۵)

کفایت شعاری اور واجبی خرچ پر اکتفاء :

قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہاروی تحریر فرماتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ”سے میرے دیرینہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر

لیٹر پیڈ ایک عام چیز ہے۔ بار بار درخواست کی گئی کہ حضرت! جمعیت علماء ہند کا لیٹر پیڈ استعمال فرمائیں! بحیثیت صدر آپ کو اس کا حق حاصل ہے اور یہی بات موزوں بھی ہے، مگر بہت ہی کم ایسا ہو کہ جمعیت علماء کی ضرورت سے بھی آپ نے جمعیت علماء کا لیٹر پیڈ استعمال فرمایا ہو، ورنہ اپنے لیٹر پیڈ پر جو اعلیٰ قسم کے کاغذ سے علیحدہ تیار کرایا جاتا تھا اور جس کے مصارف حضرت خود ادا فرمایا کرتے تھے، اسی پر خطوط تحریر فرماتے، اور خود جمعیت علماء سے متعلق امور بھی اسی اپنے کاغذ پر ارقام فرماتے تھے اور اس بات کا تو کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ کہ جمعیت علماء کے کسی کاغذ کو اپنی ذاتی ضرورت کے لئے استعمال فرمائیں۔

غالباً ۱۹۳۶ء کا تذکرہ ہے۔ مراد آباد میں مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا اجلاس ہوا۔ بحیثیت ناظم جمعیت علماء مراد آباد خدمت استقبال احقر ہی کے ذمہ تھی۔ حضرت کا قیام حسب دستور محلہ بغیہ میں ہوا۔ مجلس عاملہ کا اجلاس دوسرے مقام پر تھا۔ حضرت قیام گاہ سے بذریعہ تاںگا اجلاس میں تشریف لائے۔ چونکہ ایسے موقعوں پر آمد و رفت کے مصارف کی ادائیگی کو منتظمین کا فرض سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے احقر نے تاںگہ کا کرایہ ادا کرنا چاہا لیکن حضرت نے سختی سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ وہاں میرا قیام اپنی ذاتی رائے کی بنا پر ہوتا ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں کسی خرچ کا بار جماعت کے مالیہ پر نہیں پڑ سکتا۔ اس کے بعد مجھ کا کارہ کو ہدایت فرمائی کہ جماعتی اور غیر جماعتی خرچ میں ہمیشہ امتیاز رکھا جائے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے ورنہ درحقیقت بہت مشکل کام ہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ۳۰۶)

صرف ایام درس کی تنخواہ :

حضرت مولانا رشید الدین صاحب لکھتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنی ”ایام درس کے علاوہ دوسرے دنوں کی تنخواہ لینا ہرگز گوارا نہ فرماتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ مدرسہ کے سلسلے میں سفر کرنا پڑا مگر سوائے ایام تدریس کے ایک پیسہ بھی کسی دن کا معاوضہ نہیں لیا۔ حضرت مدنی نے ایام مرض میں ایک ماہ کی استحقاقی رخصت سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا، اور نہ دوسری چھٹیاں لیں، جن کا آپ کو قانوناً حق تھا۔ یہاں تک کہ ان ایام کی تنخواہ جو ایک ہزار روپے سے کچھ زیادہ ہوتی تھی۔ جب اہل مدرسہ نے آپ کی خدمت میں بھیجی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس فرمادی کہ :

”جب میں نے پڑھایا نہیں تو تنخواہ کیسی؟؟ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مہتمم

صاحب دارالعلوم دیوبند گھر میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حضرت کا کمال زہد و تقویٰ

ملاقات کا اتفاق کم ہوتا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں سیوہارہ میں عظیم الشان جلسہ ہوا میں اس کا ناظم تھا۔ ہندوستان کے مشہور ہندو و مسلمان لیڈروں اور علماء نے اس میں شرکت کی۔ میں نے تمام مدعوین کو سیکنڈ کلاس کا کرایہ ایک خادم کا کرایہ اور کچھ زائد خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیا تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اس زمانہ میں کلکتہ میں مقیم تھے۔ ان کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور بحساب بالامنی آرڈر بھیج دیا گیا تھا۔ کلکتہ سے سیوہارہ تک میل ٹرین کا چھبیس (۲۶) گھنٹہ کا سفر ہے۔ مولانا بے نفس نفیس تشریف لائے۔ کوئی خادم وغیرہ ساتھ نہ تھا۔ کیمپ پہنچتے ہی سب سے پہلے حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ ناظم صاحب کا دفتر کہاں ہے؟ میرے پاس دفتر تشریف لائے اور سلام و مصافحہ کے بعد میز پر ایک پرچہ اور کچھ روپے رکھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے۔ پرچہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مولانا نے تھرو کلاس میں سفر کیا ہے اور ناشتہ وغیرہ میں صرف سات آنے خرچ کیے ہیں۔ اجلاس میں شریک ہونے والے کسی بھی لیڈر یا عالم نے ایسی کفایت شعاری کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ جب واپسی کا وقت آیا تو ممبران جلسہ نے طے کیا کہ حضرت مدنیؒ کو سو (۱۰۰) روپے رخصتانہ میں پیش کئے جائیں اور جب میں نے مذکورہ قرارداد کے مطابق رقم پیش کی۔ مولانا نے فرمایا کہ جو پرچہ میں نے آپ کو دیا تھا کیا وہ گم ہو گیا؟؟ میں نے کہا کہ موجود ہے، شامل حساب ہے! تو فرمایا کہ کیا آپ نے اسے دیکھا نہیں؟ میں نے کہا کہ اس کو میں نے دیکھا ہے اور رجسٹر حساب میں اسے درج کرایا ہے! فرمایا:۔ بس مجھے اسی قدر دیدیجئے! میں نے عرض کیا کہ کمیٹی نے جو کچھ تجویز کیا ہے۔ میں اُسے پیش کر رہا ہوں اور آپ کو بھی کمیٹی کی تجویز کو قبول کرنا چاہئے! فرمایا:۔ کمیٹی میں کتنے ممبر ہیں؟ میں نے کہا: ہم سات آدمی ہیں۔ فرمایا اس جلسہ پر جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ وہ آپ ہی صاحبوں کا ہے یا عام چندہ سے ہے؟ میں نے کہا: عام چندہ ہے! فرمایا: پھر آپ کو اس طرح صرف کرنے کا حق نہیں ہے! میں نے کہا کہ پبلک نے ہمیں اختیار دیا ہے۔ کہنے لگے کہ:

پبلک نے آپ کو یہ سمجھ کر اختیار دیا ہے کہ آپ حضرات کفایت شعاری کے ساتھ واجبی طور پر خرچ کریں گے۔ لہذا آپ اس بیدردی کے ساتھ خرچ کرنے کے مختار و مجاز نہیں ہیں۔ میں نے کچھ اور کج بحثی کرنی چاہی مگر حضرتؒ نے (فیصلہ کن انداز میں) فرمادیا کہ میں اس سے زیادہ نہیں لوں گا۔

ارسال کردہ رقم کا حساب :

آپ کو پہلی مرتبہ باڑھ (ضلع پٹنہ) مدعو کیا گیا تو سفر خرچ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیا گیا۔ یہ کافی

متمول مسلمانوں کی آبادی ہے۔ جلسہ کے بعد جب واپسی کا وقت آیا لوگوں نے ایک بڑی رقم پیش کی۔ حضرتؒ نے فرمایا: بٹھریئے! لوگوں نے سمجھا کہ حضرتؒ نے رقم کو کم خیال کرتے ہوئے ایسا فرمایا ہے۔ تو فوراً اس میں اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن اسی اثناء میں حضرتؒ نے بیگ سے کچھ روپے اور حساب کا کاغذ نکال کر دیا اور فرمایا: آپ نے جو روپے بھیجے تھے، اس کا حساب یہ ہے اور اتنے روپے اس میں سے بچ گئے ہیں، لوگوں نے بیجا اصرار کیا کہ حضرتؒ! بچی ہوئی رقم کو واپس نہ فرمائیں۔ اور جو روپے پیش کئے جا رہے ہیں ان کو قبول فرمائیں۔ مگر حضرتؒ نے صاف انکار فرمادیا۔ (تذکرہ شیخ مدنی ۱۷)

غیر محرم سے نظریں بچانے کا اہتمام :

مولانا فریدالوحیدؒ کہتے ہیں: گھر میں ہر طبقہ کی خواتین ہر قسم کی درخواستیں اور اپنی پریشانیاں گوش گزار کرنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں۔ حضرت مدنیؒ عموماً اہل خانہ کے واسطے سے درخواستیں سنتے اور جوابات، دعائیں، مشورے اور تعویذات مرحمت فرماتے اور براہ راست بھی پند و نصائح اور مشوروں سے مستفید فرماتے۔ خواتین کو بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک لمبا کپڑا عمامہ وغیرہ کا ایک سر خود پکڑتے اور دوسرا سر اپس پردہ خواتین پکڑتیں، پھر کلمات بیعت تلقین فرماتے۔ گاؤں کی خواتین کبھی کبھی اہل خانہ کی نظر بچائے ہوئے مطالعہ گاہ تک پہنچ جاتیں اور سامنے کھڑی ہو جاتیں ایسی صورت میں حضرت مدنیؒ بہت پریشان اور سرا سیمہ ہو کر اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیتے۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۳۱)

مہمان نوازی :

مہمان نوازی سارے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، مگر ابراہیم علیہ السلام کا وصف خاص تھا۔ ان کا طبعی جذبہ تھا کہ کوئی مہمان آئے اور اس کو کھانا کھلائیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی طبعی طور پر مہمان نواز تھے۔ ان پر یہ وصف غالب تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ سارا گھر مہمان کے حوالے کر دیں۔ حضرتؒ کا طبعی جذبہ تھا کہ مہمان کی جتنی خدمت ہو سکے کی جائے۔ اس حوالے سے کئی واقعات موجود ہیں۔ بطور نمونہ چند واقعات نذر قارئین ہیں۔

نجی معاملات، دفتر، کتب خانہ اور خانقاہ :

حضرت مولانا فریدالوحیدؒ اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

مطالعہ کے لئے کوئی مخصوص کمرہ یا لائبریری نہ تھی، ایک بڑے کمرے کا درمیانی حصہ کتابوں کی الماریوں سے گھر کر خود بخود الگ سا ہو گیا تھا۔ اس میں ایک چٹائی پر ہرن چیتل یا پہاڑی بکرے کی کھال بچھی ہوئی تھی اور چڑے کا ایک گاؤ تکیہ سہارے کے لئے رکھا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور یا تازہ ناریل کی چھال بھری ہوئی تھی۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر ہوتے تھے اور سامنے کاغذات کا ایک انبار ہوتا تھا جو درخواستوں، خطوط، مضامین اور دارالعلوم کی فائلوں اور دیگر یادداشتوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس چٹائی کی ایک جانب لکڑی کے تختہ پر ایک اسٹیل کا معمولی سا بکس ہوتا تھا، جس میں چند جوڑے معمولی کھدر کے ہوتے تھے اور اسی بکس کے قریب ایک کھوئی پر حضرت اپنی شیروانی، عبا اور عمامہ ٹانگ دیا کرتے تھے۔ یہی مطالعہ کا کمرہ حضرت کا عبادت خانہ بھی تھا، تہجد و نوافل یہیں ادا فرماتے اور اسی جگہ ذکر و مراقبہ میں مصروف ہوتے۔ اس مطالعہ گاہ کی ایک جانب حضرت کی چارپائی تھی اور دوسری جانب وضو کی چوکی۔ ہمارے بچپن کے دور میں چارپائی خالی پڑی رہتی تھی۔ اور چٹائی ہی پر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ مگر کم و بیش پندرہ برس سے تقریباً تین گھنٹے کے لئے یہ چارپائی استعمال میں آنے لگی تھی مگر چارپائی پر آرام کے یہ تین گھنٹے مسلسل نہ تھے۔ بلکہ دوپہر کے کھانے کے بعد آدھ گھنٹہ اور رات کو ساڑھے بارہ یا ایک بجے کے بعد تقریباً ڈھائی گھنٹوں پر مشتمل تھے۔ گھر کے افراد میں سے جس کو کچھ عرض کرنا ہوتا وہ مطالعہ گاہ میں حاضر ہوتا اور حضرت ہمیشہ اسے وظیفہ پڑھتے، مطالعہ کرتے یا کچھ تحریر فرماتے ہوئے ملتے بچے تو آواز دے کر اور ”اباجی یا دادامیاں“ کہہ کر مخاطب کر لیتے تھے مگر ہم لوگ یا حضرت دادی صاحبہ کھڑی رہ کر انتظار کرتیں کہ حضرت متوجہ ہوں تو عرض مدعا کیا جائے عموماً سرائٹھا کر دریافت فرماتے کہ: کیوں آیا ہے؟ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ انتظار بسیار کے بعد ہمیں واپس آنا پڑتا۔ گھر میں بلا ضرورت کسی سے گفتگو نہ فرماتے اور جب گفتگو کرتے بہت ٹھہر ٹھہر کر چھوٹے چھوٹے جملوں میں اس طرح بولتے جیسے روزمرہ کی زبان آتی ہی نہ ہو۔ بچوں سے البتہ کبھی کبھی خوش طبعی اور مزاح کی گفتگو فرمالیا کرتے تھے۔ جس میں ہم نوجوانوں کو بھی شریک کر لیتے تھے۔

گھر میں مہمانوں کی ضروریات کے علاوہ کچھ نہ ہو :

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں گھر کے کسی سامان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ حتیٰ کہ وقت بے وقت مہمانوں کے ہجوم اور عین وقت پر پندرہ بیس مہمانوں کے لئے کھانا طلب کر لینے کے مسئلے کو جب ریفریجریٹر کے ذریعہ حل کیا گیا تو غالباً مہینوں اس کو دیکھا تک نہیں ایک روز اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی تو دادی

صاحبہ سے دریافت فرمایا کہ: یہ کیسے کھلتا ہے؟ اس میں چیزیں کس طرح تازہ اور بغیر خراب ہوئے رہتی ہیں؟

”اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میرے گھر میں مہمانوں کی ضروریات کے علاوہ اور کوئی چیز نہ ہو۔“

مرض وصال میں چارپائی پر آرام فرماتے ہوئے ہر کھانے اور چائے کے وقت عم گرامی مولانا اسعد صاحب کو تاکید فرماتے اور دادی صاحبہ سے دریافت فرماتے کہ مہمانوں نے کھانا کھالیا؟ چائے پی لی؟

چونکہ کھانا و ناشتہ مہمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اور یہی بات آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اس لئے ایام مرض میں بھی سب کے منع کرنے کے باوجود جب تک سکتا رہی بہ ہزار دقت کھانے کے وقت مہمان خانے برابر تشریف لاتے رہے۔

ایشیاری و فیاضی اور مہمان نوازی :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں :

ناظرین نے ایشیاری و فیاضی کے بہت سے نمونے دیکھے ہوں گے۔ خود اس عاجز نے بھی دیکھے ہیں، لیکن حضرت مدنی کی ذات میں اس کا جو نمونہ دیکھا اس کی مثالیں تو پچھلی تاریخ کی کتابوں میں بھی بہت کم ہی مل سکیں گی۔

حضرت مدنی کا دولت خانہ ایک ایسا وسیع مسافر خانہ یا مہمان خانہ تھا کہ جن لوگوں کو خود کبھی حضرت کا مہمان بننے کا اتفاق نہیں ہوا، وہ کسی دوسرے سے اس کا حال سن کر صحیح اندازہ نہیں کر سکتے..... بیسیوں دفعہ کے اپنے مشاہدے اور تجربہ کی بنا پر میرا محتاط اندازہ ہے کہ برہنہ برس سے حضرت کے یہاں مہمانوں کا اوسط چالیس پچاس روزانہ سے کم نہ رہتا تھا، ان میں ایک خاص تعداد تو اہل طلب کی ہوتی تھی جو حضرت سے بیعت ہونے کی لئے دور دور قریب کے مختلف مقامات سے روزانہ آتے تھے، ان کے علاوہ ایک تعداد ان لوگوں کی ہوتی تھی، جو صرف زیارت و ملاقات کے لئے یا کسی معاملہ میں دعا کی درخواست کے لئے یا اپنی کسی ضرورت میں حضرت کی سفارش حاصل کرنے کے لئے یا ایسے ہی کسی اور کام سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور ایک دو دن رہ کر واپس چلے جاتے تھے، ان کے علاوہ کچھ حضرات وہ بھی ہوتے تھے، جو ذکر و شغل اور روحانی تربیت کے لئے کئی کئی مہینے حضرت کی

جو مہمان کا دل دکھائے گا، میں اُس کو معاف نہیں کروں گا :

اور میرا خیال ہے کہ مہمانوں کی ان قسموں کے علاوہ کچھ لوگ حضرتؒ کی اس فیاضی اور مہمان نوازی سے بے جا فائدہ اٹھانے والے بھی ہوتے تھے۔ میں نے واقفین سے سنا ہے کہ قرب و جوار کے دیہات کے بعض لوگ جو بازار، تھانہ یا تحصیل کے اپنے کاموں سے دیوبند آتے تھے، وہ بھی کھانے کے وقت حضرتؒ کے مہمان بن جاتے تھے اور حضرتؒ ان کی اس نوعیت سے واقف ہونے کے باوجود ان کی مہمان نوازی کرتے تھے، بلکہ خادموں تک کو سخت تاکید تھی کہ اگر کسی کے متعلق ایسا اندازہ ہو تب بھی مہمانوں ہی کی طرح اس کا اکرام کیا جائے۔ مجھے حضرتؒ کے ایک خادم نے خود بتایا کہ ایک دفعہ انہوں نے ایسے ہی ایک صاحب سے کچھ کہہ دیا تو حضرتؒ ان پر سخت غصہ ہوئے اور یہاں تک فرمایا کہ میرے آنے والے کسی بھی مہمان کا جو شخص دل دکھائے گا، میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت مدنیؒ کا دسترخوان :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

حضرتؒ دونوں وقت مہمانوں کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور سب مہمان وہی کھاتے تھے، جو خود حضرتؒ کھاتے تھے۔ اگر کسی خصوصی مہمان کے اکرام میں کوئی خاص اہتمام اور تکلف کیا جاتا مثلاً پلاؤ پکٹیا یا تریڈ تیار کیا جاتا، یا دیوبند کی مشہور فیرونی آتی تو بلا امتیاز سارے مہمان اس دن وہی کھانا کھاتے اور میرا خیال ہے کہ ہفتے میں ایک دو دفعہ ایسا ضرور ہوتا تھا۔

یہاں اس چیز کا ذکر کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرتؒ کے یہاں روزمرہ کا سادہ کھانا بھی (یعنی روٹی اور آلو یا آلو کی جیسی ترکاری کے ساتھ بڑے گوشت کا شوربہ والا سالن) اس قدر لذیذ اور ذائقہ دار ہوتا تھا کہ میں خود بھی شہادت دے سکتا ہوں اور بہت سے مہمانوں سے بھی میں نے سنا ہے کہ حضرتؒ کے دسترخوان پر بیٹھ کر سوایا یا ڈیوڑھا کھانا کھایا جاتا ہے اور کبھی نقصان نہیں دیتا، جو لوگ حضرتؒ کے حالات سے کچھ باخبر ہیں اور جنہوں نے حضرتؒ کی عجیب و غریب اور بے مثال مہمان نوازی کا تجربہ کیا ہے، ان کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ روزمرہ کی اس مہمان نوازی اور اسی طرح کی بعض دوسری لکھی مددوں میں حضرتؒ کے ہاتھوں سے جو کچھ دوسروں پر خرچ ہوتا تھا، خود اپنی ذات پر اور

اہل و عیال پر اس کا چوتھائی بھی خرچ نہیں ہوتا ہوگا۔

قلب و روح حب مال سے پاک تھے :

کسی بندے کے ظاہری احوال و اعمال سے اس کے اندرونی حال کے بارے میں جہاں تک رائے قائم کرنے کا حق ہے، اس کی بنا پر پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ (بجل) اور حب مال سے حضرتؒ کے قلب و روح کو ایسا صاف کر دیا تھا کہ شاید اس کے غبار کا کوئی ذرہ بھی وہاں نہیں رہا تھا اور ان شاء اللہ حضرتؒ اس قرآنی بشارت کے خاص مستحقین میں ہوں گے۔

وَمَنْ يُؤَقِّ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (اور اللہ نے اپنے جن بندوں کو شیخ (بجل) اور حب مال کی بُری خصلت سے بچایا، وہ یقیناً فلاح پانے والے ہیں) (تحدیث نعمت)

اکرام ضیف کا ایک حیرت انگیز واقعہ :

اگر کبھی کوئی شخص مہمان کے ساتھ بد خلقی سے پیش آیا اور آپ کو علم ہوا تو انتہائی غضبناک ہوئے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب تقریباً دو ماہ مقیم رہے نہ نماز پڑھتے نہ حضرتؒ کی مجالس میں شریک ہوتے۔ خادم مہمان خانہ نے ان سے کہا کہ: تم دو مہینے سے مقیم ہو نہ حضرتؒ کے سامنے اپنا مقصد پیش کرتے ہو اور نہ ہی نماز پڑھتے ہو اگر یہاں آنے سے تمہارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ تو جاؤ اپنا گھر بار دیکھو! اتفاق اور شومی قسمت سے جس وقت خادم نے یہ گفتگو کی اس وقت میں بھی وہیں موجود تھا۔ بات رفت و گذشت ہو گئی اور وہ مہمان رخصت ہو گئے۔ ہمارے ذہن سے بھی واقعہ نکل گیا۔ مہینوں کے بعد حضرتؒ کو یہ واقعہ کسی طرح معلوم ہوا، حضرتؒ کی خدمت میں راقم الحروف حاضر ہوا تو آپ مطالعہ میں مصروف تھے۔ جوں ہی مجھ پر نظر پڑی مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا: مہمان سے یہ کس نے کہا کہ چلے جاؤ! مردک، گدھے! تو اسی لئے پیدا ہوا تھا؟؟ یوں عموماً حضرتؒ مجھے مختلف باتوں پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی تنبیہ زبان و بیان کی حد سے گذر کر دست مبارک تک پہنچنے والی ہوتی۔ پہلی ہی نظر اس کا اندازہ ہو جایا کرتا تھا۔ آج جوں ہی حضرتؒ نے میری جانب نگاہ اٹھائی، مجھے فوراً صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گیا اور نہایت صفائی کے ساتھ اپنا بے قصور ہونا ثابت کرنا شروع کر دیا: ”تو وہاں موجود تھا“ تو نے روکا نہیں“ میں نے جرات کرتے ہوئے عرض کیا کہ وہ مہمان دو ماہ سے مقیم تھے۔ تارکِ صلوٰۃ تھے۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ صوفی جی کچھ بے جا نہیں کر رہے ہیں۔ فرمایا :

”تارکِ صلوة ہمارا نہیں خدا کا قصور وار ہے۔ اس پر ان کو سمجھانا چاہئے تھا۔ اور کوئی مہمان دو ماہ رہے چاہے سو ماہ رہے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھے یہ نہ سمجھنا کہ میں سفر پر رہتا ہوں مجھے علم نہیں ہوتا اگر کسی نے مہمانوں کو تکلیف پہنچائی تو میں قیامت کے دن دامن گیر ہوں گا۔“

آپ کی عنایت ہے کہ خدمت کا موقع دیا :

ایک واقعہ جسے میں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن بڑے تو اتر اور ثقہ حضرات سے سنا ہے۔ یہ ہے کہ ایک رات حضرت بارہ بجے درسِ حدیث سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو مہمان خانے میں ایک بڑے میاں نے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے؟ حضرت نے بجائے اپنا نام بتانے کے بڑی نرمی سے دریافت کیا کہ آپ کو کچھ کام ہے؟ مہمان نے کہا کہ ذرا حقہ بھر دو! تعمیل حکم کے لئے حضرت بڑی آہستگی کے ساتھ چار پائی کی طرف بڑھے۔ نصف شب کا وقت اور خواب و بیداری کی کشمکش کا عالم تھا اور مہمان بھی کچھ ضعیف العمر تھے۔ حضرت چار پائی کے پاس پہنچے، تو بھی ان صاحب نے منہ سے چادر ہٹانے اور آنکھیں کھول کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ میاں! جب چلم بھر رہے ہو تو حقہ بھی تازہ کر لینا نہ جانے کب سے تازہ نہیں ہوا ہے۔ کچھ مزہ نہیں آیا۔ حضرت حقہ لے کر زانا خانہ تشریف لائے، اہل خانہ محو خواب تھے۔ خود ہی حقہ تازہ کیا اور انگارے بنا کر چلم بھری، ادھر بڑے میاں نے سوچا کہ آنکھ کھل گئی تو لگے ہاتھوں پیشاب سے بھی فارغ ہو لیں، چنانچہ وہ پیشاب سے فارغ ہو کر آئے۔ ادھر سے وہ مہمان نواز میزبان حقہ لئے پہنچے جب بڑے میاں نے حضرت کی صورت دیکھی تو نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا سانس اوپر رہ گیا۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن حضرت نے بکمال شفقت و انکساری فرمایا :

”یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے خدمت کا موقع دیا۔ ہمارے والد مرحوم حقہ کے بڑے شائق تھے۔ اس لئے مجھے تو حقہ بھرنے کی عادت ہے۔ اور پھر مہمان کی خدمت میں تو بڑا شرف و امتیاز ہے۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۲۲۸ تا ۲۳۰)

مستحقین اور مہمانوں کی خبر گیری :

حضرت مولانا رشید الوحید بیان کرتے ہیں :

زمانہ مرض میں ایک دن کا واقعہ ہے۔ طبیعت کچھ سنبھلی تھی کمرے میں کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ میں حاضر ہوا۔ ایک دم نظر اٹھائی جیسے کسی کے منتظر ہوں، فرمایا کہ لے یہ لیجا! اور چار عدد منی آرڈر عنایت فرمائے جو مختلف جگہ جارہے تھے۔ ایک صاحبہ نے اپنی پوری کیفیت اور مفلسی کے ذکر کے بعد لکھا کہ میں مسلم نسواں اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں اس ماہ فیس نہ ہونے کی وجہ سے ڈر ہے کہ نام خارج ہو جائے۔ آپ مدد فرمادیں گے۔ تو میں بہت بڑی دشواری سے بچ جاؤں گی۔ حضرت نے ان کو تسلی دی تھی۔ اور فیس مع کچھ زائد رقم روانہ فرمادی۔ ایک صاحبہ نے سردی کے سامان کے لئے مدد طلب کی تھی۔ انہیں مکمل سردی کا سامان تیار کرنے کے لئے خرچ روانہ فرمایا ایک منی آرڈر ان کے نام تھا۔ اس کے علاوہ جو سلسلے مستقل امداد کے تھے۔ بیماری کی شدت کے زمانے میں بھی کبھی فراموش نہ ہوئے۔ بعض اوقات سخت حیرت ہوتی جب پوری غفلت یا کرب و بے چینی کے بعد کچھ ہوش آتا تو فوراً فرماتے مہمانوں نے کھانا کھالیا۔ اسعد کہاں ہے؟ اس سے کہو کہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھائے۔ ان کے آرام کا مکمل خیال رکھے۔ ایک بار مولانا اسعد صاحب کہیں چلے گئے۔ اتفاق سے ایک مہمان کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ فوراً مولانا اسعد صاحب کو بلوایا اور جب وہ حاضر ہوئے تو سخت غضبناک ہو کر فرمایا کہ: مہمان بھوکے رہیں اور تجھے پتہ نہ چلے۔ حضرت کی اس تنبیہ کے بعد سے کبھی موصوف نے کھانے پر مہمانوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سلیم اللہ جن کے ذمہ مہمانوں کی خدمت اور دیگر خانگی ضروریات کی فراہمی ہے۔ انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ روزانہ صرف آدھ گھنٹہ کے لئے گھر میں پردہ کرا کے حاضری کا موقع عنایت فرمایا جائے تاکہ خدمت کی سعادت حاصل کر سکوں۔ حضرت نے نہایت یگانگت اور محبت سے فرمایا کہ:

”بھائی تمہارے لئے یہ بہت کافی ہے۔ کہ تم میرے مہمانوں کی خدمت کرتے رہو۔

سلیم اللہ! مجھ پر تمہارا یہ بڑا احسان ہے۔ کہ میری غیر حاضری میں مہمانوں کا خیال رکھتے

ہو، بس تمہیں اور خدمت کی ضرورت نہیں۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۲۱)

مہمانوں کا انتظار :

دستر خوان پر اگر کوئی مہمان موجود نہ ہوتے۔ تو فوراً دریافت فرماتے، نام تو سب کے کہاں تک یاد رہتے علامات بتا کر دریافت فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً وہ جو سیاہ شیروانی پہنے ہوئے تھے۔ یا وہ جو لاہور سے تشریف لائے ہیں۔“ غیر مسلم مہمان کے لئے اس سے دریافت کر کے سبزی پکواتے یا بازار

میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کھانا تو کافی نہ ہوگا۔ مگر اس میں سے بچ بھی گیا۔ اس امر کا میں نے متعدد بار مشاہدہ کیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۸۳)

بوسیدہ حال لوگوں کا درجہ :

ایک عینی گواہ کا بیان ہے کہ :

ایک مرتبہ کھانے کے موقع پر ایک صاحب جو بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ دوسرے حضرات کے سفید پوش اور معزز ہونے کی وجہ سے مرعوب ہو کر کھانے کے حلقے سے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت نے دیکھا تو ساتھ کھانے کے لئے فرمایا۔ اتفاق سے وہ ایسے صاحب کے پاس آ بیٹھے جو بہت معزز اور سفید پوش تھے۔ موصوف ان کے پاس بیٹھ جانے کی وجہ سے کچھ کبیدہ خاطر سے معلوم ہو رہے تھے۔ یہ محسوس کرتے ہوئے اول الذکر مہمان کچھ تکلف اور پریشانی کے ساتھ کھا رہے تھے۔ حضرت نے اس صورت حال کا احساس کرتے ہوئے فرمایا کہ اٹھئے! وہ نہ اٹھے تو دوبارہ فرمایا کہ آپ اٹھئے۔ اب وہ اٹھے تو حضرت نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ اچھی طرح اور اطمینان سے کھائیے! پھر فرمایا کہ کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان بوسیدہ حال لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنا اونچا درجہ ہوگا۔ یہ سن کر سفید پوش صاحب پر گھڑوں سے پانی پڑ گیا اور بعد میں ان مفلوک الحال مہمان سے انہوں نے معافی مانگی۔ اس وسعت مہمان نوازی پر ہی معاملہ ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ بلکہ بہت سے ضرورت مندوں، یتیموں اور یواؤں کی امدادوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ صاحب سندھی جب تک حجاز میں رہے۔ حضرت ہمیشہ ان کو پچاس روپیہ ماہوار کے حساب سے ارسال فرماتے رہے۔ جو دو عطا کا یہ سلسلہ اس قدر پوشیدہ رہتا تھا کہ بہت سے قریبی حضرات کو بھی اطلاع نہ ہوتی تھی۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۹۲)

اگر مہمانوں کیلئے انتظام ہو سکتا ہے تو میں بھی کھا سکتا ہوں :

حضرت مولانا بشیر احمد فیض آبادی لکھتے ہیں :

ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں شیخ اسلام حضرت مدنیؒ ٹانڈہ میں قیام فرماتے تھے۔ ناچیز کو متعدد مرتبہ حاضری کا اتفاق ہوا۔ مئی اور جون کا رمضان تھا۔ گرمی شباب پر تھی اور شدید لو چل رہی تھی۔ روزانہ مہمانوں کی ایک کثیر تعداد کا اوسط تھا۔ اہل خانہ نے آپؒ کے ضعف کے پیش نظر اور موسم کے تقاضے کے بموجب عرض کیا کہ سحر کے وقت آپ کوئی میٹھی چیز تناول فرمالیا کریں۔ یہ سن کر پیکر

سے غیر مسلم کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا منگوا کر اپنے ساتھ شریک کرتے تھے۔ اگر غیر مسلم مہمان گوشت خور ہوتا تو اسی عام دسترخوان پر اور عام برتن میں جس میں سب کھا رہے ہوتے شریک فرماتے تھے۔ کھانا گول دسترخوان پر کھایا جاتا۔ درمیان میں ایک بڑی قاب میں سالن یا طشت میں چاول رکھے جاتے اور اس کے گرد تمام مہمان مع میزبان بیٹھتے۔ دسترخوان پر امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور اس موقع پر وزیر فقیر رئیس و مفلس تاجر و کسان سب دوش بدوش نظر آتے۔ (انفاس قدسیہ)

مہمانوں کی خدمت اور کمال وسعت ظرف :

مہمانوں کے لئے نہ کوئی وقت تھا اور نہ قاعدہ جس وقت بھی مہمان آتا گھر میں جو کچھ موجود ہوتا۔ مہمان کے سامنے لا کر رکھ دیا جاتا۔ عالم، جاہل، شہری، دیہاتی غرض کہ ہر قسم کے مہمان آتے۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے اور ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ ایک مہمان آیا جس کے کپڑوں سے تعفن کے بھکے اٹھ رہے تھے اور ان میں بے شمار جوئیں بھی تھیں۔ مہمان خانے میں کوئی بھی اس کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیتا لیکن کھانے کے وقت حضرت جب مہمان خانے میں تشریف لائے تو اسے اپنے برابر بٹھا کر کھانا کھلایا اور کھانے کے بعد منہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے اپنا تولیہ عنایت فرمایا۔ قریب بیٹھنے کی وجہ سے حضرت کے کپڑوں پر بھی جوئیں چڑھ گئیں۔ جن کو آپ نے اندر تشریف لے جا کر صاف کر دیا۔ (انفاس قدسیہ)

طعام میں برکتیں اور کرامتیں :

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہارویؒ راوی ہیں :

میں نے کئی بار دیکھا کہ بعض لوگ دیوبند اپنے نجی کاموں سے آتے کوئی تحصیل اور منصفی میں اپنے مقدمات کی پیروی کے لئے، کوئی اپنے کسی عزیز سے ملاقات کی غرض سے مگر قیام شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے یہاں ہوتا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ خود اپنے مہمانوں کو بھی حضرت مدنیؒ کے یہاں پہنچا دیتے۔ برکتِ طعام کی کرامت جیسی میں نے حضرت مدنیؒ کے یہاں دیکھی کسی بزرگ کے یہاں نہیں دیکھی۔ ایک ہی سالن ہوتا تھا۔ ایک تانبے کی بڑی رکابی میں اور روٹیاں ہوتی تھیں۔ جتنے حاضرین بیٹھ جاتے سب سیر ہو جاتے تھے۔ اور کھانا بچ رہتا۔ سب سے پہلے مجھے جب حضرت مدنیؒ کے یہاں مہمان ہونے کا اتفاق ہوا تو کھانے والوں کی تعداد اور کئی طعام کو دیکھتے ہوئے میرے دل

مولانا مدنیؒ کو دیکھا ہے۔ کھانا پکاتے وقت باورچی باورچی رہتا تھا۔ آپ کی حیثیت مالک کی ہوتی تھی لیکن کھانا کھاتے وقت باورچی و مالک ایک ہوتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مدنیؒ کو صرف ایک پاؤ گوشت ملتا تھا۔ لیکن کھانے کے وقت جو بھی آکر کھاتے وقت بیٹھ جائے، اس کو حصہ مل جاتا تھا۔ پتہ نہیں تھا کہ جیل میں کب تک رہنا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی معمولی قیدی کھانے کے وقت آگیا تو اس کا کھانا اور اپنا کھانا ملا کر اس کو اپنے ساتھ کھلاتے تھے۔ تندرستی کرنے لگی تو میں نے جیل کے ڈاکٹر سے کہا کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنا کھانا تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس لئے تندرستی گرتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر نے پہلے تو یہ کہا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ قاعدہ یہی ہے۔ کہ صرف پاؤ بھر گوشت دیا جائے لیکن جب دوسرے دن آکر معائنہ کیا تو صحت میں انحطاط دیکھ کر پاؤ بھر گوشت کا اضافہ کر دیا لیکن اسی کے حساب سے حضرت مدنیؒ کا خرچ بھی بڑھ گیا، اور پہلے سے بھی زیادہ لوگ کھانے میں شریک ہونے لگے۔

میں مسلمان ہو جاؤں گا :

ایک دن ایک قیدی نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں آکر فریاد کی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور پاس ہی فلاں قیدی بھی تھا۔ اس نے میری اٹھنی چرائی ہے۔ (جیل میں اٹھنی روپے کے برابر تھی) مولانا نے کہا: تو میں کیا کر سکتا ہوں میں بھی تمہاری ہی طرح ایک قیدی ہوں۔ لیکن جب اسے زیادہ رنجیدہ دیکھا تو اپنے پاس سے اٹھنی دے کر رخصت کیا۔ یہ دیکھ کر میں نے برجستہ عرض کیا کہ اب میں آپ کے ساتھ اس بیرک میں نہ رہوں گا کیونکہ آپ کے اخلاق اس قدر وسیع ہیں کہ اگر میں آپ کے ساتھ کچھ دن اور رہا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ: تم تو بہت دن سے مسلمان ہو تم کیا مسلمان ہو گے۔

(شیخ الاسلام نمبر ۱۴۶)

آج پرہیز توڑیں گے :

حضرت مدنیؒ اپنے کھانے اور مہمانوں کے کھانے کو الگ نہ ہونے دیتے تھے۔ اگر کبھی ناسازی طبع کی بنا پر آپ کے لئے پرہیزی کھانا تیار کیا جاتا، تو اسے بھی آپ مہمانوں کے سالن میں ملا دیتے۔ مئی ۱۹۵۷ء میں جب آپ پر لو کا حملہ ہوا اور کئی دن پرہیزی کھانا کھاتے ہوئے ہو گئے، تو ایک دن فرمایا آج تو پرہیز توڑیں گے، مہمانوں کے ساتھ کھائے ہوئے کئی دن ہو گئے۔ (انفاس قدسیہ)

اتباع سنت نے برجستہ فرمایا کہ :

”میرے مہمان روٹی سالن کھائیں اور میں میٹھی چیز استعمال کروں؟ اگر مہمانوں کے لئے انتظام ہو سکتا ہو تو میں کھا سکتا ہوں ورنہ میں تنہا نہیں کھاؤں گا۔ آخر کار اہل خانہ سب کے لئے روزانہ سحر میں بیٹھے چاول یا شیر یا سیویوں کا اہتمام کرتے تھے۔“

ساری رات عبا اوڑھ کر گزار دی :

جناب مولانا فیض اللہ صاحب فیض آبادی مجاز حضرت مدنیؒ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں، یہ اس زمانے کا واقعہ ہے، جب کہ موصوف دورہ حدیث میں تھے اور دارالحدیث کی آمد و رفت کے وقت راستے میں حضرت مدنیؒ کو لالٹین دکھانے پر مامور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ درس سے فارغ ہو کر ایک دن حضرت نصف شب کے قریب مکان تشریف لائے تو مہمان خانے میں دیکھا کہ ایک صاحب بہت خستہ حال اور بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے چار پائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ جب سارے مہمان سو رہے ہیں۔ وہ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ مجھ سے یہ فرما کر حضرتؒ خود ہی ان صاحب کی طرف بڑھے اور دریافت کرنے پر جب یہ معلوم ہوا کہ انہیں کسی نے دسترخوان سے اٹھا دیا اور ان کے حصے میں کوئی لحاف وغیرہ بھی نہیں آیا ہے، تو حضرتؒ بے حد متاثر ہوئے۔ بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کس نے یہ حرکت کی ہے؟ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ الغرض حضرتؒ فوراً گھر میں تشریف لے گئے اور خود کھانا لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور اس وقت تک باہر بیٹھے رہے جب تک کہ مہمان کھانے سے فارغ نہیں ہو گیا۔ سارے مہمان اور اہل خانہ سو چکے تھے۔ حضرتؒ اندر تشریف لے گئے اور اپنا بستر اٹھا لائے۔ اس کو بچھوا دیا اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گزار دی۔ مولانا فیض اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بہت اصرار کیا اور چاہا کہ اپنا بستر لے آؤں اور حضرتؒ آرام فرمائیں، مگر آپ نے کسی طرح یہ بات گوارا نہ فرمائی۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۹۴)

برابری کا برتاؤ کرتے صرف حضرت مدنیؒ کو دیکھا :

سیتا رام جی ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت مدنیؒ کے ساتھ جیل میں کچھ وقت گذرا۔ اپنے چشم دید حالات بیان کرتے ہیں :

”بھائی بھائی برابر ہیں“ یہ کہتے ہوئے بہتوں کو سنا ہے لیکن برابری کا برتاؤ کرتے صرف

باب : ۷

انابت و عبادت نماز سے محبت

اور شوقِ تلاوت

رب ذوالجلال کے احسانات تمام مخلوقات پر بالعموم اور انسانوں پر بالخصوص بہت زیادہ ہیں، بلکہ اس ذاتِ حقیقی نے انسانوں کو اپنی نعمتوں سے ڈھانپ رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظٰہِرَةً وَّ بَاطِنَةً۔ (سورۃ لقمن: ۲۰) ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی نعمتوں سے ڈھانک رکھا ہے اور اپنی تمام مخلوقات میں خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ شرافت اور بڑائی انسان کو عطا کی ہے۔

رب ذوالجلال کا منشا یہی ہے کہ انسان ہر وقت میری عبادت کرے، میرا ذکر کرے، ذکر و عبادت میں شب و روز اور صبح و شام کی قید نہیں، طہارت اور غیر طہارت کی قید نہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر لحظہ اللہ کی عبادت میں گزرے.....

زندگی	آمد	برائے	بندگی
زندگی	ے	بندگی	شرمندگی

نماز کا امتیاز و اختصاص :

عبادت میں اہم ترین مقام، ازکا ہے..... ۷

کیا سب مہمانوں کے لئے انتظام ہو جائیگا :

ایک مرتبہ رمضان شریف میں آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آج کل گرمی اور خشکی زیادہ ہے۔ سحری میں کچھ دودھ نوش فرمالیا کریں! آپؐ نے دریافت کیا کہ کیا سب مہمانوں کے لئے دودھ کا انتظام ہو جائے گا۔

چونکہ ٹائڈ میں اس قدر زیادہ دودھ کی فراہمی دشوار تھی۔ لہذا یہ طے پایا کہ سحری میں چاول یا کھیر وغیرہ تیار کرادی جائے اور اسی میں دودھ وغیرہ ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرتؐ بھی سحری میں سب کے ساتھ وہی چاول کھیر استعمال فرماتے۔ (انفاس قدسیہ)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ہمیشہ نبوی اخلاق پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش فرماتے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی حد سے زیادہ مہمان نواز تھے۔ بلکہ مہمان نوازی عرب کا شیوہ تھا۔ حضرت مدنیؒ بھی اخلاق نبوی کا پر تو اور مجسمہ تھے۔



عارفی کچھ دل کی خلوت ہی میں ملتا ہے سکون
جب کبھی دنیا کے ہنگاموں سے گھبراتا ہوں میں

اس لئے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جیسی کسی عظیم دینی شخصیت کی نماز کا ذکر شاید بہت سے لوگوں کو کچھ عجیب سا معلوم ہوگا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت اگر کسی بندے کو نصیب ہو، تو اس کو بندگی کا کمال نصیب ہو، اسی لئے نماز کو معراج المؤمن کہا گیا ہے اور اسی لئے سیدنا حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسلامی قلمرو کے تمام عمال یعنی صوبوں کے افسران اعلیٰ کے نام بھیجے جانے والے ایک مراسلہ میں سب سے پہلی بات یہ لکھی تھی کہ اِنَّ اَہَمَّ اُمُوْرٍ کُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃ (تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور دوسرے سب کاموں سے زیادہ اہتمام کی مستحق میرے نزدیک نماز ہے)

اصل بات یہ ہے کہ نماز صرف ایک دینی عمل ہی نہیں ہے، بلکہ دینی نظام میں اس کا مقام وہ ہے جو انسان کے جسمانی نظام میں اس کے قلب اور روح کا مقام ہے۔ قلب کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ اسی کے صلاح و فساد پر پورے وجود انسانی کے صلاح و فساد کا مدار ہے۔ (اذا صلح صلح الجسد کله و اذا فسد فسد الجسد کله) اسی طرح نماز کے بارے میں بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کو جانچا جائے گا، اگر بندہ کی نماز اچھی نکلی، تو وہ کامیاب و بامراد ہوگا اور وہ ناقص و خراب نکلی تو وہ نامراد اور خسارہ میں رہے گا اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ جس بندے کی نماز ٹھیک نکلے گی، اس کے سارے عمل ٹھیک مانے جائیں گے اور جس کی نماز خراب ہوگی، اس کے سارے عمل خراب قرار دیئے جائیں گے۔ اسی قسم کی روایات کی بنا پر علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز کا مقام دینی نظام میں قلب و روح کا مقام ہے۔

نماز کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے یہ دعا نقل کی گئی ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ... (اے میرے رب مجھے ایسا کر دے کہ میں اچھی نماز ادا کرنے والا ہو جاؤں اور میری نسل میں سے بھی)

نماز کی روح :

بہر حال اللہ کے کسی بندے کو نماز کی حقیقت اور اس کی روح کا نصیب ہونا اس کا سب سے بڑا کمال اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔

نماز کی روح کیا ہے؟..... اس کے جاننے کے لئے امام عارف حضرت شاہ ولی اللہؒ کی یہ

عبارت پڑھ لیجئے۔ وروح الصلوۃ ہی الحضور مع اللہ والاستشراف للجبروت و تذکر جلال اللہ مع تعظیم ممزوج محبة و طمانینۃ۔ (حجۃ البالغہ ص ۶۷) یعنی اللہ کے سامنے حضوری اور سکینت و محبت آمیز تعظیم کے ساتھ اس کے جلال و جبروت کا تصور اور گہرا دھیان بس یہی نماز کی روح ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے نماز کی جو روح بتائی ہے، وہ بلاشبہ ایک باطنی حال ہے، جس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، لیکن جس طرح رنج و غم، فکر و الم، مسرت و شادمانی، لذت و سرور وغیرہ قلبی اور باطنی کیفیات کے آثار کسی کے چہرے پر دیکھ کر یا اس کی گفتگو اور آواز میں ان کے اثرات محسوس کر کے ان اندرونی کیفیات کا اندازہ ہر ہوش و گوش والا کر لیتا ہے، اسی طرح نماز کی اس روح کے آثار بھی دوسروں کے لیے بعض اوقات اتنے عیاں ہو جاتے ہیں کہ وہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتے اور کانوں سے سن لیتے ہیں۔ بعض صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیان کیا ہے کہ نماز کی حالت میں ہم آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے چمکی چلنے کی سی (یا بعض راویوں کے بیان کے مطابق ہانڈی میں جوش آنے کی سی) ایک آواز سنتے تھے تو یہ دراصل اسی اندرونی کیفیت کا ایک اثر تھا، جس کو دوسرے بھی محسوس کرتے تھے۔

بہر حال نماز سے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو اس درجہ عشق تھا اور جماعت کی پابندی کا اس قدر اہتمام تھا کہ ان کو دیکھ کر قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کے معنی سمجھ میں آ جاتے اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی شہادت :

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ساتھ اور قریب کھڑے ہو کر جب کبھی نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا تو ہمیشہ یہ محسوس ہوا کہ حضرت مدنیؒ وہ نماز پڑھتے ہیں، جو ہم کو نصیب نہیں، خاص کر جب حضرتؒ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے تو بعض اوقات تو خطرہ ہونے لگتا کہ کہیں قلب نہ پھٹ جائے۔

ادھر کئی سال سے حضرتؒ کے گھٹنوں میں مستقل تکلیف رہتی تھی، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، خاص کر سجدے میں جانا اور سجدے سے کھڑا ہونا بڑی تکلیف اور مشقت کے ساتھ ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ دیکھنے والوں کا بھی دل دکھتا تھا، لیکن اس تمام عرصہ میں فرائض ہی نہیں بلکہ اذان اور تہجد وغیرہ نوافل بھی ہمیشہ کے معمول کے مطابق طول قرات اور طول قیام ہی کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ معلوم ہوتا

مرض الموت کے دوران جبکہ اطباء اور ڈاکٹروں نے باہر تشریف لانے اور نقل و حرکت کی قطعی ممانعت کر دی تھی، برابر یہی فرماتے رہتے کہ :

”بھائی ! باہر کا کمرہ زیادہ دور نہیں ہے، مجھ کو فقط جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدیتے، نماز پڑھ کر میں فوراً واپس آ جاؤں گا۔ بیٹھوں گا نہیں۔“

مگر اطباء برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت ! اس وقت نقل و حرکت بہت مضر ہے۔ چند دن آرام فرمالیں، اس کے بعد ان شاء اللہ کوئی ممانعت نہیں رہے گی اور گھر میں بھی آپ بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں۔ حضرت نے باہر نہ نکلنے کے حکم کو تو مجبوراً مان لیا، لیکن بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ البتہ جب ضعف اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور کھڑے ہونے کی سکت جسم میں باقی ہی نہیں رہی، تو آخر میں ہفتہ عشرہ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے رہے، قضا پھر بھی کوئی ایک نماز نہیں ہوئی۔

کیا اذان ہوگئی ؟

نمبر کا اخیر عشرہ بہت زیادہ شدت مرض اور تکلیف کا تھا، مگر جب نماز کا وقت ہوتا فوراً دریافت فرماتے تھے کہ کیا اذان ہوگئی؟ اگر معلوم ہوتا کہ اذان ہوئی ہے، تو فوراً نماز کی تیاری شروع فرما دیتے۔ ایک مرتبہ لیٹے ہوئے تھے، میں بدن دبا رہا تھا، فرمایا کہ اذان ہوگئی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! مگر ابھی کوئی دو منٹ گزرے ہوں گے، ابھی تو کافی وقت ہے آپ تھوڑی دیر اور آرام فرمالیں، فرمانے لگے :

”نہیں بھائی! جب تک نماز سے فراغت نہیں ہو جاتی طبیعت میں الجھن اور پریشانی رہتی ہے۔“

جب قدرے افاقہ ہوا :

اسی بیماری کے دوران میں جب کچھ صحت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور اطباء نے مہمان خانے میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی۔ اب حضرت بالکل اسی طرح نماز مع سنن و سکتات ادا فرماتے، جیسے حالت صحت میں ہوں۔ ہم لوگوں نے ارادہ بھی کیا کہ امام صاحب سے کہیں کہ نماز ذرا اختصار کے ساتھ پڑھا کریں، لیکن اس سلسلہ میں حضرت کی شدت کو دیکھتے ہوئے کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

تھا کہ جس حالت کو ہم سخت تکلیف و مشقت سمجھ رہے ہیں، ان کے لئے اسی میں راحت و لذت ہے، ظاہر ہے کہ یہ حال اسی بندے کا ہو سکتا ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ”قصر عینی فی الصلوٰۃ“ اور ”یا بلال ارحنی بالصلوٰۃ“ والی کیفیت سے خاص حصہ ملا ہو۔ (تحدیث نعمت)

نماز میں استغراقی کیفیت :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ایک مرتبہ میرٹھ اسٹیشن پر نماز مغرب شروع فرمائی، نماز کی نیت باندھی ہی تھی کہ گاڑی نے سیٹی دیدی، بہت سے حضرات نیت توڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئے، لیکن حضرتؒ نے بہت اطمینان سے نماز ادا فرمائی اور دعا مانگ کر گاڑی میں سوار ہوئے۔ خدام میں سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرتؒ ! ہم لوگوں کو سیٹی کی آواز سن کر اس قدر بے تابی کیوں ہوگئی تھی؟ حضرتؒ نے فرمایا :

”بھائی ! اگر میں بھی کبھی سیٹی کی آواز سنتا تو میری بھی ایسی ہی حالت ہو جاتی !

کسی نے خوب کہا ہے -

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

ترے ذکر سے ترے شکر سے تری یاد سے ترے نام سے

(انفاس قدسیہ)

آج عملی زندگی میں دینیات، دینی فکر، دینی ذہن، اسلامی معاملات اور اسلامی معاشرت متروک ہو چکی ہے۔ صرف نماز باقی رہ گئی تھی، مگر مسلمانوں نے اسے بھی طاق نسیاں پردے مارا ہے۔ بہت سے فقیر، بہت سے پیرزادے اور بہت سے صاحبزادے تارک الصلوٰۃ ہو کر بھی مرجع خلأق ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ فرمایا کرتے :

”لوگ منزل گاہ قرب کے نزدیک صرف اس وقت جاسکتے ہیں، جب نماز میں مکمل

فرماں برداری کریں -

جذب و جنوں کا راستہ نکلا قریب کا

یکٹی حرم کی راہ طوالت کی راہ تھی“

جماعت میں شرکت :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے داماد حضرت مولانا رشید الدین بیان فرماتے ہیں :

خلاف سنت نماز میں مزائیں آتا :

اتفاق سے اس دوران میں حکیم محمد یسین صاحب بجنوری ممبر مجلس شوری دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور انہوں نے بھی حضرت کی اس کیفیت کا مشاہدہ کیا تو رخصت ہوتے وقت حضرت حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے اور اس مرض میں آرام کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے اول تو آپ باہر تشریف نہ لے جائیں اور اگر جائیں بھی تو نماز ذرا اختصار کے ساتھ ادا فرمائیں۔ آپ کے یہاں تو وہی صحت و تندرستی والا دستور چل رہا ہے۔ مرض کے عالم میں اگر کچھ سنیں مستحبات چھوٹ جائیں تو کیا مضائقہ ہے؟ لیکن حضرت نے انہیں ایسے عجیب انداز میں جواب دیا کہ اس کے بعد کچھ عرض و معروض کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی، آپ نے فرمایا :

”ٹھیک ہے، مگر میں کیا کروں، مجھ کو خلاف سنت نماز میں مزائیں نہیں آتا۔ یہ سن کر حکیم صاحب خاموش ہو گئے اور ہم نے بھی اس بارے میں آئندہ کچھ کہنے کا خیال دل سے نکال دیا۔“ (شیخ الاسلام ص ۳۱۱)

یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز کا ذوق اور اس میں انہماک اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک کہ انسان کو اس کی لذت اور حقیقی ذائقہ نصیب نہ ہو اور نماز سنت کے مطابق آنکھوں کی ٹھنڈک، دردِ دل کی دوا، قلب کی غذا اور روح کی قوت نہ بن جائے۔

چارپائی پر نماز نہ پڑھی :

مولانا رشید الوحیدی بیان فرماتے ہیں :

حضرت مدنی ”ایامِ علالت میں کبھی راضی نہ ہوئے کہ بستر پر نماز پڑھیں، نہ کبھی تیمم کے لئے تیار ہوئے، جب حضرت نے اصرار کی شدت دیکھی، تو حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے (جو سلسلہ عیادت تشریف لائے ہوئے تھے) فرمایا کہ :

”دیکھئے، ان لوگوں نے مسجد چھڑادی، جماعت چھڑادی اور اب بستر پر نماز پڑھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ کیا حکم ہے؟ حضرت شیخ الحدیث نے جواب میں فرمایا کہ میرے خیال میں تو کوئی حرج نہیں ہے، سطح برابر ہے اور نماز کے لئے اتنی شرط کافی ہے، پھر حضرت نے تیمم کے بارے میں دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ پانی سے چونکہ نقصان نہیں ہوتا، صرف نقل و حرکت میں دشواری ہوتی ہے، اس لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔“

۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء کو طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی تو مولانا اسعد صاحب نے حکیم ذکی احمد صاحب بریلوی کو فون کیا۔ موصوف شام کو تشریف لے آئے تو حضرت نے پوری تفصیل سے مرض کی کیفیت بیان فرمائی۔ موصوف حکیم صدیق صاحب کے ایک نسخہ سے موافقت فرمائی، مگر غذا میں بعض چیزوں کا اضافہ کر دیا۔ اگلے روز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپوری کے ہمراہ تشریف لائے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے تقریباً پون گھنٹہ معائنہ فرمایا اور نسخہ تجویز کیا۔

”مگر وہ بعض حضرات کے سامنے اس بات پر اپنی حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے کہ طبی نقطہ نظر سے اسبابِ زندگی کے فقدان کے باوجود حضرت والا حیات ہیں۔“

بہر حال اس قدر شدتِ مرض کے باوجود اس عرصہ میں کبھی نماز چارپائی پر نہیں پڑھی۔ قریب کی چوکی پر تشریف لے جاتے اور وضو کر کے نہایت اطمینان سے نماز ادا فرماتے۔

اہتمامِ صلوٰۃ کا حیرت انگیز واقعہ :

۳۰ نومبر کا واقعہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ غالباً فرض کی دوسری رکعت تھی۔ میں قریب ہی کسی کام میں مصروف تھا۔ مولانا اسعد صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہی چیخ کر فرمایا: دیکھو! دیکھو! میں گھبرا کر مڑا تو بڑا رقت انگیز منظر سامنے تھا، جب تک ہم دوڑ کر قریب پہنچیں، حضرت چوکی سے نیچے گر چکے تھے۔ میں نے اور مولانا اسعد صاحب نے مل کر اٹھایا۔ زبان پر اللہ اللہ جاری تھا، کھانسی کی شدت سے سانس رکنے لگا تھا۔ مولانا عزیز احمد صاحب قاسمی نے پیر پر اور میں نے جلدی جلدی پشت پر اور مولانا اسعد صاحب نے سینے پر ہاتھ رکھ پھیرا، جب کچھ سکون ہوا، تو مولانا اسعد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! چارپائی پر تشریف لے چلیں۔ پوچھا نماز کا وقت ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں! ہے۔ یہ سنتے ہی فوراً نیت باندھ لی اور نہایت اطمینان سے فرض ادا کرنے کے بعد بستر پر تشریف لے گئے۔ مولانا عزیز احمد صاحب نے پوچھا، حضرت! آپ کو کچھ محسوس ہو رہا تھا؟ فرمایا کہ بھائی یہ زندگی میں پہلا موقع تھا، اس لئے میں کچھ سمجھ نہ سکا، صرف اتنا یاد پڑتا ہے کہ تخت زور زور سے گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

(شیخ الاسلام نمبر ص ۲۱۶)

نماز کے لئے کوئی پابندی عائد نہ کی جائے :

حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب استاد دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہیں :

حضرت مدنیؒ بھی تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، جانثار اور عاشق زار تھے۔

آپ لوگ مجھے مسجد جانے سے بھی روکتے ہیں :

حضرت مرضی وفات میں ڈاکٹروں کی شدید ہدایات اور تیمارداروں کے بے پناہ اصرار سے مجبور ہو کر تقریباً ۲۵ یوم اندرون خانہ صاحب فرما رہے، جب ڈاکٹری علاج ترک ہوا، اور بجائے اس کے یونانی معالجہ شروع ہوا تو اطباء نے مردانہ نشست گاہ تک آنے کی اجازت دیدی۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۸۴۵ء کو مہمان خانے میں تشریف لائے۔ یہاں نمازیں جماعت سے شروع ہو گئیں۔ یہاں اتنا ہجوم ہوتا کہ صفیں صحن تک پہنچ جاتیں، جس روز باہر تشریف لائے، اسی روز مغرب کے وقت مسجد جانے کا ارادہ کر لیا، مگر مولانا اسعد صاحب نے اصرار کیا تو اس کی بات مان لی اور مسجد تشریف نہیں لے گئے، لیکن ۲۴ ربیع الثانی کو آپ مہمان خانے سے اٹھے اور سیدھے مسجد تشریف لے گئے اور پھر نماز فجر میں بھی جانے لگے، جس سے تکلیف میں زیادتی ہو گئی۔ طبیبوں نے مسجد جانے سے سختی سے منع کر دیا۔ ایک روز بعد نماز عصر فرمانے لگے :

”آپ لوگ مجھے مسجد جانے سے بھی روکتے ہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدت مرض میں بھی دوا دمیوں کے سہارے مسجد جاتے تھے۔“

صاحبزادہ محترم اسعد صاحب نے عرض کیا کہ وہ مسجد قریب تھی! فرمایا، میری مسجد کون کی دور ہے، لیکن صاحبزادہ محترم نے برجستہ عرض کیا کہ حضرت! وہ تو حجرہ سے بالکل متصل تھی، آپ کی مسجد تو کافی دور ہے۔

ترک جماعت پر راضی نہ ہوئے :

۱۱ شعبان ۱۳۳۲ھ کو شریف حسین کی فوجوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا اور صبح سے قبل ہی حملہ ہو گیا۔ حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنیؒ اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ محصور ہو گئے، ہر وقت سروں پر گولیاں گذرتی رہتی تھیں، لیکن یہ اللہ والے مسجد ابن عباس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ادا فرماتے۔ راستہ انتہائی خطرناک تھا، لوگوں نے منع کیا، فوجیوں نے سمجھایا، لیکن یہ حضرات ترک جماعت پر راضی نہ ہوئے۔

ایک دن مغرب کے بعد یہ حضرات نوافل میں مشغول تھے، مسجد ابن عباس کے سامنے والے

(مرض وفات کا تذکرہ ہے) درمیان میں کچھ افاقہ ہوا، تو حضرت نماز فجر کے لئے بھی مسجد میں جانے لگے۔ حکیم محمد یلین صاحب ممبر مجلس شوری دارالعلوم دیوبند نے جو یہ کیفیت دیکھی تھی، تو بہت شدت اور تاکید کے ساتھ ممانعت کی، لیکن حضرت کی ہمت خداداد کو بھلا کون پابند کر سکتا تھا۔ آپ اس کے باوجود مسجد تشریف لے جاتے رہے، تو ایک دن اہل خانہ میں سے کسی نے فرط محبت میں یہ جرأت کی کہ آپ کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا، جب چپکے سے اٹھے کہ نماز فجر کے لئے باہر تشریف لے جائیں تو دیکھا کہ دروازہ باہر سے بند ہے، آپ اس حرکت پر بیحد ناراض اور خفا ہوئے اور اس کا اظہار فرمایا، پھر صرف یہی نہیں بلکہ جب ناشتہ کے وقت جو کچھ اطباء نے بنا رکھا تھا، اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی ریحانہ سلمہا نے پیش کیا، تو اس طرح ناراضگی سے ہاتھ مارا کہ تمام برتن گر کر ٹوٹ گئے، جب گھر والوں نے بہت معافی مانگی تو اس شرط پر ناشتہ فرمایا کہ :

”مجھ پر نماز کے سلسلہ میں کسی قسم کی پابندی عائد نہ کی جائے۔“

آنسو تھمتے ہی نہ تھے :

وفات سے دو روز قبل حضرت نے قاری اصغر علی صاحب، مولانا سید فخر الدین صاحب شاہ الحدیث جس کو حضرت نے اپنی حیات ہی میں عارضی طور پر درس نظامی کے لئے بلا لیا تھا۔ ان حضرات کے سامنے اپنی نمازوں پر جنہیں تیمم سے ادا کیا تھا اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا :

”دیکھئے بیٹھے بیٹھے بلا وضو نمازیں ٹر خا رہا ہوں، اس بات کا مجھے بیحد قلق ہے، اتنا ہی فرما سکے تھے کہ آپ پر رقت طاری ہو گئی اور پھر اس قدر روئے کہ پورا جسم لرزنے لگا اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، جس پیکر صبر و استقلال اور مجسمہ صبر و تحمل نے کبھی بڑی سے بڑی مصیبت پر ایک آنسو نہ گرایا ہو، وہ آج خوف خدا سے کس قدر لرزہ بر اندام تھا۔“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۰۴)

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو بخار کی شدت میں بھی باجماعت نماز کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ دوا دمیوں کے سہارے مسجد تشریف لاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ وہ نمازوں کی امامت کریں۔ روایات کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں ابو بکر صدیقؓ نے سترہ (۱۷) نمازوں کی امامت فرمائی۔ بہر حال نماز میرے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، فرمایا کرتے: ”ارحنا یا بلال۔“

مولانا اسعد صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت جب گھر پر ہوتے تو آخر شب میں اپنے کمرے میں آ جاتے اور تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ اس وقت کسی کو کمرے میں جانے کی اجازت نہ تھی اور نہ کوئی جرات کرتا تھا۔ ہاں میرے لئے اس قدر رعایت تھی کہ اگر کبھی کسی ضرورت سے اس خاص وقت میں بھی کمرے میں چلا جاتا تو خفگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ جب ان اوقات مخصوصہ میں کمرے میں جانا ہوا تو اکثر حضرت کو زار و قطار روتے دیکھا، پاس ہی تولیہ رکھا رہتا تھا اور کبھی وہ اس طرح تر ہو جاتا تھا کہ جیسے کسی نے اسے ابھی دھو کر ڈال دیا ہو۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۰۶)

نماز اور تراویح کی امامت خود کرتے تھے :

حضرت مولانا عبد الحمید صاحب اعظمی لکھتے ہیں :

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی کا مخصوص لہجہ اور ان کی نماز کا خشوع نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب اور حجاز میں بھی ممتاز و مسلم ہے۔ سہلٹ میں حضرت مدنی نماز اور تراویح کی امامت خود فرماتے۔ اس لئے تراویح کی شرکت کے لئے دور دراز سے روزانہ سینکڑوں آدمی آتے اور تراویح و تہجد کی شرکت فرما کر صبح کو اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔

قرأت قرآن کی لذتیں :

تراویح میں شرکت کے لئے مجمع دور دور سے آتا تھا۔ اذان کے بعد ہی مسجد پر ہو جاتی تھی۔ بعد میں آنے والوں کو جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ حضرت مدنی کے تشریف لے جانے کے لئے درمیان میں تھوڑی سی جگہ رکھی جاتی تھی۔ مسجد میں تشریف لاتے وقت متولی مسجد پانی کا گلاس پہلے سے بھر کر انتظار میں کھڑے ہوتے کہ حضرت مکان سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک پان کھا کر موٹر میں تشریف فرما ہوتے اور کچی کر کے سیدھے مصلے پر پہنچتے تھے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایک دو کبتر تو ضرور ہوتے تھے۔ اخیر عشرہ میں کئی کبتر ہو جاتے۔ تراویح میں ڈھائی پارے قرآن اس طرح پڑھتے کہ اول چار رکعتوں میں مولوی جلیل سواپارہ پڑھتے اور اسی سواپارہ کو سولہ رکعتوں میں حضرت قدس سرہ پڑھتے۔ ترویج بہت لمبا ہو جاتا۔ حضرت مدنی پر تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے بعض اوقات ایک جوش پیدا ہو جاتا کہ اس وقت کی لذت سننے والے ہی کو معلوم ہے۔ تراویح کے بعد بہت طویل دعا ہوتی، جس میں حاضرین پر گریہ و بکا کا ایسا زور ہوتا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی۔ (اکابر کا رمضان ص ۱۷۸)

ترکی فوجوں کے مورچے پر تمام عربی فوجیں پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوئیں ترک نو جوان پسپا ہو کر اس مسجد ابن عباس میں آ گئے، انہوں نے چھتوں اور میناروں کو لومور چہ بنا کر گولیاں چلائی شروع کر دیں۔ طرفین میں سخت جنگ ہوئی۔ مسجد پر فوجیں بارش کی طرح گولیاں برسا رہی تھیں، مگر اللہ والوں کی یہ جماعت بڑے اطمینان سے نوافل میں مشغول رہی۔

جب یہ حضرات نوافل سے فارغ ہو گئے تو ترک نو جوانوں کی ہمت بڑھانے میں مصروف ہو گئے، فرماتے جاتے تھے کہ :

”گھبرا نا مسلمان کا کام نہیں ہے اور اس موت سے اچھی کوئی دوسری موت نہیں۔“

(تذکرہ شیخ مدنی)

عبادت و ریاضت اور خوف و خشیت :

حضرت مولانا ظفر الدین صاحب رکن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند راوی ہیں :

حضرت شیخ الاسلام اپنی بعض خصوصیات میں منفرد تھے۔ نیند پر آپ کو اس قدر قابو تھا کہ جب چاہتے چند منٹ کے لئے سو جاتے اور پھر وقت پر اٹھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتے، بکثرت ایسا ہوتا کہ سفر میں یا جلسہ گاہ میں دو بجے رات جاگنا پڑتا، مگر بائیں ہمہ تہجد کا ناغہ نہیں ہوتا تھا، جلسہ گاہ سے آتے، سو جاتے اور پھر گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد دیکھا جاتا کہ آپ تہجد میں کھڑے ہیں اور پھر اسی حال میں صبح ہو جاتی۔ ٹرینوں میں بھی آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔ مولانا اویس صاحب ندوی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ اعظم گڑھ کی طرف سے حضرت کی واپسی ہوئی، میں بھی ساتھ ہو گیا۔ رات کا وقت تھا، جب حضرت نے محسوس کیا کہ لوگ آرام کی نیند لے رہے ہیں۔ آپ خاموشی سے اٹھے، وضو فرمایا اور تہجد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں بھی وضو کر کے ساتھ کھڑا ہو گیا، پھر پوری رات حضرت نے اسی طرح گزار دی۔

اسی طرح صاحبزادہ مولانا اسعد صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں تنہا حضرت کے ساتھ سفر میں تھا۔ رات کے وقت مجھ سے باصرار فرمایا کہ اوپر جا کر سو جا، مجھے تکلف ہوا، حضرت نے فرمایا: تکلف نہ کرو۔ الغرض حضرت کے اصرار کے باعث میں اوپر کی سیٹ پر جا کر لیٹ گیا۔ حضرت نیچے کی سیٹ پر لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے جلد نیند نہ آئی، مگر جب حضرت کو محسوس ہوا کہ میں سو چکا ہوں، تو آپ نے اٹھ کر وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

تلاوت قرآن سے بے پناہ شغف :

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب فریدی شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شوقِ تلاوت قرآن کی کہانی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

حضرت مدنیؒ حافظ قرآن تھے، اگرچہ بچپن میں حفظ نہ کر سکے تھے، مگر آپ کی یہ تمنا تھی کہ آپ کو یہ دولتِ لازوال (حفظ قرآن) حاصل ہو جائے۔ چنانچہ سفرنامہ اسیرِ مالٹا میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ”میں چند دعائیں مانگا کرتا تھا، ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ قرآن مجید حفظ ہو جائے۔ چنانچہ اسارتِ مالٹا کے زمانہ میں آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور حفظ کے بعد اس کا حق بھی اس طرح ادا فرمایا کہ بہت سے ”خالص حفاظ“ سے بھی اس طرح ادا نہیں ہوتا۔

بہت سے حفاظ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ صرف رمضان المبارک میں دور کرتے ہیں اور گیارہ مہینے قرآن کریم کو طاقِ نسیاں کی زینت بنائے رکھتے ہیں۔ جبکہ ضعف اور ہجومِ مشاغل میں تراویح میں بھی قرآن کریم کا سننا اور سنانا دشوار ہوتا ہے۔ حضرتؒ نہ صرف یہ کہ تراویح و تہجد میں تلاوت قرآن کریم کا اہتمام فرماتے تھے، بلکہ عام دنوں میں بھی (نوافل میں راتوں کو بیدار رہ کر تلاوت قرآن کریم کے روحانی کیف سے لذت اندوز ہوتے تھے، ریل میں، جیل میں، مالٹا کے اسارت خانے میں، حالتِ صحت و مرض میں، عالمِ جوانی و پیری میں، غرضیکہ ہمیشہ اور ہر دور میں قرآن کریم کے سننے اور سنانے کا معمول نہایت پابندی سے جاری رہا۔ آپ کے اس ذوق اور شغف سے کتنے قلوب میں حفظ قرآن کی اہمیت پیدا ہوئی اور کتنے متوسلین نے آپ کی برکت سے اپنے بچوں کو قرآن مجید حفظ کرایا اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے، جس طرح انہوں نے رمضان میں (قیامِ تراویح کے ذریعہ) مساجد کو متور کیا، ایسے ہی حضرتؓ کا ہر متوسل آپؐ کے لئے بھی یہی دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی قبر کو روشن کرے کہ آپؐ نے عملی نمونہ دکھا کر حفظ و تلاوت قرآن پاک کا عام جذبہ پیدا فرمایا اور لاکھوں قلوب قیام لیل کی برکتوں سے متور ہو گئے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۴۱)

تراویح میں حفص کی قرأت :

حضرت مولانا عبد الحمید اعظمی فرماتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے پیچھے تراویح پڑھنے میں ہم نے یہ عجیب بات دیکھی کہ حضرت مرحوم ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی جہر پڑھتے۔ چند روز تک مسلسل دیکھنے کے بعد آخر مجھ سے نہ رہا گیا اور دریافت کر بیٹھا، فرمایا :

”میں تراویح میں حفص کی قرأت پر عمل کرتا ہوں۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کا جزو ہے۔ اس لئے فرائض میں ایسا کرنے سے احتیاط کرتا ہوں، مگر نوافل میں حفص کی تحقیق پر اس لئے عمل کرتا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی پورا قرآن کریم ختم ہو جائے۔ ورنہ خواہ مخواہ ایک ایک آیت ہر سورہ میں تلاوت سے رہ جائے گی اور اس طرح کچھ لوگوں کے نزدیک پورا قرآن شریف ختم نہ ہو سکے گا۔“

پھر فرمایا :

”مجھے حیرت ہے کہ لوگ بسم اللہ مجربہا و مرسہا میں تو حفص کی قرأت کا لحاظ کرتے ہوئے عام قاعدہ کے خلاف پڑھتے ہیں، پھر بسم اللہ کی جہر قرأت اور وہ بھی نوافل میں کیوں تامل کیا جاتا ہے۔ بہر حال میں تراویح میں پورے قرآن کے ختم کے خیال سے حفص کی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔ اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔“

(مولانا مدنیؒ کا رمضان ص ۱۷۳)

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، پڑھتے جائے اور نیکیاں سمیٹتے جائے، افسوس ہم صبح اٹھتے ہی اخبار پڑھتے ہیں، چائے نوشی میں لگ جاتے ہیں، رات گئے تک کہانیاں، ڈائجسٹ، میگزین اور کیا کیا پڑھ جاتے ہیں، لیکن قرآن مجید کی تلاوت کا ذوق ہم میں موجود نہیں۔ اگر ایک پارہ ہم روزانہ پڑھیں، تو نیکیوں کے کتنے خزانے ہمارے ہاتھ لگ سکتے ہیں.....

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر



باب : ۸

حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت

اطاعت، اتباع سنت اور استقامت

جمال محمد ﷺ کا منظر :

کسی کی ذات سے محبت یا تو حسن و جمال کی وجہ سے ہوتی ہے یا کمال و احسان کی وجہ سے ع کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

جہاں تک جمال محمد ﷺ کا تعلق ہے۔ اس کے گواہ صحابہ کرام ہیں۔ ایک صحابی رسول فرماتے ہیں، جب حضور سامنے سے تشریف لاتے، یوں لگتا جیسے سورج نکل آیا۔ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں :

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقُطْ عَيْنِي وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

اے پیغمبر ! اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ

سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا، آپ ﷺ ہر عیب سے محفوظ پیدا کئے گئے ہیں، گویا کہ جیسا آپ نے چاہا، اسی طرح آپ کو پیدا فرمایا گیا ہے۔ محمد عربی ﷺ کے حسن و جمال کا کوئی نظر

احاطہ ہی نہیں کر سکتی تھی ع

ہوگا، جن سے اندازہ ہو سکے کہ سنن نبویہ کا اتباع گویا آپ کا مزاج بن گیا تھا۔

مثلاً تکیہ چمڑے کا استعمال فرماتے تھے، کھانا کھاتے وقت نشست ہمیشہ سنت کے مطابق ہوتی تھی۔ اپنے دسترخوان پر (جو عام طور پر گول ہوتا اور جس پر دس بارہ آدمی آپ کے ساتھ دائرہ بنا کر بیٹھتے) سالن ایک ہی بڑے برتن میں ہوتا اور سب کے ہاتھ اسی ایک برتن میں پڑتے، حتیٰ کہ اگر کہیں دعوت میں شرکت فرماتے اور وہاں آج کل کے رواج کے مطابق ہر شخص کے کھانے کی پلیٹ الگ ہوتی تو اپنے قریب والوں کو اپنے ساتھ شامل فرما کر وہاں بھی مسنون طریقہ پر ان کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانا تناول فرماتے۔

تعظیماً کھڑے ہونے پر ناراضگی :

اسی طرح اٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے سونے میں حتیٰ کہ لباس اور جوتا پہننے میں بھی طریقہ سنت کی پابندی فرماتے اگر آپ کے تشریف لانے پر آپ کے نیازمند اور خدام تعظیماً کھڑے ہو جاتے (جیسا کہ آج کل عام دستور ہے) تو ناراضگی کا اظہار فرماتے، بلکہ بعض اوقات اس اظہار ناراضگی میں برا فروختی بھی ہوتی اور فرماتے! کہ :

”آپ لوگ کیوں کھڑے ہوئے، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھڑے ہونے سے ناگواری ہوتی تھی“۔

حضرت مدنیؒ گھر کے افراد سے کبھی اپنے کام کے لئے نہ فرماتے۔ بدن دیوانے، سر پر تیل لگوانے یا گرمیوں میں پنکھا جھلنے اور سخت سے سخت گرمی میں بھی بجلی کا پنکھا کھولنے کی کبھی فرمائش نہیں کی۔ از خود اگر کوئی خدمت کے لئے حاضر ہوتا، تو منع فرما دیتے، مگر اصرار پر اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ پڑھے لکھے حضرات اگر پنکھا جھلنے کے لئے اصرار کرتے تو منع کرتے ہوئے فرماتے کہ کیا حضورؐ سے کبھی پنکھا جھلوانا ثابت ہے؟؟ جب کبھی آپ کی تشریف آوری پر لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تو برہمی کے ساتھ انہیں بیٹھنے کا حکم فرماتے اور اس وقت تک تشریف نہ رکھتے جب تک کہ ایک ایک فرد اپنی جگہ پر بیٹھ نہ جاتا، اگر کھڑے ہونے والے علماء اور طلباء ہوتے تو یہ حدیث پڑھتے تھے: لا تقوموا لی کما یقوم الا عاجم لکبرائہم او کما قال (یعنی میرے لئے تعظیماً اس طرح مت کھڑے ہو جایا کرو جیسے کہ اہل عجم اپنے بڑوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں)

یہ روزمرہ کی چند مثالیں ہیں، جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرت اور عادات میں بھی

نظر بھلا رخ انور پر کس طرح ٹھہرے

نگاہ سوز ہے نظارۂ جمال ان کا

باقی رہی احساسات کی بات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خدا کے بعد نبی کریم ﷺ کی ذات سے بڑھ کر احسانات کسی کے نہیں، اللہ کے بعد وہی سب سے بڑے محسن ہیں۔

عشق رسول ﷺ کی حقیقت :

محبت کے تمام اسباب حضور ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں، لیکن محبت رسول معنوی اور اصولی چیز ہے۔ اس محبت اور لگاؤ کا مطلب یہ ہے کہ ہم زندگی کے اس ڈھنگ کو پسند کرتے ہیں، جس کو ہمارے نبیؐ نے ہمارے سامنے پیش کیا۔ صرف سرور کائنات کا نام لے کر اُچھل پڑنا، وجد میں آنا اور بے ہوش ہونا محبت نہیں۔ محبت یہ ہے کہ روزمرہ کے کاموں میں ہم ان کی سیرت سے رہنمائی حاصل کریں اور پوری زندگی کا نقشہ یوں ترتیب دیں کہ ہماری ہر بات اور ہر ادا میں سنت و اطاعت رسولؐ کی پیروی کا جذبہ اور ولولہ ہو۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ محمد عربیؐ کے سچے عاشق، محبت اور جانثار تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر محبت رسول ﷺ کا اظہار زبان سے نہیں عمل سے کیا اور کامل اتباع نبویؐ کو اپنا شعار بنایا۔

محبت اور اتباع سنت :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

اس عاجز نے اس باب میں حضرت مدنیؒ کو بہت ممتاز پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کی مٹی کے ساتھ حضرتؐ کو جو خاص قلبی تعلق تھا، جس کا اظہار اپنے موقع پر عملی زندگی میں قدرتی طور پر ہوتا رہتا تھا، اس کی مثال اس عاجز نے دوسری جگہ نہیں دیکھی۔

روزمرہ کے اعمال میں سنت کی پابندی :

اسی طرح اتباع سنت کا اہتمام اور شغف، عبادات ہی میں نہیں بلکہ امور معاشرت اور عادات میں بھی جس قدر فرماتے تھے۔ تلاش کرنے والے کو اس کی مثالیں خواص اہل دین میں بھی شاذ و نادر ہی ملیں گی۔ اس سلسلہ میں بعض عادات اور روزمرہ کی بعض ایسی باتوں کا ذکر کرنا غالباً نامناسب نہ

صرف اس قدر اور محض اس لئے تعلق ہے کہ میں قیامت میں مواخذہ سے بچ جاؤں۔

بیٹی کی شادی اور اتباع سنت :

چنانچہ ٹانڈہ تشریف لے گئے، تو ایک روز بعد نماز عصر حاضرین سے بیٹھے رہنے کے لئے فرمایا اور بغیر کسی اہتمام و انصرام خالہ زاد بھائی مولانا سید حمید الدین صاحب کے صاحبزادے مولوی رشید الدین کے ساتھ صاحبزادی کا عقد فرمادیا اور اسی تاریخ کو رخصتی ہو گئی۔ اس طرح رسول اللہ کے ایک امتی نے اپنی لخت جگر کو ٹھیک آقا کی طرح اپنے غربت کدہ سے رخصت کیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۳۳)

گفتگو میں اتباع سنت :

ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے درس بخاری کے دوران ارشاد فرمایا کہ :
”بفضلہ تعالیٰ میں سرعت تقریر کر سکتا ہوں، لیکن یہ توقف فی الکلام (ٹھہر ٹھہر کر بولنا) بہت مشقت کے بعد حاصل کیا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ اس طرح تیزی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے جیسے کہ تمہاری زبان چلتی ہے، بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ جو شخص آپ کے پاس ہوا سے محفوظ ہو جائے۔“ (انفاس قدسیہ)

خلاف وضع مسنون دعوت طعام سے انقباض :

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب راوی ہیں : حضرت مولانا آزاد کی وزارت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ آپ نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز اور ان کے چند مخصوص خدام کو کھانے پر مدعو فرمایا۔ کھانے کا انتظام میز پر تھا۔ حضرت مدنیؒ نے کھانا تو تناول فرمالیا، مگر طبیعت منقبض رہی اور صرف یہی نہیں بلکہ ایک لطیف انداز میں اس جانب اشارہ بھی فرمایا۔ اب حضرت مولانا آزاد کی حساس طبیعت کو ملاحظہ فرمائیے کہ کچھ دنوں کے بعد موصوف نے دوبارہ دعوت کی اور ان تمام حضرات کو مدعو کیا، جنہیں پہلی مرتبہ دعوت دی تھی۔ اس بار آپ نے کھانے کا انتظام فرش پر کیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۱۶)

جذبہ احیائے سنت :

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری لکھتے ہیں :

ٹانڈہ میں فجر کی نماز عموماً قاری مہدی بخاری پڑھایا کرتے تھے، جو کہ رمضان المبارک کا

سنن نبویہ کا اتباع آپ کا مزاج بن گیا تھا۔ (تحدیث نعمت)

مرض الوفات میں اہتمام سنت :

حضرت مولانا رشید الوحیدی بیان کرتے ہیں :

(کچھ دنوں کے افاقہ کے بعد) دفعتاً حضرت مدنیؒ کے مرض میں زیادتی ہوئی، وہ بھی اس قدر کہ شب و روز یکساں نہایت اضطراب کے عالم میں گزرنے لگے۔ اگرچہ آپ کی لغت میں آرام ایک مہمل لفظ سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا، لیکن اب آپ مجبور تھے کہ تمام مشاغل سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں اور بستر سے جدا نہ ہوں، مگر مجبوری خارجی مشاغل تک محدود تھی، لیکن تسبیح و تہلیل ذکر و عبادت کا سلسلہ اب بھی جاری تھا، بلکہ اس میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سنن و مستحبات تک کی پابندی بدستور تھی، کمزوری کا یہ عالم تھا کہ بغیر سہارا بیٹھ نہ سکتے تھے مگر غذا کے وقت تکیہ سے علیحدہ ہو جانا ضروری تھا۔ سب کا اصرار تھا کہ ٹیک ہی لگا کر کھانا تناول فرمائیں، مگر صاف فرمادیتے، نہیں بھائی یہ سنت کے خلاف ہے اور پھر ٹیک لگائے بغیر کھانا تناول فرماتے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۱۶)

سوائے ”اللہ“ کے اور کسی سے تعلق نہیں :

گھر کی شادیوں اور تقریبات میں رسومات اور فضول خرچی کسی حالت میں بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ مثلاً ریحانہ کی شادی کے بارے میں جبکہ گھر کے کسی فرد کا ذہن بھی اس جانب ابھی تک متوجہ نہیں ہوا تھا۔ حضرت نے اچانک فیصلہ فرمادیا اور وقت کی تعیین یوں فرمائی کہ اس مرتبہ رمضان المبارک میں جب گھر جانا ہوگا، تو امور شادی انجام پائیں گے۔ یہ وہ صاحبزادی ہیں، جنہیں حضرتؒ پیار سے چاند، سورج فرمایا کرتے تھے۔ صغریٰ کے باوجود جیل سے اکثر خطوط انہی کے نام آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی بذریعہ پارسل مٹھائی بھی آ جاتی تھی۔ سفر حج میں یہ کسی وجہ سے ہمراہ نہ جاسکیں، تو اپنے دست مبارک سے برابر تسلی بخش خطوط ان کے نام تحریر فرماتے رہے، مگر جب شادی کا وقت آیا، تو صرف وقت متعین کر کے خاموش ہو گئے اور کوئی توجہ زیور اور جہیز وغیرہ کی جانب نہ فرمائی۔ کسی وقت دادی صاحبہ نے عرض کیا کہ : ”بچی رخصت ہوگی تو کیا آپ کو کوئی تعلق نہیں ہے؟ کہ انتظامات کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔“ یہ سن کر نہایت پر جوش انداز میں فرمایا کہ :

”مجھے سوائے اپنے اللہ کے اور کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بندوں سے

نیچا ہو جاتا ہو، پھر بھی کافی احتیاط اور خیال رکھتا ہوں۔ بھلا میں اس کی جرأت بھی کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۰۰)

خلاف سنت امر پر انتباہ :

حضرت مولانا احتشام الحق کاندھلوی رقمطراز ہیں :

میں ایک عزیز کی تعزیت میں شیخوپورہ گیا ہوا تھا۔ واپسی بڑوت کو ہوئی کاندھلہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ بڑوت میں آج جلسہ تھا۔ حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اپنی اس بے خبری اور زیارت سے محرومی پر بے حد افسوس ہوا۔ ابھی چند روز پہلے میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی حضرت مدنی کی شکل و صورت میں زیارت کی تھی۔ اس لئے بھی حضرت مدنی کی زیارت کا اشتیاق زیادہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت مدنی کی واپسی کاندھلہ کو ہوگی اور شب میں قیام ہوگا۔ یہ سن کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ چنانچہ حضرت مغرب کے بعد تشریف لے آئے۔ میں نے فرط اشتیاق میں حضرت کے مزاج اور طبیعت سے واقفیت کے باوجود آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ حضرت نے اپنے ہاتھوں کو اس عجلت کے ساتھ کھینچا کہ میں اور حضرت دونوں گرتے گرتے بچے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے معذرت چاہی تو ارشاد فرمایا کہ :

”بہت سے خلاف شرع امور رائج ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک خلاف سنت کام کا اضافہ کیوں کیا جائے؟ میں نے اس واقعہ کو اس لئے نقل کیا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ حضرت کا اصل جذبہ خلاف شرع اور خلاف سنت امور کے مقابلے میں جہاد تھا اور حضرت چاہتے تھے کہ تمام خلاف شریعت امور کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دیں۔“

(شیخ الاسلام نمبر ص ۴۷)

جب رسولؐ نے بدلہ نہ لیا تو میں ان کا غلام ہو کر کیا بدلہ لوں ؟

حضرت مولانا عبد الحمید اعظمی لکھتے ہیں :

حضرت سلہٹ میں قیام پذیر تھے۔ مسلم لیگ کے حکم پر یہاں بھی ”ڈارکٹ ایکشن ڈے“ منایا گیا، جس میں اپنے ایک خاص مطالبہ کے ساتھ قوم پرور مسلمانوں پر وحشیانہ حملوں کا پروگرام بھی شامل تھا۔ چنانچہ نئی سڑک (سلہٹ) کی مسجد میں نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی اس کارروائی کا آغاز کر دیا گیا۔ پوری مسجد نمازیوں کے خون سے لت پت ہو گئی۔ خدا کی براہ راست نگرانی نے حضرت کو محفوظ

مہینہ گزارنے کے لئے ٹانڈہ آئے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کو موصوف نے نماز فجر کی امامت کی اور ”حم سجده“ و ”سورہ دہر“ کے علاوہ دوسری سورتوں کی تلاوت کی۔ نماز کے بعد حضرت ان پر بہت ناراض ہوئے کہ مسنون سورتیں کیوں ترک کی گئیں؟ مولانا قاری اصغر علی نے جو کہ حضرت کے مزاج میں بہت دخیل تھے، عرض کیا کہ اب تو عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ جمعہ کے دن نماز فجر میں ان سورتوں کی تلاوت کے وجوب اور فرضیت کے قائل ہیں۔ فرمایا :

”یہ بات نہیں ہے چونکہ لوگوں نے اس سنت کو بالکل ترک کر دیا ہے، اس لئے میں اس مردہ سنت کو زندہ کرنا چاہتا ہوں۔“

غور فرمائیے ! حضرت کو ایک سنت کے احیاء کا کس قدر خیال تھا؟

چاند رات لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ! آج بھی تہجد باجماعت ادا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے علاوہ نوافل کی باجماعت ادائیگی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ لوگوں نے باسرا عرض کیا کہ حضرت ! خود جماعت کا انتظام نہ فرمائیں۔ باہر صرف تہجد شروع فرمادیں، جنہیں شریک ہونا ہے، وہ نماز میں شامل ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ یہ بھی جماعت ہی کی صورت ہے۔ الغرض ! آپ نے صاف انکار فرمادیا اور تہجد کے وقت باہر نہیں تشریف لائے۔

(شیخ الاسلام نمبر ص ۷۵۰)

دیکھئے! میرا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے کہاں ہے ؟

جناب فیاض احمد حسینی فاضل دیوبند فرماتے ہیں :

درس کے وقت طلباء اپنے اشکالات پرچیوں پر لکھ کر حضرت کی خدمت میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ حضرت ان کو پڑھ کر سناتے اور جواب دیتے۔ ان میں سے بعض پرچیاں خود حضرت کی ذات سے متعلق ہوتی تھیں اور بعض میں تلخ انداز بھی ہوتا تھا، مگر حضرت ایسی پرچیوں کا جواب بھی نہایت بردباری اور خندہ پیشانی کے ساتھ عنایت فرماتے۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک پرچی پہنچی، جس میں تحریر تھا کہ: ”حضرت ! آپ پاجامہ ٹخنوں سے نیچا کیوں پہنتے ہیں، یہ تو از روئے حدیث حرام اور ممنوع ہے۔“ حضرت نے پرچی سنائی پھر فوراً کھڑے ہو گئے اور پائینچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

”حضور! کون کہتا ہے کہ میں ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہنتا ہوں۔ دیکھئے، میرا پاجامہ

ٹخنوں سے نیچا کہاں ہے؟ ہو سکتا ہے کہ کبھی غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر تو ند کی وجہ سے

حضرت مدنیؒ میں جہاں تواضع اور خاکساری اس درجہ کی تھی، اس کے بالکل برعکس یہ بات بھی تھی کہ جس راستے پر چلنے کو وہ حق سمجھ لیتے، پھر کسی کا کہنا، سننا، کسی کا ساتھ دینا یا ساتھ نہ دینا، کسی کی رضامندی یا ناراضگی، کسی کی تحسین یا ملامت، حتیٰ کہ کوئی زلزلہ اور بھونچال بھی ان کو اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا..... اس کی سب سے روشن مثال ان کا سیاسی مسلک اور اس سلسلہ کی ان کی سرگرمیاں ہیں۔ ہندوستانی سیاسیات کے بارہ میں ایک رویہ کو صحیح سمجھ کر انہوں نے اپنا لیا تھا۔ جن لوگوں کو ماضی کے واقعات بھولے نہیں ہیں، انہیں یاد ہوگا کہ حضرتؒ کو اس راہ میں کیسے کیسے ناموافق حالات اور کتنے سخت طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور عزت و آبرو تک کی کیسی کیسی قربانیاں دینی پڑیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس دور میں جتنی زیادہ مخالفت بڑھی، حضرتؒ کو اس زمانہ میں اتنا ہی زیادہ مضبوط، غیر متزلزل اور ہرجوش پایا گیا۔ (تحدیثِ نعمت)

عزیمت و حمیت :

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں :

”راقم کی کوتاہ نظر میں دو صفتیں آپؒ کی زندگی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں، جنہوں نے آپؒ کو اپنے معاصرین میں ممتاز بنایا ہے۔ ایک عزیمت دوسری حمیت، عزیمت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ آپؒ نے علماء اور اہل درس کے حلقہ سے باہر قدم نکالا اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کی، جو وقت کا اہم مسئلہ تھا اور عین انگریزی حکومت کے عروج کے زمانے میں جس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا، اعلان کر کے ”کلمۃ حق عند سلطان جائز“ کے افضل جہاد کا شرف حاصل کیا۔ مالٹا میں اسیری کے دن گزارے اور ہندوستان کی جیلوں میں مہینوں رہ کر سنت یوسفی ادا کی اور دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے مقابلے میں برسوں سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ آپؒ کا مقصد پورا ہوا۔

پھر یہ عزیمت آپؒ کی پوری زندگی میں نمایاں ہے۔ فرائض کی ادائیگی، نوافل و مستحبات کی محافظت، مخالف ماحول میں معمولات کی پابندی، اس زمانہ میں بڑی استقامت ہے۔ وعدوں کے ایفاء، دور دراز کے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت اور اس کے لئے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کرنا مستقل عزیمت ہے، پھر اس کے ساتھ دارالحدیث کے اسباق کی پابندی اور کتابوں کی تکمیل ایک مستقل مجاہدہ، مہمانوں کی میزبانی اور مختلف الطبائع اشخاص کے ساتھ ضیافت و اکرام کا معاملہ اور ان کی مزاجی خصوصیات کا تحمل مستقل جہاد، پھر مریدوں کی تربیت اور نگرانی، کثیر التعداد خطوط کا جواب دینا اور سب

رکھا، ورنہ اسباب و علل کو دیکھتے ہوئے حضرتؒ کی زندگی کے امکانات نہیں تھے۔ ہنگامہ فرو ہونے کے بعد میں نے تنہائی میں عرض کیا کہ آج تو کر بلا کی یاد تازہ ہو جاتی، مگر خدا نے خیر کی اور حضرتؒ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس قوم نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ اگر حضرتؒ نے صبر کیا تو خدا خود انتقام لے گا اور قوم پر تباہی آئے گی۔ اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچائیے !

”آپؒ نے فرمایا کہ کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ان کے حق میں بددعا فرما کر انتقام لے لیجئے تاکہ براہ راست اللہ تعالیٰ ان کو اپنی گرفت میں نہ لے۔ یہ سن کر عجیب و غریب لہجے میں جواب دیا کہ بھائی! جب رسول اللہ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا تو میں ان کا غلام ہوتے ہوئے کیا انتقام لوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس قوم کو ہدایت دے۔ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۹)

تقسیم مسواک کا اہتمام :

حضرت مولانا فضل الکریم آسامی رقمطراز ہیں :

جب بخاری شریف میں مسواک کی فضیلت کا باب آتا تو آپؒ کا طریقہ تھا کہ تمام طلبائے دورہ حدیث میں مسواکیں تقسیم فرماتے۔ اس سال ابھی باب شروع نہیں ہوا تھا کہ حضرتؒ علیل ہو گئے اور جب مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ کے درس میں یہ باب آیا تو حسب دستور طلباء نے مسواک کا مطالبہ کیا۔ حضرتؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو بستر علالت سے کھلوا بھیجا کہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ یہ میرے ذمہ قرض ہیں۔ ان شاء اللہ ادا کر دوں گا، مگر افسوس اجل نے فرصت نہ دی، تو وفات کے بعد پانچویں روز ۱۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ کو صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب نے یہ قرض ادا فرمایا۔ فجزاہم اللہ۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۳۵)

ہو امیں اڑنا، دریا میں چلنا (یا تیرنا)، آگ سے گزرنا اور خرق عادات کا ظہور نہ مقصود ہے نہ مطلوب۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں نہ قدم جادہ شریعت سے باہر ہو اور نہ کوئی عمل خلاف سنت ہو۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے اعمال و افعال، کردار و گفتار کا بغور مطالعہ فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ سنت کی پیروی آپؒ کی طبیعت ثانیہ تھی۔

عزیمت و استقامت :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

غیر متزلزل استقامت :

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی سیرت کی ایک خوبی وہ ہے، جسے ہم استقامت سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص اپنے معتقدات و افکار میں نہایت مخلص ہو سکتا ہے، لیکن اخلاص کے لئے یہ لازم نہیں ہوتا کہ اس میں استقامت بھی ہو، یہ بات بالکل اسی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک صاحب استقامت کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ راہِ حق و صواب پر بھی ہو، اور اپنے اعتقاد میں مخلص اور صاحب استقامت بھی ہو۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے فکر میں مخلص ہوتا ہے، لیکن وہ راہِ حق و حریت کے شہداء و مصائب کو برداشت نہیں کر سکتا، اگر آپ چاہیں تو ہر وہ راہِ جادہ حق و حریت کو ان کے ذوقِ فکر و عمل کے لحاظ سے اس طرح تقسیم کر سکتے ہیں :

۱- وہ حضرات جو فکر صحیح رکھتے ہیں، یعنی حق پسند ہوتے ہیں، لیکن راہِ عمل و سعی کے شہداء اور اعلانِ حق کے نتائج سے اس درجہ خوف زدہ ہوتے ہیں کہ لسانِ حق کا اعتراف و اعلان نہیں کر سکتے۔

۲- وہ حضرات جو فکر صحیح بھی رکھتے ہیں اور لسانِ حق کا اعتراف و اعلان بھی کر دیتے ہیں، لیکن آزمائش کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے اور

۳- وہ حضرات جو حق شناس بھی ہوتے ہیں، اعلان و اظہارِ حق سے بھی ان کی زبانیں بند نہیں رہتیں اور جب اس راہ کی مشکلات پیش آتی ہیں، انہیں خوف زدہ کرنے کے لئے پھانسی کے تختے لگا دیے جاتے ہیں، آزمائش کی صلیبیں کھڑی کر دی جاتی ہیں اور تعذیر و تعذیب کے لئے زندانوں اور کالی کوٹھڑیوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر انہیں متاثر کرنے کے لئے ان کے سامنے سے انعام یافتہ انسان نما حیوانوں کی قطاریں گزاری جاتی ہیں، پھر ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ بتاؤ حالات و وقت میں سچائی کا راستہ کون سا ہے؟ لیکن وہ نہ تو کسی چیز سے متاثر ہوتے ہیں، نہ کسی بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں اور نہ کسی عملِ سحر سے دھوکا کھاتے ہیں۔ ان کا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ تو اپنی طاقت و قوت سے دھوکا نہ کھا، اقتدار کا گھمنڈ نہ کر، انسانوں پر ظلم سے باز آ اور باطل اور غلامی کے مقابلے میں حق و آزادی کے انتخاب کا حق ان سے نہ چھین۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ر ہر وہ راہِ جادہ حق و حریت کی اس آخری

اس ضعف و پیری اور مصروفیت میں، یہ سب آپؒ کی غیر معمولی عزیمت و علو ہمت کی دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ نے اپنی زندگی میں ان اللہ یحب معالی الأمور و یکرہ سفاسفہا (اللہ تعالیٰ ہمت اور عزیمت والے اونچے کاموں کو پسند فرماتا ہے اور فروتر اور بے سود اعمال و حرکات کا ناپسند فرماتا ہے) پر عمل کر کے دکھایا۔

اسی طرح حمیت بھی آپؒ کی کتابِ زندگی کا نہایت روشن عنوان ہے۔ اسی حمیت نے انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ پیدا کیا، جس کی آسودگی اُس وقت تک نہیں ہوئی، جب تک انگریز اس ملک سے چلے نہیں گئے، تحریکِ خلافت اور جمعیتِ علماء کی جدوجہد میں یہی روح کام کرتی رہی تھی اور یہی آپؒ کو سدا جوان، مستعد سرگرم رکھے ہوئے تھی، اور اسی نے سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کو متحرک بنا رکھا تھا۔ یہی حمیت تھی، جس نے آپؒ سے مہینوں دشمنِ اسلام طاقتوں کے خلاف قوتِ نازلہ اس جوش و ولولہ کے ساتھ پڑھوائی کہ معلوم ہوتا تھا کہ محراب میں شگاف پڑ جائیں گے اور الفاظ نہیں ہیں بلکہ شرارے ہیں، جو آپؒ کے دل سے نکل رہے ہیں۔

جب ایک مسئلہ حق سمجھ لیا :

سیاسی میدان میں حضرت مدنیؒ کے ساتھ علماء اور غیر علماء میں اور بھی بہت سے تھے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرتؒ کی شان اس معاملہ میں بالکل نرالی تھی، وہ جب کسی نجی مجلس میں بھی اس موضوع پر بات کرتے تھے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ انہیں اپنے راستے کا ایسا یقین ہے اور وہ اتنے یکسو ہیں کہ دوسرے پہلو کو سننے اور سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور یہ کہ اس مسئلہ کا تعلق ان کے دماغ سے کہیں زیادہ ان کے قلب اور ان کی روح سے ہے۔ یہ میں نے ایک ایسے مسئلہ کی مثال دی ہے، جس میں حضرتؒ کی عزیمت اور شدت کا تجربہ قریب قریب پورے اسلامی ہند نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ زندگی کے دوسرے دائروں میں بھی بہت سی ایسی مثالیں یاد ہیں کہ حضرتؒ نے جس چیز کو حق اور جس رویہ کو اپنے لیے صحیح سمجھ لیا، پھر ان کے خاص معتمد اور نیاز مند بھی ان کا رویہ بدلوانے اور رخ موڑنے کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے، الا یہ کہ رائے ہی میں کوئی تبدیلی ہو جائے۔ یہاں صفائی سے یہ بھی عرض کر دینے کو جی چاہتا ہے کہ ایسی ناکامیابی کا تجربہ ایک سے زیادہ دفعہ خود راقمِ سطور کو بھی ہوا ہے۔

(تحدیثِ نعمت)

استقامت و عزیمت کی ایک نادر مثال :

۳۲ء میں جمعیت علماء ہند کی طرف سے آپ ڈیکٹر بنائے گئے، ہر ایک ڈیکٹر کو دہلی جا کر سول نافرمانی کرنا اور گرفتار ہونا تھا۔ آپ کی طبیعت سخت علیل تھی، ٹانگوں میں زخم تھا، چلنا پھرنا دشوار تھا۔ مولانا انور شاہ محدث کشمیری کو مقصد روانگی کا علم ہوا، تو کہلا کر بھیجا کہ اس حالت میں سفر نہ کریں۔ تاریخ بدل دیجئے۔ حضرت نے گوارا نہ فرمایا، اسی حالت میں روانہ ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکا تھا، دیوبند سٹیشن پر کثرت ہجوم کے باعث پولیس کو جرأت نہ ہوئی۔ دیوبند سے اگلے سٹیشن پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے وہ نوٹس پیش کیا، آپ نے فرمایا میں انگریزی نہیں جانتا، اس نے کہا قلم دیجئے تاکہ اردو میں ترجمہ کر دوں۔ حضرت نے فرمایا کیا خوب؟ اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار دے دوں۔ وہ خاموش ہو گیا اور گاڑی چل پڑی۔ مظفر نگر سٹیشن پر ترجمہ کر کے لایا۔ اس میں لکھا تھا کہ حاکم سہارنپور کی طرف سے آپ کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ آگے نہ جائیں، ورنہ اپنے آپ کو گرفتاری سمجھیں۔ فرمایا: اب میں سہارنپور کی حدود سے آگے ہوں یہ نوٹس قابلِ تعمیل نہیں۔ افران یہ جواب سن کر حیران ہوئے۔ بعد میں مجسٹریٹ نے جو ساتھ تھا، کہا کہ آپ کو اپنے خصوصی امتیازات کی بناء پر نوٹس دوں گا۔ چنانچہ اس نے اسی سٹیشن پر دوسرا تحریری نوٹس پیش کیا اور گرفتاری عمل میں آئی۔ حضرت کی یہ حالت تھی کہ گاڑی سے اتر کر دو قدم بھی چلنا دشوار تھا۔ اسی جگہ تھوڑی دیر کے لئے کرسی بچھا دی گئی۔ اس پر حضرت بیٹھ گئے۔ اس تمام تکلیف کے باوجود فریضہ جہاد آزادی کو چھوڑنا یا ملتوی کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ استقامت و عزیمت کا یہ نادر واقعہ مولانا انصار الحق نے بیان کیا ہے۔

(میں بڑے مسلمان)



جماعت کے رہنما تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ کسی طاقت کی طرف سے کسی عہدہ و منصب کی پیش کش سیدھی انگلی سے گھنی نکالنے کی کوشش کا نام ہے۔ اقتدار کے راستے سے کسی کو ہانے کی کوشش کا یہ پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اگر گھنی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے، تو انہیں بڑھا کر لیا جائے اور اگر پہلے مرحلے میں کامیابی نہ ہو تو قید و بند اور تعزیر و تعذیب کے دوسرے مرحلے آغاز کر دیا جائے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی پوری زندگی تاریخ کی روشنی میں دنیا کے سامنے ہے جسے دیکھنے کے لئے کسی باطنی بصیرت کی ضرورت نہیں، ظاہری آنکھوں سے دیکھ اور پڑھ لیا جاسکتا ہے کہ قید و بند اور تعزیر و تعذیب کے ہر مرحلے میں آپ کی استقامت غیر متزلزل رہی، جس طرح حکومت کی کئی پُر فریب پیش کش آپ کے اخلاص و متزلزل نہ کر سکی تھی، اسی طرح تعزیر و تعذیب کا خوف آپ کے پائے ثبات کو اس کی جگہ سے نہ ہلا سکا۔

آپ میں سے بعض حضرات شاید اس بات میں شک کریں کہ ایک دور میں ایک جماعت کی طرف سے حضرت کے خلاف جو ہنگامہ برپا کیا گیا تھا، اے ملک کے خان بہادروں، نوابوں، جاگیرداروں کی سرپرستی اور حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی لیکن اس بات کو تو بہر حال آپ تسلیم فرمائیں گے کہ کسی صاحبِ اخلاص و دیانت کا دنیا بھر کو راضی رکھا اور خوش کرنا ممکن نہیں۔ ممکن ہے ایک بڑی جماعت کو وہ اپنے اخلاص و دیانت کا گردیدہ بنالے، لیکن افراد کی ایک چھوٹی سے چھوٹی جماعت اس کی مخالف ضرور رہ جائے گی، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ افراد کی اچھوٹی سی جمعیت کا تعلق اس ”خاص جماعت“ کے نظام فکر سے نہ تھا، جس کے وہ دائمی رکن یا کارکن تھے، لیکن سوال یہ ہے کہ اختلاف و ناراضگی کی صورت میں ان کا رویہ کیا ہونا چاہئے تھا؟ آپ اس سوال کا جواب دینے کی زحمت نہ اٹھائیں، لیکن یہ ضرور سوچئے کہ مخالفت اور توہین و تضحیک کے س طوفانِ بے تمیزی میں حضرت شیخ الاسلام کی استقامت کا کیا عالم رہا؟

خواہ آپ زبان سے اس کا اقرار نہ کریں، لیکن آپ دل گواہی دے گا کہ آزمائش کے اس مرحلے میں بھی جو حکومت کی طرف سے قید و بند اور تعزیر و تعذیب کی صورت میں پیش آیا ہو، خواہ کسی جماعت کے کارکنوں کی طرف سے غیر شریفانہ مخالفت اور تضحیک و توہین کی صورت میں نمایاں ہوا ہو، حضرت شیخ الاسلام کا اخلاص بے عیب اور استقامت بے داغ ثابت ہوتی ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک سیاسی مطالعہ)

باب : ۹

سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم
اور تواضع و خاکساری

معاف کرنا، درگزر کرنا اور دشمن سے حسن سلوک کرنا انسانی بلندی کا اعلیٰ معیار ہے۔ یہ ایک ایسا جوہر سیرت ہے جس کا بیج قلب کی سرزمین میں پھونتا ہے۔ برگ و بار پیدا کرتا ہے۔ اور اس کی سرمدی مہک سے مشام روح معطر ہو جاتا ہے۔

عفو و درگزر :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ خود بھی اپنے دشمنوں کو معاف کیا اور امت کو بھی یہی تعلیم دی کہ معاف کرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔ قرآن حکیم میں رب العالمین نے فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ رب تمہاری خطاؤں، غلطیوں، لغزشوں اور گناہوں کو معاف کر دے تو یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ تم بھی اس کے بندوں کو معاف کر دیا کرو۔ انتقام کا جذبہ دل سے نکال پھینکو انتقام اور معافی ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے۔

انتقام کے سفلی جذبات سے نفرت تھی :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی سیرت کا بڑا عنصر اور جوہر معافی تھا۔ انہوں نے اپنے قلب و ذہن کو انتقام کے سفلی جذبات سے پاک کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے حضرت مدنیؒ کو تکلیفیں پہنچائیں،

حضرت نے ان کے ساتھ بھی احسان، کرم، مہربانی اور عفو کا معاملہ کیا۔ ہمیشہ ان کی نفع رسانی اور خدمت کی فکر میں رہتے براہ راست بھی اگر آپ کے مخالفین کو ضرورت پڑی تو ان کی ضرورت پوری کی۔ اپنے معاندین کو صرف معاف ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے لیے دعائیں بھی کرتے۔

ہر کہ مارا یار نہ بود ایزد او را یار باد
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد
ہر کہ در راہ منم خارے نہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشکفد گل زار باد

سپر نٹنڈنٹ جیل کو معاف کر دیا :

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں۔ ۲۴ جنوری ۱۹۳۳ء کو حضرت مینی جیل الہ آباد میں داخل کئے گئے۔ مولانا سید محمد شاہد صاحب فاخری، مولانا عبدالحی صاحب، عبدالمجید صاحب، مولانا عبد القیوم صاحب لکھنوی، مولانا عبد الباری صاحب عباسی جیسے احباب بھی وہاں موجود تھے۔ یہ حضرات یکے بعد دیگرے رہا ہونے رہے، مگر شیخ الاسلام حضرت مدنی تقریباً ۱۹ ماہ جیل میں محبوس رہے۔

یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو مغرب کے وقت سپر نٹنڈنٹ جیل نے حضرت کے ساتھ گستاخانہ حرکت کی محض اس لئے کہ گنتی کے لئے جس قدر عجلت سے وہ طلب کر رہا تھا اتنی عجلت سے حضرت اس کے حکم کی تکمیل نہ کر سکے سپر نٹنڈنٹ جیل کی بیہودگی سے جیل کے تمام نظر بند برا فروختہ ہو گئے اور جب یہ خبر شدہ شدہ باہر پہنچی تو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور اگرچہ سپر نٹنڈنٹ جیل کو اگلے ہی دن اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے تیسرے روز حضرت سے معافی مانگ لی مگر جیل سے باہر تمام ملک میں ایچی ٹیشن بڑھتا رہا، چنانچہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو تمام ہندوستان میں احتجاجی جلسے کئے گئے۔

بالآخر ۲ نومبر کو ہندوستان ٹائمز میں گورنریو۔ پی کا ایک ”کیونکے“ شائع ہوا جس میں اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہوئے ذکر کیا گیا تھا کہ سپر نٹنڈنٹ جیل نے مولانا کے سامنے اظہار افسوس کیا اور اب مولانا افسران جیل سے مطمئن ہیں لیکن حضرت کے متوسلین کے لئے یہ کیونک بھی اطمینان بخش ثابت نہ ہوا۔ ان کا اصرار تھا کہ سپر نٹنڈنٹ جیل کو برطرف کیا جائے حضرت کے محبین نے اس پر دعویٰ دائر کرنے کی تیاری بھی کر لی تھی لیکن حضرت کا ایک پیغام پہنچا کہ ہم نے سپر نٹنڈنٹ جیل کو معاف کر

دیا ہے۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ حضرت کے اس پیغام کے بعد تمام خدام کو اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔

دشمنوں کے حق میں دعائیں :

سید پور، بریلی، جالندھر اسٹیشن کے واقعات کے بعد جو انسانیت و شرافت کی ابتدائی حدود سے بھی متجاوز اور وحشت و رزالت کا نمونہ تھے۔ حضرت مدنی کی زبان پر کبھی بھول کر بھی کلمہ شکایت اور اظہار حال نہیں آیا بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تہجد و سجود کے وقت حضرت کو ان نا آشناؤں کے حق میں گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرتے سنا گیا ہے۔ ان دشنام طرازوں، بدنام کرنے والوں اور خاک اڑانے والوں کو جب ضرورت پیش آئی ہے اور انہوں نے یا ان کے عزیزوں نے حضرت سے کسی سفارشی خط کی فرمائش کی تو حضرت نے بڑی بشاشت اور انشراح خاطر کے ساتھ پر زور الفاظ میں ان کی فرمائش پوری کی ہے۔ اس موقع پر اگر کسی خادم یا رفیق نے ان کا تعارف کرانے اور ان کے پچھلے کارناموں کو یاد دلانے کی کوشش کی ہے تو اس کو سختی سے جھڑک دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا عمل اس اسوہ نبی ﷺ پر تھا۔ وان اعفوا عن ظلمنی واصل من قطعنی واعطی من حرمنی (حدیث) (یعنی) میرے رب نے تاکید کی ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کر دوں، جو میرا مقابلہ کرے میں اس کے ساتھ سلوک اور صلہ رحمی کروں، جو مجھے محروم رکھے اس کو میں عطا کروں۔

یہ سیرت کا جلسہ ہے :

حاجی احمد حسین بدھر پوری کہتے ہیں۔

لکھیم پور کھیری کا واقعہ ہے حضرت سیرت کے جلسے میں تقریر فرما رہے تھے۔ دوران تقریر میں انگریزوں کے ساتھ لیگ پر بھی تنقید فرمائی۔ ایک وکیل صاحب غصہ کے عالم میں کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہا کہ:- یہ سیرت کا جلسہ ہے اس میں سیاست سے بحث نہ کیجئے! حضرت نے انتہائی متانت سے فرمایا:- بہت اچھا اور یہ کہہ کر تقریر کا رخ تبدیل کر دیا۔ وکیل صاحب جلسہ گاہ سے جا چکے تھے۔ حاضرین میں سخت اشتعال تھا لیکن حضرت کے چہرے پر ناگواری کا شائبہ تک نہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی پیش نہیں آئی۔ (شیخ الاسلام نمبر ۷۳)

کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا :

قاضی ظہور الحسن سیوہاروی راوی ہیں :

رمضان المبارک میں حضرت مدنیؒ نوافل میں تمام رات قرآن مجید پڑھا کرتے تھے دو تین شرکاء اور بھی ساتھ ہوتے تھے۔ (یہ اس دور کی بات ہے جبکہ) حضرت شیخ الہندؒ کے دیوان خانے میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں بھی وہاں رمضان المبارک کے مہینے میں مہمان تھا۔ عصر کے بعد حضرت مدنیؒ کہیں سے تشریف لائے، شیروانی اتار کر لٹکادی اور بیت الخلا چلے گئے میں باہر بیٹھا تھا شیروانی اندر لگی ہوئی تھی، ایک نوجوان لڑکا آیا اور اس نے جیب میں سے روپیہ اور پیسے نکال لئے۔ پانچ روپیہ کچھ پیسے تھے میں نے دیکھ لیا اور اسے پکڑ لیا وہ رونے لگا۔ حضرت جب واپس آئے تو میں نے اس لڑکے کو پیش کر کے واقعہ سنایا۔ حضرت نے روپیہ لیکر اس میں سے روپیہ دو روپے اس کو دیئے اور تسلی دلا سادے کرا سے رخصت کر دیا اور جب وہ چلا گیا تو حضرت نے فرمایا کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا۔

میں سب کو معاف کر چکا ہوں :

بنگال کے سفر میں جب بعض مقامات پر لوگ حضرتؒ سے گستاخی سے پیش آئے اور اخبارات میں اس کا چرچا ہوا تو چودھری مقبول الرحمن خاں سیوہاروی نے ان لوگوں کی ہجو میں ایک نظم لکھی جس میں ان کے لئے کچھ بددعائیں بھی تھیں اس نظم میں انہوں نے مجھ سے بھی مشورہ کیا۔ غرضیکہ اس کو صاف کر کے بغرض اشاعت اخبار مدینہ بخنور بھیج دیا۔ لیکن جب وہ نظم شائع نہیں ہوئی تو میں نے مولوی مجید حسن کو شکایتی خط لکھا مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ جب وہ نظم یہاں پہنچی حضرت دفتر ہی میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے وہ نظم حضرتؒ کو سنائی تو آپ نے فرمادیا کہ یہ نظم شائع نہ کی جائے لہذا ہم اسے اخبار میں شائع کرنے سے معذور ہیں! اگلے مہینے جب حضرتؒ سیوہارہ تشریف لائے تو میں نے کہا آپ نے ہماری نظم کو شائع ہونے سے کیوں روک دیا؟ فرمایا کہ :

”بھائی! میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا آئندہ کرے گا۔ میں سب

کو معاف کر چکا ہوں۔ آپ میری وجہ سے کسی کو برا بھلا نہ کہیں نہ کسی کے لئے بددعا

کریں۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۲۸۲)

قدرت کا انتقام :

لا یضل ربی و لا ینسی..... دارالعلوم دیوبند کے مولانا مفتی جمیل الرحمنؒ راوی ہیں کہ :
مجمع نے جس کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا، حضرتؒ پر سنگباری شروع کر دی۔ مولانا حفظ الرحمنؒ سیوہارویؒ نے حضرت مدنیؒ کو آڑ میں لے لیا اور خود کو مجمع کے سامنے پیش کر دیا اور اب مولانا پر بلاتامل پتھر برسے لگے۔ حتیٰ کہ ایک پتھر نازک جگہ پر آ کر لگا۔ مولانا حفظ الرحمنؒ فرماتے تھے کہ میں یہ تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک حفظ الرحمنؒ کے بدن میں جان موجود ہے، حضرت مدنیؒ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

اس سنگ باری کے سلسلے کا ایک واقعہ یہ بھی ہے جو مجھ سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بیان فرمایا کہ پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ان کو ملا اور بے اختیار رونے لگا۔ دریافت کرنے پر اس نے یہ داستان سنائی کہ وہ مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہے اور جس مجمع نے حضرت مدنیؒ پر سنگباری کی تھی، بدبختی سے یہ بھی اس میں موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ اس مظاہرے کے موقع پر تشفی غیظ کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ برہنہ ہو کر حضرت مدنیؒ کے سامنے ناچنے لگا۔ واقعہ رفت گزشت ہو گیا، لیکن ”لا یضل ربی و لا ینسی“ کچھ عرصہ بعد جب پنجاب میں ہولناک فسادات ہوئے تو سکھوں نے اس کے ساتھ یہ طریقہ برتا کہ اس کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا اور گھر کی بہو بیٹیوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ برہنہ ہو کر اس کے اور مجمع کے سامنے ناچیں۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ آج کا یہ ناچ اس برہنہ ناچ کا قدرتی انتقام ہے جو حضرت مدنیؒ کی اہانت کی غرض سے میں نے کیا تھا۔ (بیس بڑے مسلمان)

جہاز کے ملازم کا رویہ اور آپ کا حسن سلوک :

حضرت مولانا فیاض احمد ہستی لکھتے ہیں :

حضرتؒ نے ایک مرتبہ جمعیت کے کسی پروگرام کے سلسلے میں رنگون کا سفر فرمایا اور جب بحری جہاز سے آپ کی واپسی ہوئی تو میزبان نے حضرتؒ کے آرام کی غرض سے ایک خادم بھی ساتھ کر دیا۔ حضرتؒ کا ٹکٹ فرسٹ کلاس کا تھا اور خادم کا ٹکٹ تیسرے درجے کا۔ چونکہ حضرتؒ کے کیمین میں کوئی دوسرا مسافر نہیں تھا اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ خادم بھی اسی میں رہے مگر جہاز کا ملازم جب بھی وہاں حاضر ہوتا خادم کی موجودگی پر اعتراض کرتا۔ چنانچہ حضرتؒ نے ایسا کیا کہ خود ہی زیادہ تر وقت تیسرے درجہ میں گزارنے لگے۔ جب سفر ختم ہوا اور چوتھے دن جہاز ساحل پر پہنچا تو وہ راستے میں اپنے غلط رویہ

کے باوجود حضرت کی خدمت میں بھی اپنے دستور کے مطابق انعام اور بخشش لینے پہنچ گیا۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت! اس نے ہمیں راستے میں تکلیف پہنچائی ہے اس لئے اسے بھی محروم کر دیجئے۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ: نہیں! اس کا حق دیا جائے گا اور یہ کہہ کر حضرت نے پورے چار روپے گن کر اس کی جانب بڑھائے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ایک روپیہ موجودہ دور کے سو روپے کے مساوی ہوتا تھا اور بڑا سے بڑا انگریز افسر بھی جہاز کے ملازمین کو ایک روپیہ سے زیادہ نہیں دیتا تھا۔ ملازم نے حضرت کے ہاتھ میں بجائے ایک روپیہ کے چار روپے دیکھے تو اس نے یہ خیال کیا چونکہ اس نے راستے میں تکلیف پہنچائی ہے اس لئے شاید اس سے مذاق کیا جا رہا ہے۔ حضرت نے اس کے تذبذب اور ندامت کو محسوس کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے فرمایا کہ لو! یہ روپے تمہارے ہی لئے ہیں۔ چنانچہ اس نے روپے لے لئے۔

یہ دیکھ کر خادم سے رہانہ گیا اور حضرت سے کہا کہ اس جہاز کے ملازم نے تو ہمیں راستے میں تکلیف پہنچائی اور آپ نے اکٹھے اسے چار روپے دیدیئے جبکہ بڑے سے بڑا انگریز افسر بھی ایک روپے سے زیادہ انعام نہیں دیتا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا بھائی اصل بات یہ ہے یہ سمجھتا تھا کہ انعام اور بخشش صاحب بہادروں (انگریزوں) سے ہی ملتی ہے ہماری جیسی مولویانہ صورت والوں سے وہ کسی انعام کی توقع نہ رکھتا ہوگا اس لئے اس نے ہم لوگوں کے ساتھ مناسب برتاؤ کا ثبوت نہ دیا۔ ہمارا سفر تو بہر حال ختم ہو گیا لیکن یہ روپے اسے میں نے اس لئے دیئے ہیں کہ اسے یقین آجائے کہ ہمارے جیسے لوگ انگریزوں سے کہیں زیادہ دے سکتے ہیں۔ اب مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ شخص ہماری جیسی صورت والے کسی اللہ کے بندے کو نہیں ستائے گا بلکہ اس کو آرام ہی پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ (ماہنامہ الفرقان)

حضرت نے اُف نہیں فرمایا :

آپ کا خادم محمد اکبر اندرون خانہ و بیرون خانہ کے کام کاج اور بچوں کے کھلانے پر مامور تھا۔ یہ ملازم اپنی نوعمری کے باعث ادھر ادھر کھیلتا پھرتا اور حضرت درس حدیث کے لئے مدرسہ آمدورفت کے وقت اس کو بار بار دیکھتے لیکن زبردستی نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یہی ملازم حضرت کی چھوٹی بچی عمرانہ کو دارالعلوم کے چمن میں اس جگہ کھلا رہا تھا جہاں آج کل ٹیوب ویل ہے۔ اس وقت ٹیوب ویل نہ تھا بلکہ اسے نصب کرنے کے لئے صرف زمین کھودی گئی تھی اور وہاں بہت بڑا گڑھا موجود تھا۔ ملازم کی لاپرواہی سے بچی گڑھے میں گر گئی اور کسی چیز سے اس طرح ٹکرائی کہ اس کا ہونٹ

پھٹ گیا فضل خداوندی شامل حال تھا کہ بچی موت کے منہ سے بال بال محفوظ رہی کیونکہ چند طلباء اس کنویں میں کود گئے اور عمرانہ کو باہر نکال لائے۔ حضرت کے علم میں یہ واقعہ آیا لیکن آپ نے خادم سے نہ کوئی سخت بات فرمائی اور نہ اسے کسی قسم کی سزا دی۔ (انفاس قدسیہ)

ایک مرید کے غلط اعتراض پر صبر و تحمل :

ٹانڈہ کا واقعہ ہے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا۔ حضرت کا ایک مرید جناب قاری اصغر علی صاحب کے پاس پہنچا اور جا کر کہنے لگا کہ حضرت! یَاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ غلط پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر قاری صاحب بہت خفا ہوئے اور اس سے کہا کہ تم کیسے مرید ہو کہ پیر پر بھی اعتراض کرتے ہو۔ اس کے بعد اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے شاطبیہ، سراج القاری وغیرہ تجوید کی کتابیں پڑھی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں! تب قاری صاحب نے فرمایا کہ پھر اعتراض کیوں کرتے ہو؟

اس کے بعد موصوف نے حضرت سے عرض کر دیا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ آپ قرآن شریف غلط پڑھتے ہیں! حضرت نے عشا کی نماز کے بعد فرمایا کہ بھائی! میں نے کسی قاری سے باقاعدہ نہیں پڑھا ہے اور نہ میں کوئی قاری ہوں۔ البتہ میں قرآن شریف قرآن حرمین شریفین کے طرز پر پڑھتا ہوں۔ یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو پوری خانقاہ سر پر اٹھالیتا اور جاسوسوں کے ذریعہ معترض کو تلاش کر کے ایسی سزا دیتا کہ توبہ بھلی! حضرت نے اس اعتراض پر ادنیٰ سی ناگواری کا اظہار بھی نہیں فرمایا اور نہایت انکساری کے ساتھ جو بات تھی سب کے سامنے ظاہر کر دی۔

(انفاس قدسیہ مع جذف و اضافات)

کھجوریں اور زمزم تو لیتے جائیے :

آخری حج سے آپ کی واپسی ہوئی تو اس موقع پر ایک دن بعد نماز ظہر مہمان خانے میں تشریف فرما تھے کہ مظفر نگر کے ایک ڈاکٹر صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے جب کافی دیر انہیں بیٹھے ہوئے ہو گئی تو انہوں نے حضرت کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ حضرت نے فوراً انہیں داڑھی کے سلسلے میں ٹوکا اور نصیحت فرمائی۔ انہیں یہ بات ناگوار گذری اور (جھنجھلا کر) نہایت اونچی آواز سے کہا کہ: مولانا! آپ کو کیا معلوم کہ ہمیں کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں کہ اس داڑھی کے نہ ہونے کی وجہ سے جان بچی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چل دیئے۔ مگر حضرت نے فرمایا:

کہاں جاتے ہیں؟ کھجوریں اور آب زمزم تو لیتے جائیے! اور فوراً ہی یہ دونوں چیزیں باصرار عنایت فرمائیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو مکان سے نکال دیتا مگر حضرت نے ان کی بدتمیزی کے باوجود وسعت اخلاق میں فرق نہ آنے دیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مقدمہ مکتوبات جلد ثانی میں تحریر فرمایا ہے کہ: (حضرت نے) ”جمعہ کی نماز ایک جامع مسجد میں ادا فرمائی۔ اس مسجد کے خطیب صاحب حضرات دیوبند کی تکفیر کرنے والوں میں سے تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا، مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے۔ نماز ہوئی اور پھر خاموش تشریف لے آئے۔ سفر کے اختتام تک کہیں بھول کر بھی خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا۔“

(انفاس قدسیہ)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جس چیز میں ممتاز تھے وہ ان کی بلندوصلگی ہے ہر تکلیف، مصیبت، پریشانی، دکھ، بیماری اور ناگوار واقعات کو ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا، حضرت مدنیؒ صبر و تحمل کے پہاڑ تھے انہوں نے کبھی مخالفین، حاسدین اور معاندین کا گلہ تک نہیں کیا، گالی کے جواب میں پھول برسائے، غصے کے مقابلے میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ وہ اخلاق کریمانہ کا مظہر اتم تھے.....

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

منتہائے صبر و تحمل :

جناب عبدالرحمان صاحب پر نسل عثمانیہ کالج شیخوپورہ لکھتے ہیں، حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب دورہ حدیث میں شریک تھے۔ کسی گستاخ نے دوران سبق رقعہ بھیجا۔ حضرت مدنیؒ اس وقت تو خاموش رہے۔ لیکن کسی دوسری نشست میں جواب دیتے ہوئے نہایت نرمی اور شائستگی سے فرمایا کہ: مجھے کسی دوست نے رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے!

یہ سن کر درس گاہ میں ہيجان برپا ہو گیا۔ ہر طالب علم مجسمہ غیض و غضب بنا ہوا تھا مگر آپ نے اسی سکون بھرے انداز میں فرمایا: خبردار! کسی کو غضبناک ہونے کی ضرورت نہیں میرا حق ہے کہ میں سوال کرنے والے کی تسلی کروں۔ اس کے بعد فرمایا کہ: میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ اللہ داد پور کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یادواں جا کر سمجھ لیا جائے۔ العظمۃ للہ بردباری کی بھی انتہا ہو گئی اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی

پوری تشریح ہو جاتی ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کر دے۔

یہ سلف صالحین کے صبر و تحمل کے واقعات کا تسلسل ہے، جسے تاریخ ہر دور میں دہراتی ہے۔ امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ بھی تو اسی نوعیت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ عبدالرحمن بن ہمام کی روایت ہے:

کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظمؒ سے بڑھ کر حلیم اور طبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحبؒ مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔ تلامذہ و معتقدین کا حلقہ قائم تھا اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحبؒ نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصریؒ نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا:

اخطاء الحسن امام حسنؒ سے غلطی ہوئی ہے۔

ابوحنیفہؒ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا، جس نے منہ کو پلیٹ رکھا تھا اور امام صاحبؒ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا ابن الزانیہ اے بدکار عورت کے بچے

آپؐ یہ کہتے ہیں کہ حسنؒ نے غلطی کی؟

لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے، بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھالیں۔ قریب تھا کہ اس کو یہیں اپنے کئے کی بدترین سزا دے دیں، مگر امام صاحبؒ نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تأمل کے بعد فرمانے لگے۔

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعود فیما رواہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عقود الجمان ص ۲۸۷ و ابوہریرہ ص ۵۶)

جی ہاں! حسنؒ سے غلطی ہوئی اور عبداللہ بن مسعودؓ درست کہتے ہیں، جس طرح کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔

ایسے مواقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض و عداوت اور استہزاء گستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا، تب بھی امام صاحبؒ دعائیں دیتے، معاف کرتے اور نفع و خیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔ (امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات)

چنانچہ مقررہ وقت پر موتی پارک سامعین سے پُر ہو چکا تھا اور حضرت ممدوح کا انتظار ہو رہا تھا کہ یکا یک حضرت تشریف لے آئے۔ شہر کے بعض معززین بھی حضرت والا کے ساتھ تھے۔ یہ خادم دیرینہ بھی ہمارا تھا۔ پارک سے باہر مسلم لیگ کے حامیوں کا ایک زبردست ہجوم تھا۔ جنہوں نے اپنے مخالفانہ اور معاندانہ فلک شگاف نعروں سے مولاناؒ کو تقریر سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کر رکھی تھی لیکن حضرت نے اس قسم کے معاندانہ نعروں کی کوئی پروا نہ کی اور تلاوت کلام پاک سے جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ حضرت نے آیہ کریمہ **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ** تلاوت فرمائی جو موقع اور محفل کے مطابق تھی اور اس کا ترجمہ کر کے تقریر کا سلسلہ شروع فرمادیا۔

اس دوران میں مخالفین نے انتہائی بد اخلاقیوں کا مظاہرہ کیا۔ تارکول کے خالی ڈرم اور ٹین کے کنسٹرپوری قوت کے ساتھ بجا رہے تھے۔ سڑک پر پڑے ہوئے کیلے کے ڈٹھل وغیرہ حاضرین جلسہ پر پھینکے۔ جب ان کی تمام حرکات کا بھی کوئی اثر نہ لیا گیا تو ان نا عاقبت اندیشوں نے سنگ باری شروع کر دی۔ اتفاق سے اس وقت کہ اس زمانہ میں پارک کی چاروں جانب پتھروں کے انبار لگے ہوئے تھے کیونکہ سڑک پر کوٹنے کے لئے پتھر جمع کیا گیا تھا وہی مخالفین کے لئے میگزین بن گیا، جسے بے دریغ پُر امن جلسہ گاہ پر برسار رہے تھے۔ اگرچہ پولیس کی پوری طاقت اور محکمہ پولیس کے تمام افسران موقع ہی پر موجود تھے۔ مگر ضلع کے افسران اعلیٰ کی ذہنیت بھی لیگی اثرات سے مسموم تھی، اس لئے پولیس کا وجود اور عدم وجود برابر تھا بلکہ پولیس کی چشم پوشی سے مخالفین کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔ آخر تا کی؟ حاضرین جلسہ مضروب ہوئے اور مجمع منتشر ہونے لگا، حضرت مدنیؒ کے جاں نثاروں نے چاہا کہ موصوف کے اوپر کوئی سایہ کر لیں تاکہ آپ کا جسم مبارک محفوظ ہو جائے لیکن اس پیکر صبر و استقامت نے لوگوں کو اپنے اوپر سایہ کرنے سے روک دیا اور انتہائی محبت و شفقت سے فرمایا کہ حسین احمد کا سر آپ حضرات کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ بہر حال آپ اس سنگ باری میں سینہ سپر ہو کر مجاہدانہ انداز میں تقریر فرماتے رہے۔ آخر کار مخالفین نے بجلی کے قتموں کو پتھروں کا نشانہ بنایا فضا پر تاریکی چھا گئی اور جلسہ برخاست کر دیا گیا اور حضرت مدنیؒ اپنی قیام گاہ تشریف لے آئے اور بریلی سے رخصت ہونے سے قبل آپ کی جانب سے ایک ہینڈ بل شائع ہوا جو دعاؤں اور نصیحتوں سے لبریز تھا اور جس کے اختتام پر یہ شعر تھا.....

تین مرتبہ تعویذ کی فرمائش :

حضرت مولانا فرید الوحیدی کی روایت ہے :

(وفات سے) دو تین سال پہلے جبکہ جسم پر بہت زیادہ ضعف طاری اور حاوی ہو چکا تھا، اٹھتے بیٹھتے گھٹنوں میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک صاحب نے تعویذ کی درخواست کی حضرت اندر تشریف لے جا رہے تھے۔ ان سے فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں میں ابھی لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر مطالعہ گاہ میں تشریف لائے اور بیٹھ کر تعویذ لکھا۔ میں ساتھ تھا۔ عرض کیا کہ مجھے دیدیتجئے میں ان صاحب کو دیدوں گا۔ فرمایا کہ: تو ترکیب نہیں سمجھا سکے گا۔ چنانچہ باہر تشریف لائے اور تعویذ دے کر نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی ترکیب سمجھائی اور جوں ہی واپسی کے لئے مڑے اس شخص نے دوبارہ آگے بڑھ کر کہا کہ حضرت ایک تعویذ مجھے اپنے لڑکے کے لئے بھی چاہئے۔ فرمایا۔ بہت اچھا اور پھر گھر میں تشریف لا کر تعویذ لکھا اس مرتبہ بھی میں نے کہا مجھے دیدیتجئے میں دیدوں گا مگر انکار فرمایا اور خود ہی تشریف لا کر تعویذ مرحمت فرمایا۔ اب اس کا دل اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے اپنی بہو کے لئے بھی ایک تعویذ کی فرمائش کر دی اس سے دریافت کیا کہ بہو کو کیا شکایت ہے اس نے کیفیت بیان کی اور آپ نے اسی خندہ پیشانی کے ساتھ تیسری مرتبہ گھر جا کر تعویذ لکھا اور خود ہی لے کر باہر تشریف لائے۔ راقم الحروف بھی اس مجاہدہ و ریاضت میں برابر شریک رہا اور حضرت نے نہایت نرمی اور ملاطفت کے ساتھ اس سے رخصتی سلام و مصافحہ کیا تو اپنی حیرت کو بڑی مشکل سے روک سکا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۳۰)

حسین احمد کا سر آپ کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے :

حکیم عبدالرشید صاحب بریلی رقم طراز ہیں :

دسمبر ۱۹۴۵ء کا پر آشوب دور تھا۔ مسلم لیگ کی تحریک کانگریس کے مقابلہ میں شباب پر تھی۔ حضرت کانگریس کی حمایت میں بریلی تشریف لائے ہوئے تھے اور اہالیان بریلی اپنے تدبیر سے راہ راست پر لانے اور آئندہ خطرات سے آگاہ فرمانے کے لئے عوام کو خطاب کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت کا جو دلخراش منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شہر کے مرکزی حصے موتی پارک میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ اعلان ہو چکا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ شام کو بعد مغرب موتی پارک میں تقریر فرمائیں گے۔

مراد ما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(شیخ الاسلام نمبر ۲۹)

موسیٰ شدائد کا تحمل :

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری واقعہ بیان کرتے ہیں :

ایک مرتبہ بحیثیت خادم راقم الحروف حضرت کے ساتھ شریک سفر تھا۔ دسمبر کا آخری عشرہ، سردی پورے شباب پر تھی۔ حضرت بستی سے براہ گورکھپور شاہ گنج تشریف لائے یہیں سے اکبر پور کے لئے ٹرین تبدیل کرنی تھی۔ اگرچہ ٹرین میں بھی کافی سردی محسوس ہو رہی تھی اور برقیلی ہوائیں کھڑکیوں کی رینچوں اور ادھ کھلے دروازے سے ڈبے میں داخل ہو کر اسے برف خانہ بنائے ہوئے تھیں۔ لیکن شاہ گنج کا پلیٹ فارم تو طبقہ زمہریہ کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ سرد و خشک ہوا کے جھونکے رگ و پے میں سرایت کئے جارہے تھے۔ ہاتھ پاؤں جیسے ماؤف ہو گئے ہوں تین بجے کا وقت اور موسیٰ شدائد کا یہ حال میرے لئے تو چلنا دشوار ہو گیا۔ میں نے اسی پریشانی کے عالم میں حضرت سے عرض کیا کہ: آپ کے ساتھ سفر میں رہنا بھی کچھ آسان بات نہیں ہے۔ حضرت یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا! جی ہاں ایک انگریز تعلیم یافتہ نوجوان نے میرے ساتھ سفر میں رہنا چاہا لیکن پندرہ یوم میں وہ بیمار ہو کر اپنے مکان پر چلا گیا اور پھر اس نے واپسی کی ہمت نہیں کی۔

حد سے زیادہ تواضع اور خاکساری :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیخ الاسلام حضرت مدنی کا جو مقام ہوگا، اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، لیکن جو لوگ ان کے احوال سے کچھ بھی واقف ہیں، وہ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں کسی عالم دین اور کسی روحانی پیشوا کو جو بڑی سے بڑی عظمت و وجاہت، بلندی و برتری حاصل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ حضرت مدنی کو حاصل تھی۔ دارالعلوم دیوبند جیسی باعظمت دینی درس گاہ کے وہ صدر اور شیخ تھے۔ ہزاروں عالم (جو اپنی اپنی جگہ اپنے حالات کے مطابق کسی نہ کسی دینی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور ان میں سے بہتوں کے خاصے وسیع و عریض حلقے ہیں) ان کے شاگرد اور فدائی،

ہندوستان کے طول و عرض میں لاکھوں مریدین، پھر ہندوستان کی جنگ آزادی میں ان کی عظیم قربانیوں کے طفیل ملک کے اہل حکومت و سیاست کی نگاہ میں بھی ان کا خاص مقام اور حکومت کے اونچے سے اونچے عہدہ داروں کی نگاہ میں ان کا غیر معمولی احترام ان ساری عظمتوں اور بلندیوں کے باوجود ان میں تواضع اور انکسار اس قدر تھا کہ جن لوگوں کو قریب رہنے اور برتنے کا موقع نہ ملا ہو، وہ کبھی اندازہ نہیں لگا سکتے بلکہ یہ عاجز اس موقع پر صفائی کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا ہی مناسب سمجھتا ہے کہ بعض اوقات راقم سطور کو خیال ہوتا تھا کہ حضرت کا اتنا تواضع شاید دوسروں کے لئے مضرب ہو اس سلسلہ میں بھی خود اپنے ساتھ گزرے ہوئے بعض واقعات کا ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے۔

تواضع کی انتہاء :

۳۳ھ کی بات ہے، میری طالب علمی ہی کا زمانہ تھا۔ ہمارے وطن سنبھل کے ”مدرسۃ الشرع“ کی طرف سے خاصے بڑے پیمانے پر ایک جلسہ ہوا، اس میں جماعت دیوبند کے اس وقت کے اکثر اکابر علماء (مثلاً حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی) نے شرکت فرمائی تھی۔ حضرت مدنی بھی تشریف لائے تھے۔ مدرسہ کے مہتمم اور جلسے کے منتظمین کی اجازت سے ایک دن دوپہر کے وقت کھانے کا انتظام میرے والد ماجد نے اپنے یہاں کیا تھا۔ جلسہ گاہ اور ان حضرات کی قیام گاہ سے ہمارے مکان کا فاصلہ ایک میل سے کچھ زیادہ تھا، اس لئے سب مہمانوں کو سواری کے ذریعہ لانے کا انتظام کیا گیا تھا اور سب حضرات سواری ہی سے آئے، لیکن حضرت مدنی نے یہ کیا کہ سنبھل کے اپنے ایک پرانے شاگرد اور نیاز مند کو بطور راہنما ساتھ لے کر خاموشی سے ہمارے گھر پیدل تشریف لائے۔ حالانکہ موسم گرما تھا، اور بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا اور جیسا کہ عرض کیا گیا، فاصلہ میل بھر سے بھی زیادہ تھا۔

سنبھل کے اسی سفر میں ہمارے یہاں کے ایک صاحب نے جو بیچارے علمی، دینی، دنیوی کوئی بھی خاص حیثیت نہیں رکھتے تھے اور حضرت سے ان کا کوئی تعارف بھی نہیں تھا، حضرت مدنی سے درخواست کی کہ میرے گھر پر چل کر چائے پیجئے۔ مجھے یاد ہے کہ ان کی یہ بات سب کو کچھ عجیب سی معلوم ہوئی، لیکن حضرت نے بغیر کسی عذر و معذرت کے قبول فرمالیا اور ان کے ساتھ ان کے گھر پر جا کر بالکل بے وقت چائے اور صرف چائے پی لی۔

خادم کے لئے بیت الخلاء صاف کر دیا :

ایک عجیب واقعہ اور سنئے حضرت کے ایک شاگرد نے خود اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ریل سے سفر فرما رہے تھے اور یہ صاحب خادم کی حیثیت سے حضرت کے ساتھ تھے، انہیں استنجاء کا تقاضا ہوا۔ بیت الخلاء کا دروازہ کھولا تو اس کو بہت غلیظ اور گندہ دیکھ کر واپس آ گئے اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مدنی تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے اور بیت الخلاء میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا، چند منٹ بعد تشریف لائے اور اپنے ان خادم سے کہا کہ اب چلے جاؤ انہوں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ان کی واپسی کی وجہ محسوس کر کے بیت الخلاء صاف کرنے ہی کے لئے اندر تشریف لے گئے تھے اور جب لوٹے بھر بھر کے بہت سا پانی بہا دیا اور اس کو صاف کر دیا تو باہر تشریف لائے کچھ حد ہے اس تو اضع اور بے نفسی کی؟ (تحدیثِ نعمت)

یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے :

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت مدنیؒ آخری حج سے تشریف لارہے تھے تو ہم لوگ سٹیشن پر شرف زیارت کے لئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف (جھنگ) دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی۔ وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور اُلٹے پاؤں بادل ناخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مدنیؒ سمجھ گئے، فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ جائے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا حضرت! میں نے دیکھا ہے، پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا۔ یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے۔

راقم الحروف کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ اسی واقعہ کو دیکھنے پر یا اس طرح کے کسی دوسرے موقعہ پر اسی ڈبہ میں خواجہ نظام الدین تونسوی مرحوم نے اس ڈبہ میں ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھدر پوش کون ہے، جواب ملا کہ یہ حسین احمد مدنیؒ ہیں تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنیؒ کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے تو خواجہ صاحب نے کہا، سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا، اگر آج آپ

کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔

حضرت نے فرمایا : میرے بھائی میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا، صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے واپس آیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں، چھ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ (بیس بڑے مسلمان)

مٹی کا جسم جب تک چلتا رہے، کام لینا چاہئے :

مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں :

کئی سال پہلے کی بات ہے، حضرت کے ضعف پیری اور بعض دوسری اہم مصلحتوں کی بنا پر حضرت کے چند نیاز مندوں نے (جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا) باہم مشورہ کر کے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! اب صرف وہ سفر فرمایا کریں، جس کی کوئی خاص ضرورت اور اہمیت ہو اور یہ جو ہو رہا ہے کہ لوگوں کی معمولی معمولی مقامی ضرورتوں اور جلسوں کے لئے ہر ہفتے میں جمعہ کے ایک دن کا سفر تو ضرور ہی ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ اب بند فرما دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا! میں کیا کروں لوگ آ جاتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں، عرض کیا گیا کہ اگر حضرت طے فرمائیں کہ اس سلسلہ کو بند کرنا ہے، تو تھوڑے عرصہ تک تو ایسا ہوگا کہ لوگ آئیں گے اور حضرت کے انکار فرمادینے پر مایوس واپس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت نے اب یہ فیصلہ فرمالیا ہے، تو پھر اس غرض سے لوگ آیا بھی نہیں کریں گے۔ فرمایا!

”مجھ سے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ کے بندے آئیں اور وہ کہیں چلنے کے لئے اصرار

کریں اور میں انکار پر جمار ہوں۔“

عرض کیا گیا کہ حضرت کی صحت اور حضرت کا وقت بہت قیمتی ہے، اس کو صرف ضرورت اور موقع ہی پر صرف ہونا چاہئے، حضرت نے خاکساری اور تواضع میں ڈوبے ہوئے لہجے میں فرمایا :

”آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں، میں کیا ہوں اور میری کیا قیمت ہے۔ یہ مٹی کا جسم ہے

جب تک چل رہا ہے اس سے کام لے لینا چاہیے۔“ (تحدیثِ نعمت)

اپنے نفس سے بدظنی :

انسان علمی، عملی، سیاسی، معاشرتی اور سماجی حیثیت سے جس قدر بھی بلند ہو ممکن ہے لیکن

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی واپسی میں حضرت مدنیؒ کی دلچسپی :

پاکستان بن جانے کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بھی ہجرت کر کے یہاں آ گئے، مگر وہاں دارالعلوم دیوبند، نظم و اہتمام اور تعلیمی و دینی خدمات کے حوالے سے ان کی واپسی ضروری سمجھی گئی، مگر اب راستے ہمیشہ کے لئے مسدود ہو چکے تھے۔ بالآخر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اس کے مدعی بن گئے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملے، پنڈت جواہر لال سے حضرت حکیم الاسلامؒ کی واپسی کے احکامات صادر کرائے۔ بالآخر آپ واپس آئے۔ اس واپسی کا منظر حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ نے خود بیان فرمایا :

”ابتداء میں جب میں یہاں سے پاکستان گیا، تین ماہ بعد جانا ہوا، کچھ رُکا وٹیں پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ نے دور فرمادیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مدنیؒ کو بڑا اہتمام تھا کہ وہ آئے، ان کے کان میں پڑی کہ وہ آنا نہیں چاہتا حالانکہ یہ واقعہ نہیں تھا۔ اس دفعہ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ نہ آیا تو میں خود جاؤں گا اور اسے لے کر آؤں گا اور پھر بھی نہ آیا تو میں ہندوستان چھوڑ کر مدینہ منورہ چلا جاؤں گا۔ مجھے یہ ضرورت ہے کہ یہاں پڑا رہوں، تو جب میں پہنچا تو عجیب کیفیت تھی۔ خود حضرت مدنیؒ ”سٹیشن پر“ سارا دارالعلوم، شہر کے ہزاروں آدمی، تل دھرنے کی جگہ نہیں، حضرت مدنیؒ بھی تشریف لائے۔ خیر مدرسہ کے طلبہ کا جم غفیر بھی تھا۔ حضرت مدنیؒ نے مدرسہ میں اگلے دن فرمایا کہ ہم جلسہ کریں گے، میں نے کہا، کیا ضرورت ہے۔ میں وہاں کیا کہوں گا؟ آپ کی یہ علم پروری اور اصاغر نوازی کافی ہے کہ آپؒ نے تکلیف فرمائی۔ فرمایا نہیں! نہیں! جلسہ ہوگا، اس جلسہ میں حضرت مدنیؒ نے تقریر فرمائی اور تقریر کی ابتداء اس شعر سے کی کہ.....

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو
تو گجا بہر تماشا سے رومی

اس پر تمام لوگوں کے آنسوؤں نکلے اور میری بھی کیفیت عجیب ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت! ان جملوں کو قیامت کے دن بھی یاد رکھئے گا جو آج فرمائے ہیں۔ آپ کا ارشاد میرے لئے دستاویز ہے، وہاں کی نجات کے لئے اور میری یہ کیفیت

سیرت و کردار کی بلندیوں کی نشانی اور علامت تواضع، انکساری، کسر نفسی اور اپنے نفس سے بدظنی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی زندگی بے نفسی بے غرضی اور اخلاص سے عبارت ہے۔ چند واقعات سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ حضرت مدنیؒ کتنے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

سب سے بڑی کرامت :

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مزاج میں سادگی تواضع اور فروتنی کے چشم دید حالات مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے اپنے سحر انگیز قلم سے یوں رقم کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”مولانا کی بزرگی کے قائل خوش عقیدہ حضرات جس بنا پر ہوں اپنی نظر میں تو ان کی بڑی کرامت ان کا ایثار، انکسار، تواضع اور بے نفسی ہی ہے۔ علم و فضل، فقر و درویشی کی بحثوں کو چھوڑیے لیکن جہاں تک.....

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

کا تعلق ہے اس دیکھنے والے کی نظر میں اپنی نظیر بس آپ ہی ہیں اور محمد علی جوہرؒ نے یہ شعر کہا تو اپنے شیخ مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کے حق میں ہے۔ لیکن صادق مولانا مدنیؒ پر بھی لفظ بلفظ آ رہا ہے.....

ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ یاں
کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

دوسروں کو شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو جو ان مولانا (مدنیؒ) کو دوسروں کا کام کر دینے میں آتا ہے۔ گھر پر آ کر ملے تو آپ کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے جا کر لائیں آپ کے لئے بستر بچھا دیں۔ سفر میں ساتھ ہو جائے تو دوڑ کر آپ کے لیے ٹکٹ لے آئیں، قبل اس کے کہ آپ ٹکٹ گھر کے قریب بھی پہنچ سکیں تاکہ آپ کی طرف سے ادا کریں اور آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں پیسہ ٹٹوتا ہی رہ جائے۔ ریل پر آپ کا بستر بچھائیں۔ آپ کے لوٹے میں پانی لے آئیں آپ کا سامان اپنے ہاتھ سے اٹھانے لگیں۔ تین دن کے قیام دیوبند میں یہ روایتیں مشاہدہ بن کر رہیں۔“

لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا :

میرے اصرار واپسی کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کے قلب میں قیام سے توجہ کی بنا و حقیقت حضرت شیخ مدنی کا تصرف ہے، جو وہاں بیٹھ کر وہ کر رہے ہیں اور اس لئے آپ یہاں سے اکھڑ رہے ہیں۔ بہر حال میرا قلبی رُخ کسی بھی وجہ سے ہو یہی تھا کہ میں حاضر ہوں۔ الحمد للہ کہ حاضری ہو گئی۔

باقی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت کی حاضری حضرت شیخ مدنی کی ظاہری و باطنی توجہ بلکہ تصرف سے ہوئی اور دارالعلوم کی خدمت کا دوبارہ موقع ملا۔

(خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۳۰۵)

سراپا خدمت :

مولانا نصر اللہ خاں عزیز ایڈیٹر ایشیالاہور تحریر فرماتے ہیں :

”(مولانا) ایک عظیم المرتبت عالم، محدث اور فقیہ ہونے کے باوجود ایسے رفیق سفر ہیں جو خدمت لینے کے بجائے خدمت کرتے ہیں۔ ریل کے سفر میں وہ شدید سردی کے موسم میں بھی خود وضو کرتے ہیں اور پھر اسٹیشنوں پر اتر کر رفقا کے لئے لوٹے میں پانی بھر کر لاتے ہیں اور پاؤں دبا کر بیدار کرتے ہیں۔ پھر وضو کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ عام طور پر علماء اپنے مزاج کی بیہوشی اور غیر ضروری سنجیدگی کے لئے بدنام ہیں مگر عالم اسلام کی یہ سب سے بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے۔ (انفاس قدسیہ بحوالہ اخبار شریعت حسین احمد نمبر ۱۴۴)

وسعت اخلاق و جذبہ خدمت خلق :

حضرت اثنائے سفر ترین میں دوسرے مسافروں کی آمد سے کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے بلکہ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی جگہ دیتے اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو باصرار کھانے میں شریک کرتے صرف یہی نہیں بلکہ رفیق سفر کی ہر ممکن خدمت انجام دینے کی سعی فرماتے۔ اس سلسلے میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

رفقاء سفر کے پاؤں دباتے رہے :

حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ وہ پنجاب سے واپس ہو رہے تھے۔

کہ بولا نہ جائے، پوری مجلس پر گریہ طاری ہو گیا، عجیب کیفیت تھی۔“

(مقالات وارشادات عبید اللہ انور ص: ۱۲۱)

اس موقع پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے اپنی تقریر سے پہلے یہ شعر پڑھا ۔۔۔۔۔

کہاں میں کہاں یہ نگہت گل
نسیم صبح تیرے مہربانی

پھر فرمایا : اب جبکہ میری واپسی کی ہنگامی تدابیر مسدود ہو چکی تھیں، یہ محض حضرت مدنی کی

مہربانی ہے کہ میں آج پھر یہاں حاضر ہوں۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ص: ۶۸۷)

وسیلہ نجات :

خطبات حکیم الاسلام میں حضرت مولانا قاری محمد طیب کی اس موقع پر کی جانے والی مفصل تقریر نقل ہوئی ہے، برادر م حضرت مولانا قاری محمد عبد اللہ بنوی کے توجہ دلانے پر اس کے بعض متعلقہ اقتباس بھی نذر قارئین ہیں۔ مندرجہ بالا شعر ”کہاں میں کہاں یہ نگہت گل“ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا :

”میں حیران ہوں کہ بیان تاثرات کے اس بوجھ کو کس طرح اٹھاؤں، مجمع اکابر کا ہے، اساتذہ کا اجتماع ہے، بزرگوں کے اجتماع میں قوت گویائی یا رائے نہیں دیتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ ارشاد ہے کہ اپنے ان تاثرات کا اظہار کروں جو ہر شخص کچھ نہ کچھ سفر سے لے کر آتا ہے۔“

حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب نے اپنی نظم میں جس تاثر کا اظہار فرمایا، وہ میرے لئے باعث فخر ہے اور حضرت شیخ مدظلہ العالی (حضرت مدنی) کے بارے میں، تو میں کیا عرض کروں، وہ تو ہم سب کے لئے ان شاء اللہ وسیلہ نجات ہیں۔ حضرت نے اس ناکارہ کے بارے میں جو کلمات فرمائے ہیں :

”میری درخواست یہ ہے کہ وہ انہیں یاد رکھیں اور قیامت میں انہی الفاظ میں گواہی دے دیں تاکہ میرے لئے وہاں نجات کا باعث ہوں کہ یہ کلمات ہی میرے لئے دستاویز نجات ہیں۔“

(اس موقع پر وفور جذبات سے حضرت مہتمم صاحب پر رقت و گریہ طاری تھا۔ ممدوح کیا اس حالت کا مجمع پر بھی زبردست اثر پڑا اور لوگوں کے بے ساختہ آنسو نکل آئے) چند

حضرت مدنیؒ کے علاوہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی ساتھ تھے۔ ایک بار مولانا ابوالوفاء صاحب کو محسوس ہوا کہ کوئی صاحب ان کا جسم نہایت آہستگی سے دبا رہے ہیں، ان کو آرام محسوس ہوا اور یہ سمجھ کر کہ پنجابی حضرات علماء کے ساتھ اکثر و بیشتر اسی قسم کی ارادت کا ثبوت دیتے ہیں، کوئی تعارض نہ کیا جائے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو انہوں نے چادر سے منہ کھول کر دیکھا کہ آخر یہ کون صاحب ہیں اور دیکھتے ہی بدحواس ہو گئے، خود حضرت مدنیؒ بدن دبا رہے تھے۔ وہ گھبرا کر اٹھے تو دیکھا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی بیٹھے ہوئے اپنا منہ پیٹ رہے ہیں کہ حضرتؒ نے مجھے بھی گناہ گار کیا اور اب آپ کی باری تھی۔

(شیخ الاسلام نمبر ۷۴)

عظمتِ مدنیؒ کا ایک اہم پہلو :

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عام طور سے لوگوں نے حضرت مدنیؒ کی صرف سیاسی جدوجہد کو ان کا اصل کمال سمجھ لیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سالہا سال حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت و صحبت میں رہنے کی جو توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے اپنے شیخ کی خدمت اور عقیدت و محبت میں اپنے آپ کو جس طرح فنا کیا اور اپنی عام زندگی میں اپنے شیخ کے اوصاف و کمالات کو جس طرح منعکس کرنے کی کوشش کی، حضرت مدنیؒ کی عظمت کے اس پہلو کو اتنا جاگرم نہیں کیا گیا، جتنا اس کا حق تھا۔

حضرت مدنیؒ چبوترے پر لیٹ گئے :

فرمایا: اگرچہ حضرت مدنیؒ کو حضرت تھانویؒ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا لیکن ان کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانویؒ کی قدر و منزلت کم نہ تھی، بلکہ وہ حضرت تھانویؒ کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اس زمانے میں جب کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا، ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہوا اور حضرت تھانویؒ کی زیارت کو دل چاہتا ہے، چنانچہ حضرت مدنیؒ اور دارالعلوم کے بعض اساتذہ تھانہ بھون روانہ ہوئے، اتفاق سے گاڑی رات گئے تھانہ بھون پہنچی اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی ان حضرات کو یہ معلوم تھا کہ خانقاہ کا نظام اوقات مقرر ہے، اسلئے نہ اس نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت

تھانویؒ کو رات گئے تکلیف دینا پسند آیا، چنانچہ حضرت مدنیؒ اپنے رفقا سمیت خانقاہ کے دروازہ کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے، حضرت تھانویؒ فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ چبوترے پر لیٹے ہوئے ہیں، اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں، چوکیدار سے پوچھا تو اس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنیؒ اور مولانا اعزاز علیؒ جیسے حضرات تھے، حضرت تھانویؒ اچانک انہیں دیکھ کر تو مسرور بھی ہوئے اور اس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اس حالت میں انہوں نے رات گزاری چنانچہ ان سے پوچھا کہ حضرات! آپ یہاں کیوں سو گئے؟

حضرت مدنیؒ نے فرمایا، ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے یہاں ہر چیز کا نظم مقرر ہے۔ خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہوتی ہے، اور پھر نہیں کھلتی۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ خانقاہ کا تو نظم بلاشبہ یہی ہے۔ لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا، اور اس پر تو آپ جیسے حضرات کے لئے کوئی پابندی نہ تھی۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا: ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس طرح یہ حضرات ایک دوروز رہ کر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت والد صاحبؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص اس اہلیت اور اس تواضع و مسکنت کی مثال پیش کر کے دکھائے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ۸۴)

نمازی کے چیل سیدھے کئے :

حضرت مولانا جمیل احمد سیوہارویؒ راوی ہیں :

آج ایک چشم دید واقعہ نگاہوں کے سامنے ہے، حضرت مدنیؒ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دیوبند کی جامع مسجد سے باہر تشریف لارہے ہیں۔ حسب معمول گویا پوری مسجد آپ کے ساتھ ہو گئی ہے۔ جو لوگ باہر نکل چکے ہیں، وہ سیڑھیوں سے اور صدر دروازہ کے سامنے سراپا اشتیاق بنے کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ ابھی پہلی ہی سیڑھی پر ہیں کہ آپ کی نظر ایک چیل پر پڑتی ہے، جو ٹھوکروں سے دوسری سیڑھی پر گر گیا ہے۔ آپ آگے بڑھتے ہیں، اور گرے ہوئے چیل کو اٹھا کر دوسرے چیل کے ساتھ ملا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ہزاروں نگاہیں ادب و احترام کے ساتھ آپ پر مرکوز تھیں۔ ابھی آپ سیڑھیوں پر ہی تھے، کہ ایک دوسرا واقعہ پیش آتا ہے۔ یوں تو سیڑھیاں حضرتؒ کے لئے تقریباً خالی ہو چکی تھیں۔ لیکن کوئی دیہاتی بے خیالی یا عجلت میں آپ سے آگے ہو گیا اور جب ایک صاحب نے اسے پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کیا۔ حضرتؒ وہیں کھڑے ہو گئے، اور روکنے والے صاحب

پر بے حد ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ: کیا اس کو حق نہیں ہے؟ پھر اسے کیوں روکا گیا؟

(شیخ الاسلام نمبر ۱۰۳)

عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتانہ اٹھاؤ گے :

حضرت مولانا خدابخش صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا عبداللہ صاحب فاروقی ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں، لاہور میں قیام رہتا ہے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری (قدس سرہ) سے بیعت ہیں، اور حضرت شیخ "سے شرف تلمذ حاصل ہے، جس زمانہ میں حضرت شیخ الہند دیوبند میں مقیم تھے، اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی "مدینہ طیبہ میں رہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا مولانا عبداللہ صاحب فاروقی "کا بیان ہے کہ ایک روز جب کہ میں حضرت مدنی کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو واپسی میں مولانا کا جوتا اٹھالیا۔ مولانا اس وقت تو خاموش رہے لیکن دوسرے وقت جب ہم لوگ نماز پڑھنے گئے، اور نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے واپس ہونے لگے تو میں دیکھتا کیا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب میرے جوتے اپنے سر پر رکھے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں پیچھے پیچھے بھاگا۔ اس پر مولانا نے بھی تیز چلنا شروع کر دیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ جوتا لے لوں مگر نہیں لینے دیا۔ میں نے کہا: خدا کے لئے سر پر تو نہ رکھئے! فرمایا: عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے۔ میں نے عہد کر لیا تب جوتا سر پر سے اتار کر نیچے رکھا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۸۷)

شیخ الاسلام حضرت مدنی "عفو و کرم، صبر و تحمل اور تواضع و عبدیت کا پیکر تھے۔ آدمی شہرت و عزت، علم و کمال اور تصوف و سلوک میں بلند مقام پر پہنچ کر بھی نہ بد لے۔ بات چیت میں، رہن سہن میں، نشست و برخاست میں اور کھانے پینے میں فرق نہ آئے، یہی ولایت ہے، یہی رامت ہے اور عند اللہ یہی مقصود ہے، کسی نے کتنی پیاری بات کی ہے۔

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں
اس زمین پست نے کیا کیا سماں پیدا کیے

☆ ☆ ☆

باب : ۱۰

احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمت مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنایت

روایات میں ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اس کے کپڑے بہت زیادہ اُبلے اور سفید تھے۔ نام سے کوئی بھی اس کو پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے سوال کیا یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ آپ نے ایمان اور اسلام کی تشریح کرنے کے بعد فرمایا، احسان یہ ہے کہ "أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَهُوَ يَرَاكَ" (تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھتے ہو، اگر یہ محال ہو تو تم یہ تصور کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔)

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

مقصود تصوف :

احسان کا دوسرا نام دل کی صفائی ہے اور یہی تصوف کا مقصود ہے۔ تصوف ایک عالم گیر صداقت اور مذہب کی روح ہے۔ تصوف کا پہلا اور بنیادی سبق یہی ہے کہ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

ساری کائنات جلوہ گاہِ ربِّ ذوالجلال ہے۔ ہر شے سے وہی اللہ ظاہر ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے صوفی کے دل و دماغ سے تعصب، تنگ نظری، نفرت و حقارت، امتیاز رنگ و نسل اور باطل پسندی کے جذبات بالکل مٹ جاتے ہیں۔

صوفیاء اور مشائخ :

تاریخ اسلام صوفیائے کرام، مشائخ عظام اور اولیاء کرام کے نام اور کام سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں دراصل تبلیغِ دین کے مراکز تھے۔ مسلم دورِ حکومت کے بعد یہ مشائخ صوفیہ اور عارفینِ کاملین ہی تھے، جنہوں نے مسلمانوں کی ذہنی ہوئی ناؤ کو سہارا دیا، جیسے حضرت شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا نام ہمیں اس فہرست میں نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت مدنی کا پیغام :

شیخ الاسلام حضرت مدنی کے مرید حضرت کے پاس جاتے۔ مراقبہ ہوتا، ذکر ہوتا اللہ کا نام لیتے اور سیکھتے، وہ کیا عجیب منظر ہوتا ہوگا۔ حضرت مدنی تصوف کے بدرِ منیر تھے، فرماتے: جوانی، مال و دولت سب کچھ دین میں لگا دو، قرآن میں لگا دو، تصنیف و تالیف میں لگا دو.....

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حُسنِ کلام سے ہوگی

ذکر کے اہتمام سے ہوگی فکر کے التزام سے ہوگی

شیخ الاسلام حضرت مدنی ارشاد فرماتے: لا کی تلوار لے کر سب معبودِ باطلہ کو کرش کر دو،

اقتدار کا معبود، وزارت کا معبود، حبِ مال کا معبود، حبِ جاہ کا معبود، اولاد کی محبت کا معبود، نام و نمود کا معبود، شہرت و ریاء کاری کا معبود اور جاہ و منصب کا معبود، اپنی جبینِ نیاز بارگاہِ قدس میں جھکا دو.....

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

سب سے بڑی طاقت :

شیخ الاسلام حضرت مدنی کی سب سے بڑی طاقت یہی نسبت مع اللہ تھی، جس سے وہ کہیں گرم، کہیں نرم، کہیں آگ، کہیں پانی، کہیں خلوت گزریں، کہیں جلوت نشیں، کہیں منفرد اور کہیں مجتمع اور

جامع نظر آتے تھے۔

روحانی قوت :

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس نے ایک مرتبہ عالمِ جذب میں مولوی ظہیر الدین کاندھلوی مرحوم سے فرمایا :

”میاں ظہیر! لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں، خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا چاہیں، تو نکال سکتے ہیں، لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے۔ اس لئے ان کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ان کو وہی طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس دنیا میں برتے جاتے ہیں۔“

ربِّ ذوالجلال نے حضرت مدنی کو اخلاص و للہیت اور احسان و سلوک میں جو مقام رفیع عطا فرمایا تھا۔ اس کی ایک جھلک نذرِ قارئین ہے۔

جوہرِ اخلاص :

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنی کے ان کمالات میں سے جو دیکھے اور دکھائے نہیں جاسکتے، البتہ کوئی شخص بے میل ذوق، متوازن ذہن اور قلبِ سلیم کی نعمتوں سے نوازا گیا ہو، تو وہ حضرت کے ان خصائص و کمالات کو محسوس کر سکتا ہے۔

حضرت کی سیرت کا پہلا عنصر ”حسنِ اخلاق“ ہے، لیکن اخلاص کیا ہے؟ اخلاص ایک ”جوہرِ سیرت“ ہے، اس کا بیج قلب کی سرزمین میں پھوٹتا ہے، برگ و بار پیدا کرتا ہے اور اس کی سرمدی مہک سے مشامِ روح معطر ہو جاتا ہے۔ اس جوہرِ سیرت کو ہم اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے اور نہ اس کے وزن و قدر کے اندازے کیلئے علم و سائنس کی اس ترقی یافتہ دنیا میں ابھی تک کوئی میزان اور پیمانہ ایجاد ہوا ہے، لیکن ذوقِ بے میل اور قلبِ سلیم ہو تو اسے خوشبو کی طرح محسوس ضرور کیا جاسکتا ہے۔

جوہرِ اخلاص داد و تحسین سے بے نیاز اور ستائش کی تمنا سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اخلاص چاہتا ہے کہ صلہ و ثواب کی آرزو سے قلب کو پاک کر لیا جائے، حسنِ اخلاص عشق کے مدعی سے مطالبہ کرتا ہے کہ میری محبت کا دم بھرتے ہو اور میرے قرب و وصال کے طالب ہو تو پہلے اپنی ذات کے تمام اغراض

سے دست بردار ہو جاؤ اور دنیاوی عیش و راحت کی ہر خواہش کو اپنے دل سے نکال پھینکو۔ غیرتِ اخلاص انسانی سیرت کی کسی کوتاہی کو برداشت کرے، خواہ نہ کرے، لیکن اس کی پاکیزہ سرشت ذوقِ مومن کو ایک لمحے کے لئے برداشت نہیں کر سکتی۔ اخلاص اور لوٹ و غرض کبھی ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے۔ صاحبِ غرض کبھی صاحبِ اخلاص نہیں ہو سکتا، جو بے غرض ہوتا ہے، وہی صاحبِ اخلاص ہوتا ہے اور جو بے غرض ہوتا ہے، وہ بے پناہ ہوتا ہے اور اُسے بقول ایک عارف کے تلوار بھی نہیں کاٹ سکتی۔

(مولانا حسین احمد مدنی، ایک سیاسی مطالعہ)

حضرت مدنیؒ بے غرض تھے :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بے غرض تھے۔ قوم و ملت کی خدمت کو شعار بنایا اور تحریکِ آزادی کی راہ میں قدم رکھا تو پہلے اپنے قلب کو غرض سے پاک کر لیا، تاکہ کوئی تلوار انہیں کاٹ نہ سکے۔ حیدر آباد (دکن) کے وظیفے کی رشوت ہو یا کسی سرکاری مدرسے (مثل مدرسہ عالیہ کلکتہ) کی پرنسپل شپ کی پیش کش ہو یا جامعہ ازہر (مصر) کے منصبِ بلند کا لالچ ہو، حالات کی سنگینی کا خوف ہو یا خاندان کے مستقبل کا اندیشہ، انہوں نے ہر خوف و حزن سے اپنے قلب کو پاک کر لیا تھا، اگر انہوں نے دارالعلوم میں کوئی مقام حاصل کیا تھا، یا جمعیت علمائے ہند کی صدارت کو قبول کر لیا تھا تو صرف کسی کو آگے بڑھتے اور ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتے نہ دیکھ کر، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا میدان خالی پا کر اور غلامِ ملک میں استعمار و استبداد کے عذاب سے سسکتی انسانیت کو نجات دلانے کے لئے صرف اپنے اسلامی اور انسانی فرض کی ادائیگی کیلئے قدم آگے بڑھایا تھا، اگرچہ حضرت کا ”اخلاص“ تیس سال سے زیادہ عرصے تک آزمائش کی کسوٹی پر بار بار پرکھا جاتا رہا تھا۔

قومی اعزاز اور حکومتی پیش کش کی ایک آزمائش :

اور آپ کے اخلاص کا سونا ہر دفعہ زرخاں ثابت ہو چکا تھا، لیکن ابھی آزمائش کا ایک مرحلہ باقی تھا۔ یہ مرحلہ ملک کی آزادی کے بعد اس وقت پیش آیا، جب حضرتؒ کی خدمت میں ملک کا سب سے بڑا سول اعزاز ”پدم بھوشن“ پیش کیا گیا، اگر ہندوستان میں چند حضرات اس کے مستحق تھے، تو حضرتؒ اس اعزاز کا سب سے زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔ یہ حضرتؒ کی عظیم الشان قومی خدمات کا صلہ نہیں، اعتراف تھا۔ یہ اعزاز حکومت یا انتظامیہ کی طرف سے نہیں تھا بلکہ قوم کی جانب سے ملک کو آزادی اور قوم کو غلامی و استبداد کے عذاب سے نجات دلانے میں ان کی خدمات کے لئے اظہارِ تشکر تھا۔ اس کو

قبول کر لینے کے جواز میں، ایک سوا ایک دلیلیں پیش کی جاسکتی تھیں اور آج بھی کہ ملک کی آزادی کا ایک دھائی کے بعد نصف صدی پوری ہو جائے گی اور ایک قرن آپ کی وفاتِ حسرتِ آیات پر بھی گزر چکا ہے۔ اس اعزاز کے لئے آپ کے استحقاق اور جواز کے باب میں دورائیں نہیں ہو سکتیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے قوم کی اس پیش کش و اعزاز کا کیا جواب دیا تھا؟ کیا یہی جواب نہ تھا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ اسلام کے ایک شرعی حکم اور ملکی فرض کی ادائیگی کیلئے تھا، صلہ و ستائش کی آرزو و اعترافِ خدمات کے جذبے اور کسی اعزاز و منزلت کیلئے نہ تھا۔

(مولانا حسین احمد مدنی، ایک سیاسی مطالعہ)

حلقہٴ نور :

مولانا عبدالمجید صاحب بنیا چنگی فرماتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ سفرِ حج میں خاکسار حضرتؒ کے ساتھ تھا۔ جہاز پر میری سیٹ ایسی جگہ تھی کہ آمد و رفت کے وقت مجھے آپ کے سر ہانے کی جانب سے گذرنا پڑتا اور اس بات سے طبیعت میں سخت انقباض تھا۔ ایک دن آپ کے سر پر تیل کی مالش کر رہا تھا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش حضرت مجھے سیٹ بدلنے کا حکم فرمادیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنا بستر وغیرہ میرے قریب ہی لے آؤ، مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ خدمت میں آسانی رہے گی اور میں آپ کے قریب ہی آ گیا۔ ایک رات میں سو رہا تھا، اس طرح کہ میرا سر آپ کے سیٹ کی محاذ اذہ میں تھا۔ تقریباً دو بجے اچانک آنکھ کھل گئی،

”میں نے حضرت شیخ کی جانب دیکھا تو عجیب منظر سامنے تھا۔ چاندنی جیسی ایک روشنی آپ کے سینے سے بلند ہو رہی تھی، بتدریج یہ روشنی تیز ہوتی رہی اور اس کے حلقے میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ ہمارے آس پاس کی جگہ روشن ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میرے جسم میں لرزہ شروع ہو گیا اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکھت روشنی بھی ختم ہو گئی۔“

رُخِ انور پر روشنی کا مشاہدہ :

حضرت مدنیؒ نے بیدار ہو کر میری جانب نظر اٹھائی اور فرمایا، ابھی تو کافی رات ہے۔ اتنی جلدی کیوں اٹھ بیٹھے ہو؟ میں نے واقعہ بیان کر دیا اور پھر لیٹ گیا۔ آپ بھی لیٹ گئے، آدھ گھنٹہ بعد تقریباً پہلی ہی جیسی کیفیت دوبارہ سامنے آئی، مگر اس مرتبہ روشنی ہلکی تھی۔ اس لئے میں اضطراب میں

فرمائی اور جب تین دن کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوا تو صاف انکار کر دیا۔ حضرت پیر غلام مجدد صاحب سندھی شہید (اسیر کراچی) بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ مجھے پیر صاحب کے سپرد کر کے انہی کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ پیر صاحب جن کے چھ لاکھ مریدین مندرجہ فہرست گورنمنٹ تھے، زیادہ تر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ میری حاضری پر قرآن مجید بند کر کے فرمایا :

”میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہے۔ میں بحلف کہتا ہوں کہ جیل میں میں نے جو حالات مولانا مدنی صاحب کے نکشم خود دیکھے ہیں، ان کی بنا پر میری رائے ہے کہ اس وقت روئے زمین پر مولانا صاحب کا ثانی بزرگی اور اتباع سنت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ آپ ہرگز مولانا صاحب کا دامن نہ چھوڑیے! اگر مولانا صاحب نہ ہوتے تو میں آپ کو مرید کر لیتا۔“

حکیم مسعود احمد کی تنبیہ پر روتے رہے :

غرضیکہ پیر صاحب کی سعی و سفارش سے حضرت نے مجھے داخل سلسلہ فرمایا۔ بیعت کے سلسلے میں یہ سختی اور انکساری عرصہ تک برقرار رہی، لیکن ایک مرتبہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا حکیم مسعود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت گنگوہی سے ملاقات کے لئے گنگوہ تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے دوران گفتگو فرمایا کہ آخر آپ بیعت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ”میں اس کا مطلق اہل نہیں ہوں“۔ یہ سن کر حکیم صاحب بہت خفا ہوئے کہ: آپ میرے والد مرحوم پر تہمت لگاتے ہیں کہ انہوں نے ایک نا اہل کو اجازت بیعت دی۔ حضرت دیر تک بیٹھے روتے رہے، پھر حکیم صاحب کے ایماء پر قطب عالم حضرت گنگوہی کی قبر مبارک پر جا کر کچھ دیر تک مراقب رہے اور اس کے بعد بیعت کا عام سلسلہ جاری ہو گیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۷۴)

وہ پدمنی اوٹنی میں ہی ہوں :

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مونگیری روایت کرتے ہیں :

عموماً طلباء دوران درس حضرت سے بے تکلف ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے بڑی بے تکلفی سے دریافت کیا کہ: حضرت! سنا ہے کہ آپ قطب العالم ہیں۔ حضرت نے طالب علم کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سبق کی جانب رجوع کرنے کا حکم دیا، لیکن طالب علم نے انتہائی

بتلا نہ ہوا۔ بعد ازاں تقریباً سواتین بجے تہجد کے لئے اٹھا پہلے آپ کے لئے پانی لایا اور مصلیٰ بچھا دیا۔ آپ بھی عادت کے مطابق اٹھے، وضو فرمایا اور مصلیٰ اٹھا کر بالائی منزل پر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے چہرے پر عجیب روشنی اور رونق کا مشاہدہ ہو رہا تھا۔ (حیات شیخ الاسلام ص ۲۷)

روشنی ہی روشنی :

حضرت مولانا لطف الرحمن برنوی فرماتے ہیں کہ سلہٹ میں ایک بار میں حضرت مدنی کے ساتھ تہجد میں شریک ہوا۔ آپ نہایت محویت کے عالم میں تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ اثنائے تلاوت وَاللّٰهُ مِنْتُمْ نُورٌ پر پہنچے تو شرکاء جماعت میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ میں حضرت مدنی کے پیچھے ہی تھا۔ غیر اختیاری طور پر میری نگاہ حضرت مدنی کی جانب اٹھ گئی۔ میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔

”آپ کے جسم پر کھدر کا کرتا تھا اور اس کی ہلکی بافت سے جسم کی روشنی چھنتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ یہی کیفیت ایک دوسری آیت پر بھی پیدا ہوئی۔ حضرت مدنی کے قریب ہی مولانا حبیب الرحمن صاحب رائے پوری موجود تھے اور شریک جماعت تھے۔ نماز کے بعد میں نے اُن سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے بھی یہ منظر محسوس کیا۔ روشنی پوری مسجد میں پھیلی ہوئی تھی۔“

(حضرت مدنی کے حیرت انگیز واقعات ص ۲۴)

مولانا مدنی کا ثانی نہیں :

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری بیان کرتے ہیں :

وسط ستمبر ۱۹۲۳ء میں بمقام دہلی کانگریس کا خصوصی اجلاس ہو رہا تھا۔ حضرت مدنی کراچی جیل سے کچھ عرصہ قبل ہی رہا ہوئے تھے۔ انہی تاریخوں میں مرکزی خلافت کمیٹی کا اجلاس بھی ہو رہا تھا۔ مجھے پہلی بار حضرت مدنی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک دن میں نے خدمت میں حاضری دینے کے بعد حلقہ غلامی میں شمولیت کی درخواست کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بیعت کے سلسلے میں حضرت مدنی کسی کی درخواست کو شاذ و نادر ہی شرف قبولیت عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ نہایت انکساری سے معذرت کر دی اور اپنی عدم صلاحیت پر ایک طویل تقریر فرمائی۔ نیز حضرت مولانا تھانوی اور بعض دیگر حضرات کی طرف رجوع کرنے کے لئے فرمایا، لیکن میرا اصرار بڑھتا ہی رہا۔ بالآخر زچ ہو کر نماز استخارہ کی ہدایت

جسارت سے اپنے سوال کو دہراتے ہوئے کہا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”و اما بنعمة ربك فحدث“ لہذا اگر آپ قطب العالم ہیں، تو تحدیثِ نعمت ہونی چاہئے! اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا: ”اونٹنیوں میں ایک اچھے نسل کی شریف اونٹنی ہوتی ہے، جسے پدمنی کہتے ہیں۔ یہ خبر ایک اونٹ کے بچے کو ہو گئی تو اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ اماں! پدمنی اونٹنی کسے کہتے ہیں؟ تو ماں نے جواب دیا کہ وہ پدمنی اونٹنی میں ہی ہوں۔ حضرت کا یہ جواب سن کر طلباء مسکراتے لگے اور سبق شروع ہو گیا۔“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۳۰۳)

بلند روحانی مقام :

حضرت مولانا نجم الدین اصلاحی فرماتے ہیں :

حضرت مدنیؒ کے بارے میں بہتوں کو یہ فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آئی کہ وہ کون سے مرکزی صفات تھے، جو آپ کی زندگی میں سب سے نمایاں اور اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے بہت بڑا مفسر جانا، محدث جانا، کسی نے ایک عالم اور شیخ طریقت جانا، کسی نے سیاسی راہنما اور مجاہد قرار دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مولانا میں سارے کمالات تھے، جن کا ذکر ہوا ہے، لیکن حضرت مدنیؒ میں ان تمام باتوں سے زیادہ آپ کا روحانی مقام تھا۔ جس سے عام طور پر دنیا ناواقف تھی اور ناواقف رہ گئی۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۸۵)

خانقاہ مدنیؒ کے شب و روز کے معمولات :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی مسند ارشاد آباد رہتی۔ آپ بیعت بھی فرماتے، ذکر و اذکار بھی تلقین فرماتے، خانقاہ مدنیؒ میں تشریف لانے والے سعادت مند ہر وقت خصوصاً رات کے وقت ذکر و اذکار، نوافل اور تلاوت میں ساری رات اس طرح مصروف و مشغول ہوتے کہ خانقاہ مدنیؒ انواراتِ روحانیہ سے جگمگا اٹھتی۔ برصغیر کے مشہور کمیونسٹ لیڈر محمد اشرف روایت کرتے ہیں۔

جب میں ۱۹۴۶ء میں مولانا (حضرت مدنیؒ) کی رہائش گاہ پر پہنچا، تو اٹھارہ مہمانوں کا قافلہ پہلے سے موجود تھا۔ چنانچہ میں نے بھی مہمانوں کے ایک بڑے کمرہ میں ایک چار پائی پر بستر لگا دیا۔ دینداروں کے معمولات سے میں یوں بھی گھبراتا ہوں، مگر پہلے دو دن میرے اوپر بڑے سخت گذرے، نماز پنجگانہ تک تو خیر میں صبر کر لیتا، مگر یہاں تو سب قائم اللیل تھے۔ کیفیت یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد میں

بمشکل گھنٹہ بھر سو یا ہوں گا کہ کسی نہ کسی کونہ سے تکبیر بالجہر بلند ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ میرے آس پاس کوئی ذکر خفی میں منہمک ہے تو کوئی تسبیح و وظیفہ میں۔ تھوڑی دیر میں یہ حضرات تہجد کے لئے اٹھ بیٹھے، پھر فجر سے پہلے اور بعد میں قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب دوسری رات بھی اسی کیفیت کی نذر ہو گئی، تو میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری عاقبت درست ہو یا نہ ہو، مگر میری صحت کو خطرہ ضرور لاحق ہو چکا ہے۔ حضرت مدنیؒ نے تبسم فرمایا اور تیسرے دن مجھے علیحدہ اور آرام دہ کمرہ مل گیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۵۳)

بیک وقت چھ ہزار افراد نے بیعت کی :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اگرچہ چاروں سلاسل طریقت کے شناور تھے، مگر چشتیہ صابریہ میں بیعت فرمایا کرتے۔ سفر حضر میں بیعت فرماتے، آپ سے بیعت ہونے والے سعادت مندوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ ایک دفعہ بانسکندی کے مقام پر چھ ہزار افراد نے بیک وقت حضرت مدنیؒ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ جہاں حضرت مدنیؒ کے عاشق زاروں کی کمی نہیں تھی۔ وہاں مخالفین، معاندین اور حاسدین بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ یہ ایک سلسلہ چلا آ رہا ہے اور چلتا رہے گا، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے جو خدا کے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے، وہ دراصل اللہ سے جنگ کرتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کا صبر و تحمل رنگ لائے بغیر نہیں رہتا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت حسینؓ کے قاتلین نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ذلت و رسوائی کا جو مہیب نقشہ دیکھا، وہ اسلامی تاریخوں میں آج بھی اُمنٹ نقوش میں لکھا جا چکا ہے۔

لاش تک نہ ملی :

شورش کاشمیری ہفت روزہ چٹان لاہور مارچ ۱۹۶۳ء میں مکافاتِ عمل اور حضرت مدنیؒ کے دشمنوں کے عبرتناک انجام کی کہانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

(اس) واقعہ کے راوی جالندھر کے ایک نوجوان مولوی محمد اکرم صاحب قریشی ہیں، جو جمید نظامی مرحوم کے جگری دوست، مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن میں اُن کے دست و بازو، اسلامیہ کالج کے فارغ اور لیگ کے آغاز سے آج تک اس کے حامی چلے آتے ہیں۔ وہ مولانا مدنیؒ اور اُن کے مدرسہ

برتاؤ کیا تھا۔ یہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل میں مولانا کفیل احمد صاحب بجنوری کا مضمون ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ مضمون روزنامہ حقیقت (لکھنؤ) میں شائع ہوا تھا، جو بعینہ درج ہے۔

سید پور اور سبھاگل پور میں جس نوعیت سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند کی ذات بابرکات پر قاتلانہ اور وحشیانہ حملے ہوئے، وہ ہر سنجیدہ شخص کے لئے انتہائی رنج و قلق کا موجب ہیں۔

تین ہزار غنڈوں کی یلغار :

حضرت مولانا ریاض الدین صاحب سید پوری جو کہ حضرت مدنیؒ کے میزبان اور سید پور لانے کے باعث تھے۔ وہ کلکتہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ موصوف نے راقم الحروف کو نماز جمعہ سے قبل نمازیان مسجد کو لوٹولہ کی موجودگی میں اپنی درد بھری داستان سنائی کہ حضرت مدنی صاحبؒ اپنے خادم احسان الحق صاحب مرحوم کی تعزیت میں قصبہ سونا تشریف لائے ہوئے تھے اور میری درخواست پر شام کا کھانا تناول فرمانے کے لئے سید پور کے اسٹیشن پر اترے تھے، افسوس کہ موصوف کو میرے غریب خانہ تک پہنچنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ دفعۃً تقریباً سات سو (۷۰۰) لوگوں کا انبوه لیگی نعرے لگاتا ہوا اسٹیشن پر آدھمکا اور حضرت شیخ کو عریاں گالیاں، دشنام دہی شروع کر دی، ہاتھوں میں لاٹھیاں، ڈنڈے اور چھریاں تھیں، بے تمیزی سے نام لے لے کر قتل کر دیا مار ڈالو، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، یہ غدار ہے، ایسا ہے، ویسا ہے، جو کچھ منہ پر آ رہا تھا، بکواس کی۔ ہم بنا براستقبال صرف دس پندرہ آدمی تھے اور ان لوگوں میں برابر ایک شخص کے ناقوس پر ناقوس بجانے پر زیادتی ہو رہی تھی، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تین ہزار غنڈے سید پور ورکشاپ اور مضافات سے جمع ہو گئے اور پھر کر بلا کا منظر حسین احمد ابن حسین کے سامنے آ گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

کلاہ مدنیؒ کو پاؤں تلے روند کر جلا دیا گیا :

مار دھاڑ شروع کر دی اور ہم چند لوگ جو شیخ مدظلہ کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے۔ کچھ مجروح اور کچھ مضروب ہو رہے تھے اور خدا جانے ہم لوگوں میں آیا فرشتے آ گئے تھے، یا کیا بات تھی کہ بے انتہا قوت ہمارے اندر پیدا ہو رہی تھی اور ہم کانہم بنیان مرصوص بنے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک فرعون بے سامان نے اپنی فرعونیت کا شدید ترین مظاہرہ کیا۔ اُس نے حضرت مدنی صاحبؒ کو زمین پر پچھاڑنے کی کوشش کی بے دردی سے گریبان پکڑا اور آخر میں سخت مدافعت کے باوجود کلاہ سر

فکر کے کبھی ہم خیال نہیں رہے، بلکہ ان نوجوانوں میں سے تھے، جنہیں جالندھر میں لیگ کا ہر اول دستہ کہا جاتا تھا..... اس واقعہ کے راوی یہی محمد اکرم قریشی ہیں، جن کو لاہور کے احباب ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور آج کل بیڈن روڈ لاہور میں رہ رہے ہیں۔ اُن کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے کئی راوی اب تک بقید حیات ہیں۔ (اُن کا بیان ہے کہ) ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے، جالندھر کے اسٹیشن پر یہی نوجوان مسٹر شمس الحق کی ہمراہی میں اپنے رہنماؤں کے استقبال کے لئے گئے ہوئے تھے۔ رہنما کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے، شمس الحق کی نظریں مولانا مدنیؒ پر پڑ گئیں۔ وہ اپنے ساتھ کے نوجوانوں کو لے کر اُن کے ڈبے پر چڑھ دوڑا، نعرے لگائے، سب و شتم کیا حتیٰ کہ داڑھی کو پکڑ کر کھینچا۔ ایک بیان کے مطابق رخسار پر طمانچہ مارا۔ مولانا صبر کی تصویر تھے، آہ تک نہ کی۔ اس کارنامہ کے بعد شمس الحق یا اُس کے کسی ساتھی نے یہ واقعہ مولانا عظامی سے بیان کیا، جو جالندھر لیگ کے نائب صدر تھے۔ انہوں نے سنتے ہی کانپ کر پوچھا کیا یہ صحیح ہے؟ جب تصدیق کی گئی تو اُن پر رعب طاری ہو گیا۔ اکرم قریشی کہتے ہیں کہ وہ کانپ رہے تھے اور انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا :

”اگر یہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنیؒ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے، اُس کی لاش نہیں ملے گی۔ اُس کو زمین جگہ نہیں دے گی۔“

عظامی کانپ رہے تھے، اُن کا چہرہ اشکبار تھا اور آنکھیں پر نم تھیں۔

آپ جانتے ہیں کہ شمس الحق کون تھا؟ یہ وہی نوجوان ہے جو لائل پور میں قتل و خون کا شکار ہو گیا، جس کی نعش کا پتہ نہ چلا، کفن ملا نہ قبر، اس واقعہ کو تقریباً گیارہ بارہ سال ہو چکے ہیں۔ روایتوں پر روایتیں آتی رہیں، خود لیگ کے زعماء مہربل رہے، کسی نے کہا بھٹہ میں زندہ جلا دیا گیا، کسی نے کہا لاش کے ٹکڑے کر کے دریا برد کر دیا گیا، جتنے منہ اتنی باتیں۔ پولیس نے انعام بھی رکھا، سب کچھ کیا لیکن شمس الحق کا سراغ نہ ملا۔ (بوئے گل)

گستاخی کرنے والوں کا عبرتناک انجام :

سید پور ضلع رنگ پور میں لیگی غنڈوں نے حضرتؒ کے ساتھ نہایت غیر شریفانہ اور وحشیانہ

مبارک سے اُتالی۔ بیہودہ کلمات بکتے ہوئے پاؤں کے نیچے روند اور پھر اُس کو جلا دیا۔ ہم میں بعض اشخاص نے ایک مسلمان سب انسپکٹر کو جو قریب ہی تھا، امداد کے لئے متوجہ کیا، مگر افسوس اُس نے لیگی ذہنیت کی وجہ سے ابتداءً لطائف الجیل سے کام لے کر کچھ دیر بعد صاف و صریح انکار کر دیا کہ میں اس بڑے مجمع کو قابو میں لانے سے معذور ہوں۔

ایک اینگلو انڈین افسر کی فرض شناسی :

جب اس پولیس افسر نے شرعی و قانونی ذمہ داری کا قطعی احساس نہیں کیا تو ہم میں سے بعض مایوسانہ طریقہ پر ورکشاپ کے اینگلو انڈین افسر کے پاس پہنچے۔ وہ فوراً اسٹیشن پر آیا اور اُس نے فی الواقع امن و امان قائم کرنے کی بہت کوشش کی۔ اپنے ماتحت مزدوروں سے یہاں تک کہا کہ خبردار! یہ تم کیا کرتے ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ شخص تمہارا بہت بڑا پوپ ہے، زبردست پادری ہے، نہایت نیک آدمی ہے۔ کیا تم اسی طرح غنڈہ پن سے شراب پی پی کر پاکستان لینا چاہتے ہو۔ دور ہو جاؤ! دفع ہو جاؤ! تمہارے منہ سے شراب کی بو آتی ہے!

غرض اس افسر نے سب کو سمجھایا، مگر کچھ اثر نہ ہوا اور مدنی صاحب اسی درمیان میں بہ مشکل تمام ویٹنگ روم میں داخل کئے جانے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کی طرح مظلومانہ محصور تھے۔ اس ناکامی کے بعد اسٹیشن افسران وغیرہ کی سعی کے ذریعہ غنڈوں سے یہ طے پایا کہ مولانا کو اس صورت میں چھوڑا جا سکتا ہے کہ یہ اسی شب دارجلنگ میل سے واپس ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت شیخؒ ساڑھے آٹھ بجے (۸-۱/۲) شام سے لے کر ڈیڑھ بجے (۱-۱/۲) شب تک پانچ گھنٹے اس مصیبتِ عظمیٰ میں مبتلا رہ کر دارجلنگ میل سے بھاگلپور کے لئے روانہ ہو گئے۔

قدرت کا انتقام :

حضرت مدنیؒ غالباً حدود بنگال سے باہر نہیں نکلے تھے کہ خداوند تعالیٰ کا قہر و غضب ظالموں کی طرف متوجہ ہو گیا اور منعم حقیقی کی گرفت شروع ہو گئی۔ چنانچہ مولانا صاحب سید پوری فاضل دیوبند خلف رشید مولانا ریاض الدین صاحب کا گرامی نامہ آج ہی اپنے پدر بزرگوار کے نام کلکتہ پہنچا۔ مقام عبرت ہے کہ جس فرعون بے سامان نے زیادہ فرعونیت سے کام لیا تھا، وہ تو اگلے ہی دن تالاب میں غرق

ہو کر فوت ہو گیا اور جس پولیس افسر نے اپنی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا تھا، اور کھڑے ہوئے کلوخ اندازی وغیرہ کا تماشا دیکھا تھا، وہ بھی اپنے نوجوان فرزند کو سپرد خاک کر کے سراپا تماشا بن گیا، پھر خدا کی شان کہ جس خیال سے یہ ہڑبونگ مچائی گئی تھی کہ جمعیت علماء کی تبلیغ نہ ہو۔ آج بڑے اہتمام سے اسی جگہ جمعیت قائم کی جا رہی ہے، جو لوگ اب تک غنڈہ بنے ہوئے تھے، وہ اب تائب ہو کر ایک دوسرے کو متہم کر رہے ہیں اور جس جھنڈے کے تحت یہ سب خرافات کی گئی تھیں، اسی جھنڈے کی اب علانیہ مخالفت شروع کر دی گئی ہے۔ اللہ کے قدرت کیا برعکس معاملہ ہے۔ صالح صاحب لکھتے ہیں :

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

ابا جان! آپ کا خط موصول ہوا، ہم لوگ خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ ہم لوگوں کے لئے کسی قسم کی فکر نہ کریں، بے فکر ہو کر کام کاج کریں اور ہم لوگوں کے لئے دعا کرتے رہیں، جن غنڈوں نے جناب حضرت قبلہ مولانا مدنیؒ کے ساتھ گستاخی کی تھی، وہ لوگ اب اس کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ بڑے داروغہ پولیس انسپکٹر کا بڑا لڑکا دوسرے ہی دن قضا کر گیا۔ یہ بات شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ اس کے بعد جس شخص نے حضرتؒ کے سر مبارک سے ٹوپی اُتار کر جلا دی تھی، دوسرے دن وہ بھی تالاب میں ڈوب کر مر گیا۔ سید پور میں ہلڑ مچ گیا۔ شیان ڈاکٹر اور چتینا سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم ان غنڈوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ ہم لوگوں سے ایسا ذلیل کام نہیں ہو سکتا۔“

(روزنامہ حقیقت لکھنؤ ۱۹۴۶ء)

گالیاں دینے والے نے معافی مانگ لی :

حضرت مولانا برنویؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مولوی بازار میں جلسہ ہو رہا تھا۔ اس میں حضرت مدنیؒ بھی موجود تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک سٹوڈنٹ نے کچھ گالیاں دیں اور چل دیا۔ راستے میں وہ درد شکم میں مبتلا ہو گیا اور خون کی قے شروع ہو گئی۔ اس کے ایک رشتہ دار کو واقعہ معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے آ کر حضرت مدنیؒ سے معافی طلب کی اور دعا کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے پانی دم کر کے عنایت فرمایا اور وہ طالب علم شفا یاب ہو گیا۔

خسر الدنيا والآخرة :

مولوی عبدالرحیم صاحب آزاد راوی ہیں :

کہ حضرت مدنیؒ ایک جلسہ گاہ میں تشریف فرما تھے۔ نبی گنج بھڑ کاؤں کے مولوی ممتاز الدین نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کا نشان دیکھ کر ازراہ تمسخر کہا کہ یہ تو جوتے کا داغ معلوم ہوتا ہے..... (نعوذ باللہ من ذلک) لوگوں نے دیکھا ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس گستاخ نے قادیانیت اختیار کر لی اور خسر الدنيا والآخرة کا مصداق بن گیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۸۶)

درس عبرت :

انفاس قدسیہ میں ہے کہ ایک شخص حضرت مدنیؒ کو فحش گالیاں دیا کرتا تھا کہ دل لرز نے لگتا۔ قدرت نے اُس سے ایسا انتقام لیا اور اُس کے چہرے پر اس طرح آبلے پڑے کہ تمام منہ سوچ گیا اور بالکل توڑے کی طرح سیاہ ہو گیا۔ وہ شخص درس عبرت بن کر اعتراف کرتا کہ مجھے مولانا مدنیؒ کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔ (انفاس قدسیہ)

عند اللہ مقبولیت کی ایک خاص نشانی :

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں :

بعض حدیثوں میں اللہ کے خاص مقبول بندوں کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ انہیں دیکھ کر اور ان کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے..... اس یاد کے لئے جس ایمانی مناسبت اور جس توفیق کی ضرورت ہے، جو لوگ اس سے محروم ہیں ان کا تو ذکر نہیں، لیکن جن کو اللہ نے اس خیر سے محروم نہیں کیا ہے، اُن میں سے جس کو بھی حضرتؒ سے قریب ہونے اور خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہوگا۔ یقین ہے کہ اس کو اس کا تجربہ ضرور ہوا ہوگا کہ ان کے پاس بیٹھ کر یا ان کو دیکھ کر دل میں خدا کی یاد اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی تھی۔ خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ بہت اُمور میں میری رائے حضرتؒ سے متفق نہیں ہوتی تھی اور رائے میں خاصا بعد ہوتا، لیکن جب خدمت میں حاضری ہوتی تو یقین تازہ ہو جاتا کہ یہ اللہ کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں اور مجھ جیسوں کے لئے ان کی جوتیاں صاف کرنا اور قدموں کا غبار

جھاڑنا بھی سعادت ہے۔ اللہ ان کی روح پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے ایمانی اوصاف کے ورثہ سے ہم کو محروم نہ رکھے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(تحدیثِ نعمت)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو اللہ کے بندوں سے شفقت و محبت کا تعلق تھا۔ وہ دشمن سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے اور اخلاص و للہیت اور بے نفسی کے اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کے دل سے رنج و شکایت، انتقام کا جذبہ اور ایذا کی صلاحیت ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس فنائیت کا نتیجہ تھا کہ آپ بدلہ نہ لیتے، لیکن من عادی لی ول یا فقد آذنتہ بالحرب (جو میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے، اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے) کا اعلان تو اللہ کی طرف سے ہے۔ یہی خداوندِ عالم کا قانون اور دستور ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی عزت و عصمت کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے اولیاء کی طرف اٹھنے والے ہاتھ شل اور چلنے والی زبان بند کر دیتے ہیں۔ اللہم احفظنا من عداوة العلماء والاولیاء۔

اب ہم نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے مشن کو آگے بڑھانا ہوگا۔ ہم نے خانقاہیں آباد کرنی ہوں گی۔ جب تک زندہ رہیں گے، اللہ کا نام لیتے رہیں گے اور اللہ کا کام کرتے رہیں گے۔



باب : ۱۱

وعظ و خطابت ارشادات و ملفوظات

اور ایمان افروز باتیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے ایام میں عرب نطق و بیان، شعر و شاعری اور خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپؐ نے اعلان نبوت کیا، تو عرب کے ادباء، خطباء، شعراء اور فصحاء نے دیکھا کہ ایک اُمی جس نے کسی استاد سے نہ لکھنا سیکھا ہے۔ نہ پڑھنا لیکن جب بولتا ہے، تو خطباء کا امام نظر آتا ہے۔ تو اُن میں سے سعادت مند لوگ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ کے نبیوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی اللہ نے خصوصی ملکہ خطابت عطا فرمایا تھا۔ انہیں خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ہمارے اکابر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطابت کے امام تھے۔

بیان و خطابت :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی تقریر میں خطابت کم اور مضامین و حقائق زیادہ ہوتے تھے۔ جیسے کوئی مشاق مصنف اپنی تحریروں میں منطقی استدلال سے کام لیتا ہے۔ حضرت مدنیؒ اپنی تقریروں میں اسی طرح استدلال فرماتے تھے۔ آواز کا اتار چڑھاؤ بہت کم ہوتا تھا۔ اور جذبات کا

جہاں اس نے دوسروں کو نوازا ہے۔ وہاں جایا جائے اس کے در و دیوار کے پاس پہنچا جائے۔ اور جمال محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے گھر کے ارد گرد دیوانہ وار پھرا جائے۔ اس کے در و دیوار سے چٹ کر اس کے سب کو بوسہ دیا جائے.....

امر علی الدیار دیار لیلیٰ۔ اقبل ذالجدار و ذالجدار
وماحب الدیار شغفن قلبی۔ ولكن حب من نزل الدیار
ترجمہ: میں جب لیلیٰ کے کوچے پر گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو اور میرے دل میں دراصل کوچہ کے در و دیوار نے کوئی جگہ نہیں بنائی ہے، بلکہ اس گلی کے رہنے والوں نے، جس قدر دیار محبوب سے قریب ہوئے جاؤ۔ آتش شوق بھڑکتی جائے۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

میرے بھائیو۔ سلعے ہوئے کپڑے اتار دو۔ خوشبو ترک کر دو۔ سر کو ننگا رکھو جو تہ پہنو مگر پیر کے اوپر ہڈی ابھری چھپنے نہ پائے، سرمہ نہ لگاؤ، بالوں کو نہ سنوارو، دیوانوں کی صورت بناؤ.....

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
اس کو سیاسی نہ سیا پھر کسی کو کیا
عشق نے تیرے کو غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

جس قدر مکہ معظمہ سے قریب تر ہوتے جاؤ۔ دیوانگی اور جنون کے آثار بڑھتے جائیں۔ یہ عبادت مظہر عشق ہے۔ (خطبات مدنی ۸۹)

مدارسِ اسلامیہ کی اہمیت:

ارشاد فرمایا! مسلمانوں کے لیے ہر قسم کا علمی ذخیرہ بلکہ نفس اسلام کی تعلیم عربی اور فارسی زبان میں تھی اور ہے۔ بغیر اس کی تعلیم کے جاری ہونے کے اسلام کا بقا ہی ناممکن تھا۔ اس لیے بقیۃ السلف علماء کو ضروری معلوم ہوا۔ کہ پوری جدوجہد کے ساتھ مذہبی علوم اور اسلامی فنون کو ملک میں جاری کریں۔ یہ بدیہی امر ہے کہ مسلمان اگر کسی بھی فن میں ترقی کریں۔ مثلاً مال و دولت، حکومت و تجارت وغیرہ لیکن

اظہار اس سے بھی کم، وہ دانشمند انداز میں بات کو سمجھایا کرتے تھے۔ ان کی تقاریر میں تفہیم دین اور ارشاد الی الحق کا رنگ زیادہ ہوتا۔ حضرت مولانا قاری محمد ادریس صاحب ہوشیار پوری نے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر کا مجموعہ ”خطبات مدنی“ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین حضرت مدنی کی خطابت سے حظ وافر حاصل کریں۔ ان کی خطابت میں علم و معرفت بھی ہے۔ اور جذب و تاثیر بھی۔ نسبت مدنی سے مستسین کے لیے یہ سرمہ بصیرت اور نشان منزل ہیں۔

اقامتِ نماز:

فرمایا: بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ اسے کھڑا نہیں کرتے۔ ترتیل کے ساتھ معانی کا لحاظ کر کے پڑھو۔ یہ سوچو کہ میں شہنشاہ عالم کے سامنے کھڑا ہوں جو میرے دل و دماغ کے خیالات کو جانتا ہے۔ ہر حرکت کو جانتا ہے۔ ہر رکوع کو، سجدے کو، قیام کو، قعود کو ترتیب اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو۔ پس اگر تمام شرطوں تمام احکام اور جملہ آداب کی پابندی کرتے ہوئے نماز ادا کی۔ تب تو نماز کا کھڑا کرنا ہوا لیکن اگر رکوع، سجدہ اور جلسہ میں سکون و اطمینان نہیں ہوا تو نماز ہو جائے گی۔ مگر اقامت نماز نہیں ہوگی۔ (خطبات مدنی ۳۹)

عشق رسول ﷺ:

ارشاد فرمایا! حضور اقدس ﷺ سے زیادہ سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ آج ہم حضور سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صورت سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دشمن کی صورت بناتے ہیں۔ ان کے فیشن کو اپنا فیشن سمجھتے ہیں، داڑھیاں کترواتے ہیں، انگریزی بال رکھتے ہیں، اس سے بچنا چاہیے، جناب رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت اختیار کرنا چاہئے۔ (خطبات مدنی ۷۲)

مناسک حج، عشق و محبت کا منظر:

ارشاد فرمایا: روزہ، عشق کی پہلی منزل ہے، رمضان گذرا، شوال سے عشق کی دوسری منزل شروع ہوئی۔ دوسری منزل یہ ہے کہ محبوب کے در و دیوار کی طرف توجہ کی جائے۔ جہاں اس کا کوچہ ہے۔

وسعت رحمت :

جہاں اے برادر نماںد بکس
دل اندر جہاں آفریں بندوبس

جدوجہد ضروری ہے :

اعْقِلْ وَتَوَكَّلْ۔ یعنی باندھ دو اور توکل کرو۔

ماں کی خدمت و اطاعت :

ارشاد فرمایا ! حضرت اولیس قرنیؑ ماں کی اطاعت اور خدمت میں مصروفیت کی وجہ سے بارگاہِ نبوت میں حاضری کو ترک کر دیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو ان سے دعا کرانے کا ارشاد

(خطبات مدنی ۱۱۸)

نظام عدل :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے تقاریر و خطبات کے درج بالا اقتباسات میں حضرت مدنیؒ کی خطابت کا خلوص، رقت، سوز و دروں، سچائی اور نصب العین پر یقین محکم پوری طرح جلوہ گر نظر آتا ہے۔ آپ کی عام مجالس کے ارشادات بھی درمیکتا ہیں۔

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش

ہے رگ ساز میں رواں، صاحب ساز کا لہو

چند سال قبل ”ملفوظات شیخ الاسلام“ اور ”فرمودات حضرت مدنیؒ“ کے نام سے دو مجموعہائے مضامین اشاعت پذیر ہوئے۔ یہ دونوں کتابیں بے حد مقبول ہوئیں۔ ہم اُن سے افادہ واستفادہ کے لئے ہلکے پھلکے اور ایمان افروز باتیں منتخب کر کے قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں.....

ہم نے تو دل جلا کے سیرِ راہ رکھ دیا

اب جس کے دل میں آئے وہی پائے روشنی

عزم و عمل :

ارشاد فرمایا : نصب العین کی بلندی، عزم و عمل کی ہم آہنگی اور گفتار و کردار کا ارتباط ہی

”ہم اگر اپنا مستقبل روشن بنانا چاہتے ہیں تو شرط یہ ہے کہ اسلام سے زیادہ سے زیادہ سے وابستہ ہوں اور داعی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کو زیادہ سے زیادہ مضبوطی سے تھام لیں۔

وَأَنْتُمْ الْأَغْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (اگر صاحب ایمان ہو گے تو تم ہی سربلند رہو گے)

”اپنی اصلاح‘ اپنے قبیلے عشیرے کی اصلاح‘ بچوں اور نوجوانوں کی اخلاقی تربیت‘ احکام شریعت کی پابندی‘ زندگی کے ہر شعبے میں دین کی اطاعت‘ پڑوسیوں اور اہل شہر کے حقوق کی ادائیگی‘ خدمتِ خلق کے صحیح جذبات‘ حُبِ وطن کے فرائض کی انجام دہی‘ انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے آپ کے روشن مستقبل کی ضمانت‘ تعمیر ملت کی بنیاد اور منزل کی کامیابی کی شاہراہیں ہیں۔“ (خطبہ صدارت اجلاس جمعیتہ علماء شہر سورت ۱۹۵۶ء)

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ :

اللہ پر مکمل بھروسہ رکھو اور اسی کو مالکِ خیر و شر سمجھو :

”ہمارا مذہب‘ ملی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ ہم خدائے واحد ہی کو تمام مشکلات کا حل کرنے والا اور کارسازِ حقیقی سمجھ کر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس پر اعتبار کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور اس نصب العین کے لئے پورے استقلال اور استقامت کے ساتھ سرگرم جدوجہد ہو جائیں، اگر ہم نے یہ راہِ عمل اختیار کی تو نہ صرف دنیاوی کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گی بلکہ عالمِ بالا کی روحانی شہادتیں ہمارے دماغی انتشار کو دور کر کے دنیا میں بھی ہمیں اطمینان و سکون کی زندگی کا موقع دیں گی اور آخرت میں بھی ہماری حیات پر سکون اور ہر سرور ہوگی۔ (انشاء اللہ)

”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“۔ (حم السجدة: ۳۰)

(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی

ہوتا ہے۔ حالانکہ اوّل قرنِ نبوی سے ممتاز نہ ہوئے تھے.....

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اخلاص وللہیت :

ارشاد فرمایا! اخلاص وللہیت اور تقویٰ و خشیت ہاتھ، دل اور زبان میں محفوظ رکھیے، یہی قاسمیت ہے، یہی رشیدیت ہے، یہی امدادیت ہے۔ زمانے کی تیز و تند ہوائیں چلیں گی، سمندر کی موجیں تھپڑے ماریں گی، خواہشات کے زلزلے آئیں گے۔ مگر آپ کو ہمالیہ بننا چاہیے۔ پروامت کیجئے اور مردانہ وار گامزن رہیے۔

حضرت قاسم نانوتویؒ نے اگر لوگوں کی چلمیں بھر بھر کر۔ پاؤں دبا دبا کر ان کو راہ پر لانے کا شیوہ اختیار کیا تھا۔ تو ان کے اخلاف صدق کو بھی اس میں عار نہ آنا چاہیے۔ اور نہ گھبرانا چاہیے۔ حُسن تدبیر اور حکمتِ صدق کو اختیار کر کے سلفِ صالح اور ان کے فیض کو زندہ کرنا چاہیے۔

نیت کی برکت :

ارشاد فرمایا! مولانا روم فرماتے ہیں.....

چست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و فقرہ و فرزند وزن

کھانا پینا، سونا جاگنا وغیرہ نیت سے عبادت ہو جاتی ہے اور بلا نیت یا بہ نیت ریا و سمعہ نماز بھی عبادت نہیں رہتی۔ پھر آپ اس قدر غلط فہمی میں مبتلا کیوں ہیں، إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا امْرُؤٌ مَا نَوَى۔ (الحديث) (اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، اور بے شک ہر وہ کام جس کے لئے نیت کی جائے) کو بھول گئے؟ نیت کیجئے، حقوق پہنچانے کی نیت کیجئے، اپنے چلنے بیٹھنے، سونے جاگنے کو عبادت بنائیے، ہر کام میں رضائے باری تعالیٰ کو ملحوظ رکھیے۔ (ملفوظات شیخ الاسلام)

پابندی شریعت :

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مضبوطی سے تھام لیجئے۔ احکام شریعت کی پابندی کیجئے اور حقوق اللہ نیز حقوق العباد کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کیجئے :

بشارت سن لو، جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو (ایضاً) (حیدر آباد ۱۹۵۱ء)

دینی تعلیم :

کسی حالت میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم اور اسلامی تربیت سے غافل نہ ہو، ہر بستی میں ہر محلہ میں ہر مسجد میں اور ہر گھر میں دینی تعلیم و تربیت کے ادارے قائم رکھو۔

”ضروری ہے کہ مسلمان قومی و دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنا فرض پوری بیداری اور ذمہ داری کے ساتھ محسوس کریں اور صرف اپنے اعتماد پر ایسا ہمہ گیر نظام قائم کریں، جو اسلامی تعلیمات کی بقاء و حفاظت کا ذمہ دار ہو سکے اور جس وقت بچہ کے سادہ دل و دماغ پر سرکاری اسکولوں میں دنیاوی تعلیمات کے نقش کندہ کئے جائیں، اسی کے ساتھ اس نظام کے ماتحت مکاتب و مدارس میں اسلامی عقائد و اخلاق کے رنگ بھی بھرے جاتے رہیں۔“ (خطبہ صدر سورت ۱۹۵۶ء)

”اگر ہمارا ایک گھر تعلیم گاہ و تربیت گاہ نہ بن سکے تو کم از کم ہر مسجد تو تربیت گاہ ہونی چاہیئے۔“

”آخری شکل یہ ہے کہ ہم اپنے پرائیوٹ اسلامی مدارس و مکاتب کا جال پورے ہندوستان میں پھیلا دیں۔“ (ایضاً)

اولوالعزمی اور عالی ہمتی :

عزم و ہمت اور حوصلہ بلند رکھو، دل شگستگی کو پاس نہ آنے دو۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرو، اگرچہ آج اقلیت بن کر رہ گئے ہو، مگر دنیا میں اقلیتوں کا مستقبل تاریک نہیں ہوا کرتا۔ ایمان اور بزدلی اور پست ہمتی ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتی۔

”یاس اور قنوطیت مسلمان کے لئے حرام ہے۔ زندگی سعی پیہم کا نام ہے، اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو میدانِ عمل میں اُترئیے اور جدوجہد میں پوری ہمت صرف کر دیجئے، پست ہمتی اور بزدلی بدترین امراض ہیں، مسلمان سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر بزدل

اور پست ہمت کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایمان باللہ اور بزدلی ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے۔ مشکلات سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنا زندہ قوموں کے نزدیک سب سے بڑا جرم اور ناموس ملت کے لئے سب سے بڑا انگ و عار ہے۔

”قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ رَاٰذَا لَا تُمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا“ (الاحزاب: ۱۶) (کہہ دیجئے کہ گو تم موت سے یا خوفِ قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے)

”ہم اسلامی تعلیمات کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے جس قدر اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں گے، اسی قدر ہم وطن عزیز کے بہترین خادم، اس کے بہادر محافظ اور اہم ترین جزو ثابت ہوں گے۔ بے شک پاکستان بن جانے کے بعد مسلمان مجموعی طور پر اور صوبائی لحاظ سے بھی غیر مؤثر اقلیت بن گئے ہیں، لیکن کیا اقلیت کا مستقبل تاریک ہوتا ہے۔“ (خطبہ صدارت اجلاس جمعیت علماء ہند ۱۹۴۸ء)

بزدلی سے بچو، مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرو :

بزدلی اور خوف کو اپنے دل سے نکال دو۔ آج تم دس کروڑ کی تعداد میں اس ملک کے باشندے ہو، بہادری کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کرو، کبھی فساد کی ابتداء نہ کرو، لیکن اگر کوئی تم پر حملہ کرے اور مجبور ہی ہو جاؤ تو ڈٹ کر مقابلہ کرو، قدم پیچھے نہ ہٹاؤ اور عزت کی موت مر جاؤ۔

”آج تم چار کروڑ کی تعداد میں اس ملک میں موجود ہو (آج کل ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کم و بیش بیس کروڑ ہے) یو۔ پی میں تمہاری تعداد پچاس لاکھ ہے (آج کل یو پی میں ڈیڑھ کروڑ مسلمان ہیں) پھر بھی تمہارے خوف کا یہ عالم ہے کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے ہو۔ آخر کہاں جا رہے ہو؟ کیا تم نے کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی ہے جہاں موت تم کو پا نہیں سکتی، جین، بزدلی اور خوف کو اپنے دلوں سے نکال دو۔ اسلام اور بزدلی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ صبر و استقلال کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کرو اور کبھی فساد کی ابتداء نہ کرو، اگر فساد ہی تم پر چڑھ کر آئیں تو ان کو سمجھاؤ، لیکن اگر وہ نہ مانیں اور کسی

باب : ۱۲

روایات صالحہ اور کرامات

خواب انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ خواب مدارِ فضیلت و کرامت نہیں، تاہم نبوت کی باقیات میں سے ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ”ذہبت النبوة وبقیت المبشرات“ (یعنی نبوت تو ختم ہو گئی ہے، البتہ اس کے منامی مبشرات باقی ہیں) روایات صالحہ کی عظمت و اہمیت کا واضح ثبوت ہے۔ خصوصاً جبکہ ان کا تعلق ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

اس عنوان کے تحت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ان روایات صالحہ کو یکجا کر دیا گیا ہے، جن کا تذکرہ آپؒ نے اپنی خود نوشت سوانح ”نقشِ حیات“ میں فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی عظمت و مقام خوابوں سے بلند ہے۔ اللہ نے انہیں درس و تدریس، تحریر و تقریر اور خدمت و اشاعتِ دین کی جن توفیقات سے نوازا ہے، درحقیقت وہ بہت بڑی عظمت ہے، لیکن مبشرات کا بھی بہر حال دین میں ایک مقام ضرور ہے، جس سے انسان کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جب اسے ”مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي“ (جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا) کی پیغمبر سند مل جائے تو وہ شریعت کی ایک حقیقت بن جاتا ہے۔

لیجئے ! حضرت مدنیؒ کے منامی مبشرات ملاحظہ فرمادیں۔

طرح نہ مانیں تو پھر تم معذور ہو، بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرو اور اس طرح مقابلہ کرو کہ فساد یوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ تمہاری تعداد خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو، مگر قدم پیچھے نہ ہٹاؤ اور اپنی غیرت و حرمت کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دو، یہ عزت و شہادت کی موت ہوگی۔ (رسالہ پیغام آزاد مدنی)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ارشادات و ملفوظات، درد و محبت، جذب و مستی، اتباع سنت، فکرِ آخرت اور احترامِ شریعت کا نایاب مجموعہ ہیں۔ اللہ کرے ہم ان پر عمل پیرا ہوں۔

عارفی از بس ہیں نازک یہ رموزِ حسن و عشق
کون سمجھے گا یہ باتیں اور سمجھائے گا کون



دیکھا کہ لاش مبارک سفید کفن میں قبر کے پاس باہر ہے۔ کفن کھلا ہوا ہے، چہرہ مبارک نہایت تروتازہ گورا گورا اور تمام جسم مبارک بھی تروتازہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چٹ سورہے ہیں۔

(۵) دیکھا کہ روضہ مطہرہ (وہ حجرہ مطہرہ جس میں قبر مبارک ہے) کی جنوبی دیوار کی جڑ میں ایک پختہ خندق تقریباً ڈیڑھ دو ہاتھ گہری اور کئی گز لمبی بنی ہوئی ہے، جس کی لمبائی دیوار کی جڑ سے متصل سر مبارک کی طرف سے پاؤں کی طرف کو چلی گئی ہے اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر لمبی جھاڑو سے اس میں جھاڑو دے رہے ہیں۔ میں ایسی ہی لمبی جھاڑو لے کر پہنچا تو وہ لوگ ہٹ گئے۔ میں نے تمام خندق میں جھاڑو دی اور پانی ڈال کر پانی کو جھاڑو ہی سے صاف کیا۔ میں جھاڑو سے پانی کو صاف کرتا ہوں اور صاف کردہ جگہ میں پانی خشک ہوتا جاتا ہے، پھر دیکھتا ہوں کہ اُس میں رومی قالین خوش رنگ بچھ گئے ہیں۔ خندق کے آگے (بجانب قبلہ شریف) کی طرف چہرہ کئے ہوئے کچھ لوگ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہیں۔

علم سمیت چار چیزوں کا عطیہ :

(۶) دیکھا کہ باب السلام سے (مسجد نبوی کا سب سے بڑا دروازہ جو بجانب مغرب واقع ہے) مسجد میں داخل ہوا اور حجرہ مطہرہ کی طرف جا رہا ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک پر ایک کرسی پر رونق افروز ہیں، قبلہ کی طرف آپ کا چہرہ مبارک ہے۔ میں داہنی جانب سے حاضر ہوا۔ جب میں بالکل قریب پہنچا، تو آپ نے مجھ کو چار چیزیں عطا فرمائیں۔ اُن میں سے ایک علم ہے۔ باقی تین اشیاء کو نہیں جانتا کہ کیا تھیں۔ اس کے بعد میں کرسی کے پیچھے سے ہوتا ہوا ایک باغ میں (جو کہ بجانب قبلہ آنحضرت علیہ السلام کے آگے تقریباً دس بارہ گز دوری پر واقع ہے) داخل ہوا، اس میں میوہ دار درخت ہیں، جن کی اونچائی قد آدم سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہے۔ ان درختوں کے پتے سیب کے پتوں جیسے ہیں، اور ان میں پھل کالے کالے لگے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان درختوں سے پھل چُن چُن کر کھا رہے ہیں۔ میں نے بھی ان سیاہ پھلوں کو توڑ کر کھایا۔ مقدار میں یہ پھل چھوٹے انجیر کے برابر تھے، مگر اُن کا مزہ ان موجودہ پھلوں سے سب سے علیحدہ اور اس قدر لذیذ تھا کہ اس قدر لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھائے۔ اس کے بعد میں نے ایک درخت اُسی باغ میں بڑے شہوت کا دیکھا، جس میں شہوت لگے ہوئے ہیں، جن میں کپکپے ہوئے پھل زرد رنگ کے ہیں، میں نے ان سے کپکپے ہوئے شہوت توڑے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کسی قدر ناساز ہے۔ یہ

حضور اقدس ﷺ کے قدموں میں :

شیخ الاسلام حضرت مدنی "نقش حیات میں تحریر فرماتے ہیں :

(۱) مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جب قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جا رہا تھا۔ رات کو اونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں میں گر گیا۔ آپ نے میرا سر اٹھا کر فرمایا، کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا جو کتابیں پڑھ چکا ہوں، وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں، اُن کو سمجھنے کی قوت ہو جائے تو فرمایا، تجھ کو دے دیا۔ ایک دوسرے مقام پر قنطر از ہیں :

بہر حال مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً میں سلسلہ روایات صالحہ وغیرہ بکثرت جاری رہا، مگر اس وقت لکھنے اور ضبط کرنے کا خیال نہیں ہوا۔ خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؓ، ائمہ فحام اور جناب باری عز اسمہ کو بارہا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ قلمبند کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے بلا ترتیب زمانہ جس قدر یاد ہے، لکھتا ہوں۔

آپ کے ہاتھوں سے تحم کدو دامن میں لینے کی سعادت :

(۲) ایک مرتبہ دیکھا کہ آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف کے شمالی دروازہ باب مجیدی کے باہر بجانب شمال منہ کئے ہوئے (قبلہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا بجانب جنوب ہے) مسجد سے نکل کر کھڑے ہیں اور آپ کے لپ (دونوں ہاتھوں کا مجموعہ) میں بیٹھے کدو (جس کو کہنوا اور عرب میں دبائے رومی کہتے ہیں) کے بیج بھرے ہوئے ہیں۔ میں سامنے سے حاضر ہوا، جب میں قریب پہنچا تو آپ نے لپ کو نیچے سے کھول دیا، کچھ بیج گرے تو میں نے دامن میں لے لئے، اُن کی مقدار تقریباً تیس عدد تھی۔

اتباع سنت کی تعبیر :

(۳) دیکھا کہ مسجد شریف میں منبر شریف کے سامنے مکتبہ کے نیچے لیٹا ہوں اور مجھ پر سبز شمال پڑی ہے اور ایک شخص یہ کہتا ہے کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں۔ ان کی تعبیر حضرت گنگوہیؒ نے اتباع سنت سے دی ہے۔

(۴) دیکھا کہ ایک جگہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے۔ میں نے

شہوت آپ کے واسطے لئے جارہا ہوں۔

(نوٹ: میں نے اس خواب کو حضرت شیخ الہندؒ سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ حضرت! معلوم نہیں کہ ان چار چیزوں میں سے جو کہ مجھ کو عطا فرمائیں، علاوہ علم کے باقی تین کیا تھیں تو حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ملے وہ خیر ہی ہے۔)

ہاں! اے حبیب! رخ سے ہٹا دو نقاب کو :

(۷) ایک روز ایک کتاب میں اشعار دیکھ رہا تھا، اُس میں ایک مصرعہ تھا.....

ع ہاں اے حبیب! رخ سے ہٹا دو نقاب کو

یہ اُس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد شریف میں حاضر ہوا، اور ملاحظہ شریف میں بعد اداے آداب و کلمات مشروعہ انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کیا۔ دیر تک یہی حالت رہی، جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا حائل نہیں ہے اور آپ ﷺ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔

(۸) جبکہ میں کراچی سے گنگوہ شریف کے قصد سے سفر کر رہا تھا اور گاڑی ملتان کے قریب چل رہی تھی، خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور ہر دو صاحبان کے ہاتھ ایک کے دوسرے سے تشبیک کئے ہوئے ہیں۔ (یعنی ہاتھوں کی انگلیاں باہم دگر پیوستہ ہیں)

(۹) میں نے خواب میں امام جلال الدین سیوطیؒ کو دیکھا تو اُن سے دونوں ہاتھ ملا کر بیعت کی اور یہ الفاظ کہے : ابا یعک علی ما بایعت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ائمہ مذاہب اربعہ کی دعا :

(۱) دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ائمہ مذاہب اربعہ یا کہا کہ ائمہ طریقی اربعہ تیرے لئے دعا کرتے ہیں، کیونکہ تو اثناء درس میں جب کسی کا ذکر آتا ہے، تو اُن کے لئے رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے یا کہا کہ دعا کرتا ہے اور میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف مقامات پر گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے ہیں۔

نوٹ :- میں نے اپنی عادت ہمیشہ سے یہ کر رکھی تھی کہ جب کسی پیغمبر کا اسم گرامی آئے تو علیہ علی نبینا الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام کہوں اور اگر کسی صحابی کا نام تھا آئے تو رضی اللہ عنہ کہوں اور اگر سند حدیث میں دوسرے اکابر کے ساتھ آئے تو رضی اللہ عنہم کہوں اور اگر ائمہ مذاہب اور علماء و اولیاء سلف کا نام آئے تو رحمہم اللہ تعالیٰ کہوں، خواہ اپنے مذہب کے ہوں یا شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ہوں، بشرطیکہ اہل سنت والجماعت ہوں۔

(۱۱) خواجہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ کرسی پر رونق افروز ہیں۔ میں حاضر ہوا تو ایک کھجور کا تہائی حصہ مجھے عطا فرما کر کہا کہ باقی دو حصے اور مشائخ کے ذریعہ سے پہنچائے جائیں گے۔

(۱۲) دیکھا کہ گیارہ بارہ اولیاء اللہ کبار مشائخ میں سے تشریف لائے ہیں اور سب نے اجازت بیعت عطا فرمائی۔

(۱۳) دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اُس میں آسمان سے معلق ڈول لٹک رہے ہیں۔ جن کے وہ تار جن سے آسمان تک اُن کا علاقہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں اور وہ ڈول برابر یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور میں ڈولوں کو الٹا ہوں، تو مٹھائی زمین پر اقسام مختلفہ کی ڈھیر ہو جاتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑا ڈھیر مٹھائی کا ہو گیا ہے اور لوگ اس کو وہاں کھا رہے ہیں۔

امام زمان :

(۱۴) اس زمانہ میں (جبکہ خواب دیکھا ہے) التزام کرتا تھا کہ با وضو سو یا کروں، چنانچہ با وضو شب کو چھت پر سو یا تھا اور یہ مکان بقیع شریف اور حجرہ مطہرہ کے تقریباً درمیان میں واقع تھا۔ نصف شب کے پہلے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھ کو امام زمان اور افرج بنائیں گے۔ میں نے اس خواب کو شرم کی وجہ سے نہ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز سے اور نہ حضرت شیخ الہندؒ سے ذکر کیا۔ اور اسی طرح والد صاحب مرحوم اور بھائی صاحب بلکہ غالباً سوائے حکیم فرزند علی صاحب مرحوم دہلوی (مہاجر مدینہ منورہ) کسی سے بھی ابھی تک ذکر نہیں کیا۔

باری تعالیٰ کا جلوہ جہاں آرا :

(۱۵) دیکھا ایک بہت بڑا درخت ہے، جس کی ٹہنیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی سایہ فگن ہیں۔ اس

درخت کی سب سے فوقانی سطح پر سمجھ رہا ہوں کہ جناب باری عز اسمہ جلوه فرما ہیں۔ ہیبت و جلال بے حد محسوس کر رہا ہوں اور کچھ اوپر سے ارشاد ہو رہا ہے (جس کی پوری تفصیل یاد نہیں رہی)۔

نسبت عثمانی :

(۱۶) ایک روز مسجد نبویؐ کے اگلے حصہ کی محراب میں (جس کو محراب عثمانی کہا جاتا ہے جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے وقت کھڑے ہوتے تھے) ذکر کر رہا تھا کہ نیند آ گئی۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ اُن کو بارگاہ الہی سے حکم ہوتا ہے کہ تم فنا ہو جاؤ، انہوں نے ایک بُرش پر جو کہ مثل اُلٹے طشت کے ہے، اپنا سر فنا ہونے کے لئے رکھ دیا۔ اس خواب کو گنگوہی شریف لکھا، تو جواب آیا کہ تیری نسبت عثمانی ہے اور اسی وجہ سے تو لوگوں سے حیاء کی بناء پر مسجد شریف چھوڑ کر ذکر کے لئے جاتا ہے۔

حضور اقدسؐ اور حضرت گنگوہیؒ کے درمیان :

(۱۷) ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں مسجد شریف میں چارزانو بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز بائیں جانب تشریف فرما ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف سے تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں کوئی کتاب ہے۔

نوٹ :- چونکہ عادت یہ تھی کہ اگر کوئی تکلیف یا مصیبت آنے والی ہوتی تھی، تو اس قسم کا کوئی خواب دیکھتا تھا، جس میں بجز معیت و امداد اور کوئی امر مفہوم نہیں ہوتا تھا، تو مجھ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ وہ کونسی صعوبت ہے جس کے دفعیہ کے لئے ہر دو مقدس آقا تشریف ارزانی اور امداد فرما رہے ہیں۔ دو ہی چار روز گزرے تھے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آئے اور انہوں نے وہ عظیم الشان فتنہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ اور ہم سبھوں کے متعلق اٹھایا کہ الامان والحفیظ، مگر بفضلہ تعالیٰ وہ اور اُن کی جماعت اس فتنہ میں جو کہ ہم سبھوں کے متعلق تھا، کامیاب نہیں ہوئے، اگرچہ اس کا اثر دیر تک کچھ نہ کچھ رہا۔

(۱۸) احمد آباد جیل میں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا ہے کہ جو رحمت خداوندی حضرت شیخ الہندیؒ کی طرف دنیا میں متوجہ کی گئی تھی وہ اب تیری طرف پھیر دی گئی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری :

(۱۹) ایک مرتبہ ایک خواب بہت مفصل دیکھا، جس میں سے اس قدر یاد ہے کہ میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت بہت زیادہ الطاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضرت! مجھ کو اپنے ضمن میں لے لیجئے۔ غالباً حضرت نے قبول فرمالیا اور پھر اسی خواب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں بھی شرف حاضری حاصل ہونا دیکھا۔

درود و سلام سے مسئلہ حل ہو گیا :

(۲۰) ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آ گیا کہ بہت غور و فکر اور حواشی و شروح کے مطالعہ سے بھی حل نہ ہو سکا، سخت عاجز ہو کر حجرہ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام و درود عرض کیا، تھوڑی ہی دیر میں سمجھ میں آ گیا۔

ثمرہ مقصود ہاتھ آئے گا :

(۲۱) (گنگوہی شریف میں) عصر کے بعد خدمت (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) میں قریب بیٹھ کر مشغولیت مراقبہ سے مجھ کو نہایت قوی اور بہت زیادہ فائدہ ہوتا تھا۔ چند دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی میدان میں وہ گولر جو صحن حجرہ میں تھا اور اس کے سایہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے، کھڑا ہے اور اس میں گولر پکے ہوئے لگے ہیں کچھ لوگ ڈھیلے پھینک رہے ہیں، تاکہ پکا ہوا گولر حاصل کریں۔ میں نے بھی یہی کوشش کی، مگر کوئی گولر ہاتھ نہیں آیا۔ یکا یک دیکھا کہ ایک پکا ہوا گولر مع اس ٹہنی کے جس میں وہ لٹک رہا تھا، خود بخود ٹوٹا اور لٹکتا ہوا نیچے اترتا ہوا آہستہ آہستہ میرے پاس آ گیا اور میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اس خواب کو میں نے حضرت سے ذکر کیا فرمایا کہ ثمرہ مقصود ہاتھ آئے گا۔

دستار خلافت :

ایک روز عشاء کے بعد دوسرے خدام کے ساتھ میں بھی حضرت کا بدن دبار ہاتھ میں پشت کی طرف تھا، دباتے دباتے آنکھ جھپک گئی، تو دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ چالیس (۴۰) دن گزرنے کے بعد مقصود حاصل ہوگا۔ اس تاریخ کے ٹھیک چالیس دن گزرنے پر عصر کے بعد حضرت نے بھائی

صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اپنے اپنے عمامے لے آؤ۔ بھائی صاحب لے آئے۔ حضرت نے ہر ایک کے سر پر اس کا عمامہ باندھا، جس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے سر پر عمامہ باندھ رہے تھے، مجھ پر زور دار گریہ طاری تھا اور اپنی کم مائیگی اور خجالت کا شدید احساس تھا۔ اس کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیسی دستار ہے، بھائی صاحب نے عرض کیا کہ دستار فضیلت ہے۔ فرمایا کہ نہیں دستار خلافت ہے، میری طرف سے تم دونوں کو اجازت ہے۔

روحانی امداد :

(۲۲) ایک مرتبہ برقی کیفیت کے انوار پیش آئے، حضرت سے ذکر کیا تو وہ کیفیت بھی جاتی رہی۔ ہاں یہ بہت پیش آیا کہ اپنے سامنے بدریا تیز روشنی کی شمع یا دائیں جانب ایک ایک یا دو شمع بین النوم والیقظہ دیکھتا تھا، جس کی تعبیر ظاہر ہے۔ یہ حالت مدینہ منورہ میں بھی اور بعد میں احمد آباد جیل وغیرہ میں بھی کبھی کبھی رہتی تھی، جس سے حضرت مرشد قدس سرہ العزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی امداد معلوم ہوتی ہے۔ (ماخوذ از نقش حیات ص ۱۰۷ تا ۱۱۳)

انبیاء کے معجزات اور اولیاء اللہ کے کرامات سے کسی کو انکار نہیں۔ کشف و کرامات بجائے خود مقصود نہیں، البتہ تائید ایزدی کا ایک مؤثر ہتھیار ضرور ہیں۔ اصل چیز اور سب سے بڑی کرامت استقامت علی الدین ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی زندگی میں بعض کرامات کو حضرت مدنی کے متعلقین، تلامذہ، احباب اور مریدین نے دیکھا، لکھا اور مشاہدہ کیا اور اپنے نور ایمان میں اضافہ کیا۔ انفاس قدسیہ میں ایک روایت دیکھی لیجئے! آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

علم سے محرومی :

ایک مرتبہ چند طلباء نے دفتر اہتمام کے سامنے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور ان لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ آپ لوگ یہ طریقہ اختیار نہ کریں۔ ہم آپ لوگوں کے مطالبے کو پورا کریں گے، لیکن ان حضرات نے بھوک ہڑتال جاری رکھی۔ ان بھوک ہڑتالی سلسلہ طلباء کی قیادت دو پنجابی طالب علم کر رہے تھے اور جوش حماقت میں یہاں تک کہہ گئے کہ ہم دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ بہر حال معاملہ کسی طرح رفع دفع ہو گیا اور ہڑتال ختم ہونے کے بعد دارالحدیث میں حضرت مدنی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

”مجھے اس تحریک میں حصہ لینے والوں سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ میں ان کے حق میں بددعا تو نہیں کرتا۔ ہاں ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا۔“
مختصر یہ کہ اس تحریک میں حصہ لینے والے آج بھی حیات ہیں، لیکن نام نہاد مولوی ہونے کے باوجود علم سے یکسر محروم ہیں۔ (انفاس قدسیہ)

طلبہ حادثہ سے محفوظ رہے :

مولانا اسحاق صاحب دولت پوری فرماتے ہیں :
ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مدنی برہمن باڑی کے مدرسہ میں تشریف لائے۔ واپسی کے موقع پر مدرسہ کے طلبہ آپ کے ساتھ اکھاواڑا جکشن تک گئے اور جب حضرت کو چاند پور جانے والی گاڑی میں سوار کر کے رخصت ہونے لگے تو آپ نے طلبہ سے فرمایا کہ :

”دیکھو برہمن باڑی جاتے ہوئے گاڑی کے سب سے آخری ڈبے میں ہرگز نہ بیٹھنا، انجن ہی کے قریب کسی بوگی میں سوار ہو جانا اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ طلبہ نے حضرت کی نصیحت پر عمل کیا اور جب وہ برہمن باڑی کے طرف روانہ ہو گئے تو اثنائے سفر میں ٹرین کے تین آخری ڈبوں کو حادثہ پیش آ گیا، کافی مسافر زخمی ہو گئے، لیکن طلبہ بالکل محفوظ رہے۔“

ٹرین واپس آ گئی :

حضرت مولانا لطف الرحمن برنوی راوی ہیں :

شیخ الاسلام حضرت مدنی ایک مرتبہ سلبٹ سے دیوبند کے لئے مراجعت فرما رہے تھے۔ سلبٹ اسٹیشن پر مغرب کا وقت ہو گیا۔ گاڑی روانہ ہونے والی تھی، مگر حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز مغرب شروع فرمادی۔ ابھی آپ نماز سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ٹرین روانہ ہوئی۔ تمام لوگ پریشان تھے، لیکن حضرت نے انتہائی اطمینان و سکون کے ساتھ نماز پوری فرمائی۔ ٹرین کافی دور تک جا چکی تھی کہ اچانک لوگوں نے دیکھا، وہ واپس آ رہی ہے۔ خدا جانے انجن میں کیا خرابی پیدا ہو گئی تھی کہ اُسے دوبارہ پلیٹ فارم پر آنا پڑا اور تمام حضرات ٹرین میں سوار ہو گئے۔

ازالہ مرض کا عجیب واقعہ :

مولانا امان اللہ صاحب کریم گنجیؒ مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میرا منہ لقوہ سے اس طرح متاثر تھا کہ میں گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ کافی علاج معالجہ کے بعد بھی حصول مقصد میں ناکام رہا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر کے پاس جا رہا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ حضرتؒ سلہٹ میں مقیم ہیں، کیوں نہ آپ سے دعا کی درخواست کی جائے، چنانچہ اسی وقت مسجد نئی سڑک پہنچ گیا اور درخواست پیش کرنے کے مقررہ وقت پر میں نے بھی اپنا عریضہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے دیگر تمام عریضہ گذاروں کو تو یاد فرمایا، لیکن میری درخواست کے بارے میں کچھ نہ فرمایا۔ مجھے بے حد پریشانی لاحق ہوئی، دوستوں سے اپنا اضطراب بیان کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تراویح کے بعد جب حضرتؒ حجرے میں آرام کی غرض سے تشریف لے جائیں، اُس وقت میں وہاں پہنچ جاؤں۔ میں اُن کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے کمرے میں حاضر ہو گیا اور سلام عرض کیا۔ حضرتؒ بیدار تھے، مگر مجھ سے گفتگو نہ فرمائی بلکہ چادر اوڑھ لی۔ میرا برا حال ہوا۔ تمام رات گریہ وزاری میں گذر گئی اور نماز فجر میں نے حضرتؒ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد حضرتؒ نے خود ہی فرمایا کہ مولانا امان اللہ صاحب کریم گنجیؒ کہاں ہیں۔ میں نے فوراً سامنے حاضر ہو کر سلام کیا۔ حضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا ہوا؟ اور جب میں نے جواب دینے کی کوشش کی تو یکلخت محسوس ہوا کہ زبان حسب سابق صحت مند ہے اور میں بسہولت گفتگو کرنے لگا۔

اپنے شیوخ و اساتذہ سے کئی بار سنا کہ کشف بر سر کشف (کشف و کرامات کے سر پر جوتے) یعنی صوفیاء کے نزدیک کرامت سے زیادہ استقامت معتبر ہے۔ ہاں ولی کی کرامت بسا اوقات اس کی ولایت کی سند ضرور بن جاتی ہے۔ ہر عجیب بات جو کسی سے ظاہر ہو کرامت نہیں ہوا کرتی، بلکہ کرامت کا اطلاق صرف اس خرق عادت پر ہوتا ہے، جو کسی کامل متبع شریعت سے ظاہر ہو۔ حضرت مدنیؒ متبع شریعت بزرگ تھے۔ اس لئے اُن سے کئی کرامات کا صدور ہوتا رہا۔ یہ واقعات خرق عادت ہیں اور حضرتؒ کی کرامات کی قبیل سے ہیں۔

مارگزیدہ کی شفا یابی :

ایک مرتبہ جبکہ حضرت مدنیؒ سلہٹ میں قیام فرماتے تھے۔ رات کے وقت کچھ مشتاق زیارت

سوانح حضرت مدنی رحمہ اللہ

حضرات نئی سڑک کی مسجد آ رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص کو راستے میں سانپ نے ڈس لیا اور وہ بیہوش ہو گیا۔ لوگ انہیں اٹھا کر مسجد میں لائے اور حوض کے کنارے لٹا دیا۔ حضرتؒ کو خبر ہوئی تو آپ فوراً تشریف لائے، لوگوں کو وہاں سے دور ہٹا دیا اور چھڑی سے تین مرتبہ اشارہ فرمایا، وہ شخص فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور زہر کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

ٹرین منتظر رہی :

مولانا سلطان الحقؒ فرماتے ہیں :

ایک دفعہ میں حضرتؒ کو دیوبند اسٹیشن تک پہنچانے کے لئے جا رہا تھا، جب تانگہ تحصیل کے سامنے پہنچا تو اسٹیشن سے تانگے مسافروں کو لئے ہوئے واپس ہو رہے تھے۔ (اسٹیشن اس جگہ سے تقریباً پون میل کے فاصلہ پر ہے) میں تے تانگہ والے سے کہا کہ تانگہ واپس کر لو! حضرتؒ نے فرمایا کہ: نہیں! اسٹیشن چلو! میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ! گاڑی کو آئے ہوئے اتنی دیر ہو گئی ہے، کہ تانگے سواریاں لے کر یہاں تک آ گئے ہیں۔ فرمایا: اپنی سی کوشش تو کرنی چاہئے۔ میں خاموش ہو گیا اور دل میں سوچتا رہا کہ اس سے کیا فائدہ؟ مگر جب تانگہ اسٹیشن پہنچا تو معلوم ہوا کہ گاڑی بہت دیر سے کھڑی ہے۔ بڑا تعجب ہوا۔ حضرتؒ نے نکل لیا، اطمینان سے سوار ہوئے گاڑی چھوٹ گئی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ انجن ہی میں کوئی بات پیدا ہو گئی تھی۔ حضرتؒ کا یہ سفر بہت ضروری تھا۔

ایک مسافر بس کا دلچسپ واقعہ :

مولانا رحیم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مظفر نگر سے بذریعہ لاری کھتولی جا رہا تھا۔ اس میں حضرتؒ بھی تشریف فرما تھے۔ لاری میں چوبیس سیٹیں تھیں، لیکن سواریاں چھتیس تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جگہ پولیس نے گاڑی روک لی۔ ڈرائیور نے کہا بھی کہ اب جانے دیجئے، مگر پولیس والے نے اصرار کیا کہ جب تک گاڑی چیک نہ کر لوں جانے نہ دوں گا، کیونکہ گاڑی میں سواریاں مقررہ تعداد سے زیادہ ہیں۔ بہر حال وہ اندر آیا اور اُس نے سواریوں کو شمار کیا تو چوبیس ہی سواریوں کی تعداد پوری ہوئی۔ غرضیکہ ہر طرف سے اُس نے شمار کیا، لیکن سواریوں کی تعداد چوبیس سے زیادہ گنتی میں نہ آ سکیں۔ حالانکہ مسافر چھتیس ہی تھے۔ بالآخر تھک ہار کر اُس نے گاڑی کو چھوڑ دیا۔

چارپائی سے ذکر کی آواز :

مولوی عبدالباری صاحب نبی گنجی ہیڈ ماسٹر جے کے سکول فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ کریم گنج تشریف لائے ہوئے تھے۔ ملاقات کی غرض سے میں بھی وہاں گیا۔ حسن اتفاق سے اسی دن بدپور میں جلسہ تھا۔ خاکسار وہاں بھی پہنچا، مدرسہ کے صحن میں ایک چھوٹی سی چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ میں اس پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر گزری تھی کہ محسوس ہوا کہ ذکر کی آواز آرہی ہے ساتھ ہی چارپائی میں ارتعاش پیدا ہوا، مجھ پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی اور میں وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس چارپائی پر بیٹھ کر وضو فرمایا ہے اور یہ چارپائی اسی غرض سے رکھی گئی ہے۔ مولوی عبدالباری صاحبؒ نے یہ واقعہ مولانا برنویؒ سے بیان کیا، جب کہ آپ اعتکاف میں تھے۔

ابر کا ٹکڑا :

حضرت مولانا سید حمید الدینؒ شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ تحریر فرماتے ہیں :

مجھ سے ریاست علی خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت مدنیؒ اور میاں سید بشیر الدین صاحبؒ حضرت مدنیؒ کے سسرال قتال پور ضلع اعظم گڑھ جا رہے تھے۔ تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے اور گرمی کی شدت سے پریشان تھے۔ میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کی کہ حضرت! دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت مدنیؒ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا اور نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی برستا ہوا آ رہا ہے۔ میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ وہ دھوپ ہی اچھی تھی، اب تو بھگتے ہوئے سسرال پہنچیں گے۔ حضرت پھر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ پانی سر پر آ گیا، لیکن خدا کی قدرت ہر چہاں طرف پانی برس رہا تھا، گھوڑے پانی میں چل رہے تھے، لیکن ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا، چونکہ خان صاحبؒ نے سید بشیر الدین صاحبؒ کے ساتھ ہونے کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اس لئے میں نے ان سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی تصدیق فرمائی۔

اولیاء کرام پاکیزہ نفس، پاکیزہ صفات اور پاکیزہ اخلاق کے مالک ہوتے ہیں۔ نبی کی اتباع کرتے کرتے وہ بھی اُن انعامات کے حقدار ٹھہرتے ہیں، جن سے اللہ اپنے نبیوں کو نوازا کرتا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات تو اتر سے ملتے ہیں کہ جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم گرمی میں چلتے تھے بادل کے ٹکڑے ان پر سایہ کئے ہوتے۔ حضرت مدنیؒ سنت نبویؐ کا پرتو اور نمونہ تھے۔ اس لئے وہ بھی ان انعامات کے مستحق ہوئے.....

جب ہم چلیں تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ دے
جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے

کھانے میں حیرت انگیز برکت :

حاجی احمد حسن صاحبؒ (کھیا) دیوبند بیان کرتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ دیوبند میں (سیاسی) کانفرنس تھی۔ اس موقع پر میں نے پچاس مہمانوں کو مدعو کیا۔ ان میں سے پچیس (۲۵) مہمان کانفرنس کے تھے اور پچیس حضرت شیخ الاسلامؒ کے مہمان تھے۔ مختصر یہ کہ میں نے پچاس افراد کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا، تو مولانا عثمان صاحبؒ نے مولانا سلطان الحق صاحبؒ سے کہا کہ جاؤ! حضرتؒ کو بلا کر لے آؤ۔ مولانا سلطان الحق صاحبؒ حضرتؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، لیکن وہاں سے واپس آ کر مولانا عثمان صاحبؒ سے سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کہی اور مولانا عثمان صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ مولانا تمہارے ہی بلائے آئیں گے، تم خود چلے جاؤ۔ یہ سن کر میں حضرتؒ کے مکان پر پہنچ گیا۔ آپؒ تیار ہو کر پہلے ہی باہر آ چکے تھے۔ آپؒ نے باؤں بلند فرمایا کہ سب مہمان چلے آئیں۔ تمام مہمان چلے آئے۔ جن کی تعداد تین اور چار سو کے درمیان تھی۔ مہمانوں کو دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ بھائی اسعد صاحبؒ نے مجھے پریشان دیکھ کر سبب معلوم کیا، تو میں نے صاف بات ظاہر کر دی کہ میں نے صرف پچاس ساٹھ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا ہے اور مہمانوں کی تعداد آپؒ دیکھ ہی رہے ہیں۔ وقت اس قدر تنگ ہے کہ مزید انتظام کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ بھائی اسعد صاحبؒ نے مشورہ دیا کہ یہ صورت حال تم خود جا کر حضرتؒ سے بیان کر دو۔

میں نے جا کر حضرتؒ سے عرض کر دیا کہ اس وقت کھانا کم تیار ہے اور مہمان بہت زیادہ ہیں۔ اب کیا کرنا چاہئے؟ یہ سن کر حضرتؒ کھانے کے پاس تشریف لائے۔ روٹی کا ٹوکرا، پلاؤ کی دیگ کے پاس ہی رکھوایا اور دیر تک کچھ پڑھنے کے بعد کھانے پر دم کر دیا اور فرمایا کہ کھانا کھانا شروع کرو اور کھانا نکالنے کے بعد دیگ کو بند کر دیا کرنا اور ہاں میرے لئے ایک چارپائی منگادو، میں (یہیں)

تاکہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کر لوں۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنیؒ کا فرزند ارجمند تھا۔ مرحوم نے فرمایا کہ سید صاحب سے ایک گونہ تعارف و تعلق بھی تھا۔ گھر پر پہنچا، ملاقات کی۔ اپنے اس دوست کے سعادتمند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشہ تنہائی میں چلا گیا۔ اپنی طلب و جستجو کا راز بتایا اور واقعہ کی تصدیق کی۔ ابتداء خاموشی اختیار کی، لیکن اصرار کے بعد کہا، ”بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے۔“ یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولاناؒ نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاد مولانا حسین احمدؒ !!!

حضرت مدنیؒ کی جدائی سے پھول بھی کمل گئے :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے داماد حضرت مولانا رشید الدین صاحبؒ راوی ہیں : دارالعلوم کے ایک طالب علم نے حضرتؒ کی خدمت میں چمپا کے پھول پیش کئے، بوتل میں پانی بھر کر پھول اس میں ڈال دیئے گئے۔ اس طرح چمپا کے پھول چار ماہ بھی پژمردہ نہیں ہوتے اور خوشنما بھی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرتؒ نے اس ہدیہ کو مسرت کے ساتھ قبول فرمایا اور حکم دیا کہ یہ بوتل ان کے کمرے میں میز پر رکھ دی جائے۔ یہ پھول بجائے چار ماہ پورے تین سال تین مہینے تر و تازہ رہے، لیکن ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کے حادثہ جانکاہ یعنی وفات شیخؒ کی وہ بھی تاب نہ لاسکے اور ان کی تازگی دفعۃً پژمردگی سے تبدیل ہو گئی۔ سارے پھول اس طرح سیاہ ہو گئے کہ پانی میں بھی سیاہی کا اثر آ گیا۔ (مخلص از شیخ الاسلام نمبر)

مندرجہ بالا واقعات اور اس نوعیت کے کئی دوسرے واقعات جو طوالت کے خوف سے ہم نے نقل نہیں کیے، شب و روز دیکھنے میں آئے۔ ہم شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو مافوق البشر نہیں بتانا چاہتے، حضرت مدنیؒ ایک انسان تھے، صرف انسان نہیں، انسانِ کامل تھے اور استقامت، صبر و استقلال کے پیکر عظیم تھے اور یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس لئے اس موضوع پر ان ہی معروضات پر اکتفا ہے۔



لیٹ جاؤں گا، چنانچہ فوراً چارپائی بچھادی گئی اور آپؒ اس پر لیٹ گئے۔ مہمانوں نے کھانا شروع کر دیا، جب تین محفلیں کھانا کھا کر فارغ ہو گئیں تو چوتھی اور آخری محفل میں حضرتؒ بھی شریک ہوئے۔ جب آخری محفل بھی اٹھ گئی تو ہم منتظمین نے اطمینان کا سانس لیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے کھانے میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ تقریباً چار سو آدمی شکم سیر ہو گئے۔ بہر حال مہمانوں کے جانے کے بعد ہم چند آدمی رہ گئے اور خیال تھا کہ چاولوں کا تو نام و نشان بھی نہ ہوگا۔ البتہ روٹیاں کافی بچ گئی ہیں۔ اسی پر اکتفا کر لیں گے، مگر جب میں دیگ کے قریب گیا اور اس کے اندرونی حصے کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں چاول اس قدر موجود تھے، جسے ہم سب مل کر کھا سکیں۔

روزہ مطہرہ سے آپ کو سلام کا جواب ملا :

مولانا قاضی سجاد حسین صاحبؒ صدر المدرسین مدرسہ عالیہ فتھ پوری (دہلی) تحریر فرماتے ہیں : حضرت مولانا مشتاق احمد صاحبؒ انیسٹھوی مرحوم مفتی مالیر کوئلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے ہم عصر تھے، جن کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ تقویٰ اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور تقریباً سو سال کی عمر میں اب (۱۹۵۷ء) سے تقریباً پندرہ سال قبل عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے۔ اس خادم کو مرحوم سے شرف نیاز حاصل تھا، جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے، اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی، چونکہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے بھی اس خادم کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اثنائے ملاقات حضرت مدنیؒ کا بھی ذکر آ جایا کرتا تھا۔ ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا کہ :

”ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربار رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دوران قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضہ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا، تو دربار رسالت سے ”وعلیکم السلام یا ولدی“ کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔“

مولانا مرحوم نے فرمایا، اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی،

باب : ۱۳

ذوق شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار

علم و ادب اور شعر و شاعری :

علم و ادب اور شعر و شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اہل علم طبقہ، علماء و مشائخ اور خطباء کرام اپنے بیانات، تقاریر، تحریروں اور وعظ و نصیحت میں اپنے قلبی واردات و کیفیات کو بعض اوقات اشعار کے میں بیان کر دیا کرتے ہیں اور یوں پوری تقریر، بیان اور خطابت کا خلاصہ اور نچوڑ ایک ہی شعر میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ شعر و شاعری، علم و ادب کا لازمی حصہ ہے۔ قدیم شعراء کے پاکیزہ خیالات و جذبات شاعری کی صورت میں دعوتِ فکر کے لئے سنگِ میل سمجھے جاتے ہیں۔ ان اشعار میں دنیائے انسانیت کی فلاح و نجات زہد و تقویٰ، جود و کرم، فیاضی و ایثار اور تعلق مع اللہ کا درس ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی کئی نامور شعراء گزرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ دین کی دعوت، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات اور تعلق مع اللہ کی تعلیمات کو عام کیا۔ اُن کے اشعار آج بھی اُسی ذوق و شوق سے پڑھے اور سُنے جاتے ہیں۔ اُن اشعار کی حقانیت، صداقت، معرفت اور اثر و نفوذ آج بھی قائم ہے۔

مستقل شاعر ہونا اور شاعری کو پیشہ بنانا اسلام میں ناپسندیدہ ہے، جبکہ شعری ذوق سے مالا مال ہونا اور اچھی شاعری کی قدردانی کرنا اور بے اختیار ہو کر اشعار کہہ دینا یہ مستحسن عمل ہے۔ تجربہ ہے کہ جس شخص میں شاعری ذوق نہیں پایا جاتا، وہ دردِ مندی کی صفات میں بھی کامل نہیں ہوتا۔ ذوقِ شاعری دل میں ایک گداز پیدا کر دیتا ہے، جب تک ایسے اربابِ علم و کمال ہمارے ہاں مسند نشین رہے، جنہیں

اللہ نے یہ ذوق ودیعت کیا تھا، تو ہماری اجتماعی زندگی میں مٹھاس اور خوش خلقی کی فضا برابر قائم رہی۔ بزرگ صوفیا اور علماء و مشائخ نے عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو غرض ہر زبان میں شعر و شاعری کو اپنے مافی الضمیر بیان کرنے کا ذریعہ بنایا اور ان کے عارفانہ کلام نے خوب مقبولیت حاصل کی اور آج بھی شیخ سعدی، مولانا روم، حضرت فرید الدین گنج شکر، سلطان العارفین سلطان باہو، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، رحمان بابا اور خوشحال خان خٹک کے اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔

ذوق علم و ادب :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی شعر و سخن کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کا ادبی ذوق انتہائی اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ جذبات اور نفیس احساسات پر مبنی تھا۔ اشعار، حمد و نعت اور نظم و غزل خود بھی سنتے تھے اور سناتے بھی تھے۔ اخلاص و للہیت، محبت و عقیدت کے جذبات اور موقع و محل کی مناسبت سے اشعار کا انتخاب ان کے شعری ذوق کا غماز ہے۔ حضرت مدنیؒ کو عربی، فارسی اور اردو کے کافی اشعار یاد تھے۔ جب موقع ملتا، مثلاً بیان ہو رہا ہے، خط لکھا جا رہا ہے، دوستوں کی محفل بھی ہوئی ہے، درس دیا جا رہا ہے، وہ نہایت بر محل اشعار سناتے۔ ان کے منتخب اشعار میں عشق الہی اور محبت رسول ﷺ کا درس ہوتا۔

مولانا اعجاز علیؒ کی ایک شعر میں ترمیم :

شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علیؒ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ میں سے تھے اور علم و ادب میں اتھارٹی سمجھے جاتے۔ ماہنامہ ”القاسم“ ماہ صفر ۱۳۴۲ء میں ان کا ایک عربی قصیدہ شائع ہوا۔ اس میں مولانا اعجاز علیؒ نے مشہور شاعر ابوالطیب کی پیروی کی۔ اُس نے کہا تھا.....

اعز مکان فی الدنئی سرج سابح و خیر جلیس فی الزمان کتاب

تیز رفتار گھوڑے کی زین دنیا میں سب سے زیادہ باعزت جگہ ہے اور بہترین ہم نشین زمانے میں کتاب ہے۔ اس شعر میں اس نے گھوڑے کی زین کو عمدہ جگہ اور کتاب کو بہترین مصاحب ظاہر کیا۔ اس پر مولانا اعجاز علیؒ نے اپنے قصیدہ میں خفیف سی معنوی اصلاح فرمادی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ”خیر جلیس“ (یعنی بہترین ساتھی) نہیں ہوتی، بلکہ علمی کتابیں خیر جلیس ہوتی ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے لکھا.....

ولکن الکتاب کتاب علم سمیری فی اللیالی والنہار
علمی کتابیں ہی رات دن میرے لئے بہترین قصہ گو ہیں

حضرت مدنیؒ کی ترمیم :

مگر اس پر بھی شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی تشفی نہ ہوئی۔ مولانا اعجاز علیؒ کو خط میں لکھا۔
فقلتم ما قلتم فیہ۔

و لكن الکتاب کتاب علم سمیری فی اللیالی والنہار
وانی اری تبدیل ہذا الشعر بان یقول.....۔

ولكن الا له جلیس ذکر سمیری فی اللیالی والنہار
میرے خیال میں اس شعر کو اس طرح تبدیل کر دیا جاتا کہ

(اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والوں کے بہترین ساتھی ہیں، میں رات دن اس سے باتیں کرتا رہتا ہوں)

حضرتؒ نے کتاب علم کی کیسی دلنشین ترمیم فرمائی، جس سے شعر کا مضمون بلند ہوا اور اپنے ذوق کی ترجمانی بھی کر دی۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی ترمیم :

اشعار میں ترمیم کی بات چلی، تو مجھے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی ایک شعر میں ترمیم یاد آ گئی۔ غالباً ”مومن“ کا شعر ہے.....۔

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

حضرت مفتی صاحب موصوف نے اس میں ترمیم کر دی اور فرمایا.....۔

چند اوراق کتب چند بزرگوں کے خطوط

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

پسندیدہ عربی اشعار :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ مندرجہ ذیل عربی رباعی زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

ان الذی انت ترجوہ و تأملہ من البریۃ مسکین ابن مسکین
فان الامر بین الکاف والنون فاسترزق اللہ عمّا فی خزانته

جب اللہ کی طرف سے محبت ہو :

اذا صح الود منه فالكل هين و كل مافوق التراب تراب
جب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت صحیح ہو تو پھر سب تکالیف آسان ہیں اور جو کچھ بھی مٹی
پر ہے، وہ سب کا سب مٹی ہونے والا ہے۔

نفس کی حالت :

مولانا عبدالباقی لکھنویؒ کو خط میں درج ذیل اشعار لکھے
والنفس كالطفل ان تمهله شبّ على حب الرضا وان تفضمه ينفطم
نفس کی حالت تو دودھ پیتے بچے کی طرح ہے، جو دودھ پیتا ہے، اگر اس کے دودھ کو بچپن
(مدت پوری ہونے پر) نہ چھڑا دیا گیا تو جوان ہونے پر دشواری ہوگی۔

مال و اولاد امانت ہیں :

وما المال والبنون الا ودائع ولا بُدّ يوم ان ترد الودائع
مال و اولاد اللہ کی امانت ہیں۔ ایک دن ان امانتوں کو اصلی مالک کی طرف لوٹانا پڑتا ہے۔

دیارِ محبوب کی عظمتیں :

امرٌ على الديار ديار ليلي اقبل ذالجدار و ذالجدار
و ما حبّ الديار شغفن قلبي ولكن حبّ من سكن الديار
میرا گزر لیلیٰ کے شہر پر ہوا۔ تو میں نے کبھی اس دیوار کو چوما اور کبھی اُس دیوار کو، اگرچہ مجھے
اس بستی سے کوئی محبت نہیں، لیکن اس بستی کے مکین کی محبت نے میری نظر میں ان مکانوں اور دیواروں کو
بھی محبوب بنا دیا ہے۔

فارسی کے پسندیدہ اشعار :

میرے شیخ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ کے نام خط میں لکھے
.....

بے شک وہ آدمی جس سے تجھے اُمیدیں وابستہ ہیں، وہ خود محتاج ہے۔ اس کا باپ بھی محتاج
ہے۔ اس لئے اس اللہ سے رزق مانگ جو اس کے خزانہ میں ہے، کیونکہ وہاں تو حکم کاف اور نون میں
ہے۔ (نخن فرمایا تو کام ہو گیا)

اکابر کا سایہ :

کبھی کبھی مندرجہ ذیل شعر بھی بڑے سوز و گداز کے ساتھ پڑھا کرتے
ذَهَبَ الدِّينُ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ بَقِيَ الدِّينُ حَيَاتُهُمْ لَا تَنْفَعُ
وہ لوگ چلے گئے جن کے سایہ میں زندگی گزاری جاتی تھی۔ وہ لوگ رہ گئے، جن کی زندگی
کچھ کارآمد نہیں۔

دین محمد ﷺ کے غلبہ کی تمنا :

محی الدین عربی نے ایشائے کوچک کے سلطان عزالدین کو کچھ اشعار لکھے۔ حضرت مدنیؒ
بھی یہ اشعار تحریر فرمایا کرتے
.....

ارید اری دین النبی محمد یقام و دین المبتلین یزول
میری دلی خواہش ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل جائے اور باقی سب دین ختم ہو
جائیں۔

رضائے الہی کا حصول :

فلیتک تحلوا والحيوة مریرة ولیتک ترضی والانام غضاب
کاش آپ کی محبت کی مٹھاس مجھے حاصل ہو جاتی، پھر چاہے زندگی کتنی تلخ ہوتی اور کاش کہ
آپ مجھ سے راضی ہو جاتے، خواہ ساری دنیا ناراض ہو جاتی۔

اپنے پرسوءِ ظن :

یظن الناس بی خیرا وانی لشر الناس ان لم یعف عنی
ترجمہ : لوگ مجھ پر نیکی کا گمان کرتے ہیں، حالانکہ میں سب سے زیادہ گناہ گار ہوں، اگر وہ اللہ تعالیٰ
مجھ سے درگزر نہ فرمائے۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا
اندھیری رات ہے اور میں دریا کی موجوں میں گھرا ہوں۔ میرا حال ساحل پہ کھڑے ہوئے
لوگ کیا جانیں۔

از دروں شو آشنا و از بیرون بیگانہ باش
ایں پنچیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں
اندر دل سے لگائے رکھ اور باہر بیگانہ رہ۔ ایسی خوب صورت زندگی اس دنیا میں بہت کم میسر
ہوتی ہے۔

یابم او را یا نیام جستوئے میکم
بشنود یا نشود من گفتگوئے میکم
میں اُسے (محبوب حقیقی) کو پاسکوں یا نہ پاسکوں تلاش کرتا رہوں گا۔ وہ توجہ کرے یا نہ کرے
میں بھی دل کا حال بیان کرتا رہوں گا۔

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد
میرے دل میں ایک ایسا درد ہے، اگر اس کو بیان کروں تو زبان کے جلنے کا خطرہ ہے، اگر
اسے برداشت کروں تو ڈرتا ہوں کہ ہڈیوں کا گودہ بھی جل جائے گا۔

فارسی اشعار جو اکثر و در زباں رہتے :

فارسی زبان کے درج ذیل اشعار حضرت شیخ الاسلامؒ بڑے سوز اور درد کے ساتھ پڑھتے بلکہ
اکثر و در زباں رہتے۔

وصال و قرب چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے
تو وصال اور قرب کیا چاہتا ہے، تجھے صرف اپنے محبوب کی رضامندی کی طلب ہو اس لئے

اللہ تعالیٰ سے اس کے بغیر کچھ اور مانگنا یہ نا انصافی ہوگی۔

جہاں اے برادر نہ ماند بہ کس
دل اندر جہاں آفریں بند و بس
اے بھائی! یہ جہاں کسی کے کام نہیں آتا، اس لئے دل صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگا لے اور
بس۔

بجز تو شاہ دیگر نہ دارم، بجز درے تو درے نہ دارم
الیک اسعی و منک ارجو و ان سالت بہ کم سوالی
اے بادشاہ حقیقی! میرا تیرے بغیر کوئی نہیں اور تیرے دروازے کے سوا میرے لئے کوئی
دروازہ نہیں۔ میں حاجت کے وقت تیری ہی طرف دوڑتا ہوں اور تجھ سے ہی رحمت کی اُمید رکھتا ہوں۔
خواہ کتنے ہی سوال کروں۔

یاد دوست اور علم حق :

شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علیؒ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا۔

جز یاد دوست ہر چہ کئی عمر ضائع است
جز بر عشق ہر چہ بخوانی بطلالت است
سعدی بشو لوح دل از نقش غیر حق
علمی کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

اپنے محبوب حقیقی کی یاد کے بغیر جو بھی کرے گا عمر برباد کرے گا، محبوب حقیقی کے عشق کے بغیر
جو بھی پڑھے گا وہ باطل ہے۔ اے سعدی! اپنے دل کی تختی کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر ہر چیز سے دھو ڈال،
جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے وہ تو جہالت ہے۔

اپنے اکابر کا ظاہر نقشبندی اور باطن چشتی تھا :

اپنے اکابر کا سلوک طریقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ”ہمارے اکابر نے نہایت اعلیٰ اور
اشرف طریقہ اختیار فرمایا۔ ان کا ظاہر نقشبندی (عمل کی پیروی) اور باطن چشتی (سوز و گداز) ہے۔“

جو چن سے گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بکبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

دل صیاد کیا جانے :

میرے شیخ حضرت قاضی محمد زاہد الحسنیؒ کو خط میں یہ شعر تحریر فرمایا ۔

کسی کے درد اور غم کو کسی کا ناز کیا جانے
گذرتی صید پر کیا ہے دل صیاد کیا جانے

حسب حال شعر :

فرمایا، لوگوں سے اتنی گالیاں سنیں ہیں کہ اب سن سن کر کچھ تغیر نہیں ہوتا، فرمانے لگے، یہ

شعر ہمارے حسب حال ہے ۔

رنج کا عادی ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

فرصت کے رات دن :

مراد آباد جیل سے ایک مرید کے خط کے جواب میں لکھا ۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصویر جاں کیے ہوئے

وفا پہ اپنی نازاں ہوں :

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے مراد آباد کی قید کا کچھ پس منظر آپ کو لکھا، تو آپ نے

جیل ہی سے اس کا جواب لکھا اور یہ شعر تحریر فرمایا ۔

بلبل نیم کہ نعرہ زخم درد سر کغم
قمری نیم کہ طوق بہ گردن در آورم
پروانہ نیستم کہ بسوزم بگرد شمع
شمع کہ جاں گدازم و دم بر نیاورم

میں بلبل نہیں کہ نعرے لگا کر سردی کروں، نہ قمری ہوں کہ گردن میں طوق ڈال دوں،
ظاہری لباس وغیرہ کی نمائش کروں، پروانہ بھی نہیں کہ شمع کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے جل جاؤں، بلکہ
میں شمع ہوں (دین حق کی روشنی پھیلاتے ہوئے) خود جل رہی ہوں اور آواز تک نہیں نکالتی۔

اس پر مجھے اپنے بچپن میں سنا ہوا شعر یاد آ گیا، جو اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے اور یہ راہ چلنے والے
کے لئے نافع ہے ۔

مثل شمع بزم ہستی میں بسر کر زندگی
تاکہ تیرے سوز سے سارے جہاں میں نور ہو

شریعت میں بڑا گناہ :

اکثر احباب کو یہ شعر سنایا کرتے کہ ۔

مباش درپے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت مایچ ازیں گناہے نیست

کسی کو بھی دکھ نہ دے کہ ہماری شریعت میں اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں، کیونکہ ہمارا اللہ
رحمان ہے، رحیم ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محبوب پیغمبر ہیں۔ ہمارا دین پیغام امن و سلامتی
ہے۔ جب کوئی صاحب حرمین شریفین کی زیارت کیلئے جاتا تو اسے فرماتا:

جو با حبیب نشینی و بادہ پیائی
بہ یاد آر حریفان بادہ پیما را

اردو کے پسندیدہ اشعار :

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سحری کے وقت اردو کے یہ اشعار بڑے ترنم سے پڑھتے ۔

نہ مرتے مرتے محبت سے منہ پھیرا کبھی میں نے
جفائیں سینکڑوں جھیلیں، وفا پر اپنی نازاں ہوں

عاشقِ بدنام :

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مدنیؒ کے زبانی یہ شعر
بار بار سنا.....

پھرتے ہیں میرِ خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی
کبھی کبھی یہ مصرعہ بار بار پڑھتے.....

ع عاشقِ بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

بدرالدین کا بوٹا :

جب زیادہ موڈ میں ہوتے تو اپنی چھوٹی بچی عمرانہ سے یہ شعر پڑھواتے.....
کہیں ہے روس کا بوٹا کہیں ہے چین کا بوٹا
ہے حضرت شیخ کی محفل میں بدرالدین کا بوٹا

آخری ایام کا ایک شعر :

اپنے آخری ایام میں جب تکلیف بڑھ گئی، تو ترنم کے ساتھ فرماتے.....
الہی میری زندگی ہے یہ کیسی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

یارانِ جاشار :

مولانا عبدالحق نافعؒ کو لکھا.....

کیا ہوگئی وہ اُلفتِ یارانِ جاشار
اب فاتحہ کو بھی نہیں آتے مزار پر

شعروادب کا ذوقِ سلیم اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ اور ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہے، جس سے معاشرہ میں

ایک انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ یہ دودھاری تلوار ہے، اپنی حفاظت کا سامان بھی ہو سکتی ہے اور ہلاکت کا
بھی، لیکن اتنی بات مسلم ہے کہ.....

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
ہم نے تو اپنے آپ گریباں کیا ہے چاک
اس کو سیاسیا، نہ سیا، پھر کسی کو کیا
ان دنوں جوشِ جنوں ہے تیرے دیوانے کو
لوگ ہر سمت چلے آتے ہیں سمجھانے کو
خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا دیتے ہیں جاناں تیرے دیوانے کو

☆ ☆ ☆

باب : ۱۴

مکتوبات

جب سے دنیا لکھنے کے فن سے آشنا ہوئی، خطوط نویسی کا رواج بھی پیدا ہو گیا، باہم ضروری باتیں خطوط کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جاتیں، سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا ذکر ہے، جو ملکہ بلقیس کے نام لکھا گیا، آپ نے ہد ہد سے فرمایا، میرا خط لے جاؤ اور ملکہ بلقیس کے پاس پہنچا دو۔ خط کے آغاز میں لکھا، اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ تو گویا خط لکھنا سنتِ انبیاء بھی ہے ۔ ہمارے اکابر علماء اور صوفیہ نے خطوط سے اپنے مریدوں اور متوسلین کی تعلیم کا کام لیا۔ خطوط میں رشد و ہدایت کے مسائل بیان کئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے بھی زندگی کے ایام میں اپنے احباب، متعلقین، اساتذہ، تلامذہ اور مریدوں کو خط لکھے۔ یہ مکتوبات اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور مختلف علوم کا بیش بہا ذخیرہ ہیں۔ حضرت مدنیؒ اپنے نام کے ساتھ خط کے آخر میں ہمیشہ ”تنگ اسلاف“ لکھا کرتے اور حضرتؒ کے خطوط و مکاتیب سے بہت سے ایسے اقتباسات و منقولات پیش کیے جاسکتے ہیں، جن سے حضرت مدنیؒ کی تواضع، انکساری، بے نفسی، خلوص و للہیت اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کے خطوط کو مولانا نجم الدین اصلاحی نے ”مکتوبات شیخ الاسلام“ کے نام سے مرتب کر دیا ہے، جن کی پہلی دو جلدیں حضرت مدنیؒ کے حین حیات طبع ہوئیں اور دو بعد الوفا طبع ہوئیں، ان جلدوں میں شائع شدہ مکتوبات کی تعداد 580 ہے، جن میں سے کچھ عربی اور باقی اردو میں ہیں۔ ہم حضرتؒ کے مکتوبات میں سے چند اقتباس منتخب کر کے نذر قارئین کر رہے ہیں، اس سے حضرت

مدنیؒ کی تحریر، دعوتِ رشد و ہدایت اور اصلاحِ انقلابِ امت کی مساعی جلیلہ کا ایک منظر بھی سامنے آ جاتا ہے۔

آداب و القاب اور مکتوب الیہ کے ناموں کو چھوڑ کر صرف وہ اقتباسات لیے گئے ہیں، جن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مدنیؒ کا اصلاحِ مریدین و متعلقین اور عامۃ المسلمین سے مکاتبت میں طریقہ کار کیا تھا اور یہ حضرت مدنیؒ ہی کے مکتوبات سے نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔

مابراں مطلب عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف شما بیش نہد گامے چند

ترسیل خطوط کا اہتمام :

حضرت مولانا ابوالحسن صاحب حیدریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ نینی جیل میں تھے، میں الہ آباد کے الفرید پارک کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھایا کرتا تھا۔ میرے کالج کے تمام طلباء اسی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ حسب معمول خطبہ جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ ایک شخص سائیکل پر سوار مسجد کے سامنے آیا۔ اس نے پوچھا کہ مولوی ابوالحسن حیدریؒ کون ہیں؟ اس کے استفسار پر میں اس کے پاس پہنچا۔ اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر مجھے دیا، میں نے چاک کیا تو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی تحریر ہے، جو حضرت نے نینی جیل سے اس خادم کے پاس بھیجی ہے۔ ارشاد فرمایا :

”باہر سے آپ کے پاس میرے خطوط آئیں گے، ان کو لفافہ سے نکال کر جمع رکھا رکریں، مگر لفافوں کو پھاڑ کر جلادیا کریں، جب ہمارا آدمی پہنچے تو اس کو یہ سب خطوط ایک لفافہ میں رکھ کر دے دیا کریں۔“

جیل میں اصلاحِ امت کی فکر :

حضرتؒ کی اسارت کا زمانہ میرے لئے موجبِ رحمت تھا۔ جیل میں رہ کر حضرت مدنیؒ باطمینان اپنے متوسلین کی اصلاح فرماتے تھے۔ روزانہ میرے پاس مریدین اور متوسلین کے متعدد خطوط آتے۔ میں ان کو حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا کرتا اور حضرتؒ ان خطوط کے جوابات میرے پاس بھیجتے۔ میں ان کو اپنے اپنے پتے پر روانہ کرتا۔ قید میں بھی حضرتؒ مریدوں کی اصلاح کے لئے فکر مند تھے۔ بعض اوقات بڑے لمبے خطوط لکھتے، میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مدنیؒ طویل خط لکھنے کے لئے جیل میں وقت

کیسے نکال لیتے تھے، پھر ایک دو خط نہیں، روزانہ کم از کم دس خطوط لکھتے، ان میں اکثر رموز و ہدایات متصوفانہ ہوتے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص: ۱۷۰)

مدنی مکتوبات کی خصوصیات :

حضرت مدنیؒ کے خطوط کی بعض خصوصیات درج ذیل ہیں :

۱ خطوط کا جواب اکثر سفر میں لکھتے، آپ کی عجیب کرامت تھی کہ چلتی ہوئی ریل گاڑی کی حرکت سے آپ کے قلم کو ذرا بھی جنبش نہ ہوتی تھی۔

۲ جس زبان میں خطوط آتے، اُسی زبان میں آپ جواب ارشاد فرماتے، میرے شیخ و مرہبی حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی قدس سرہ العزیز کو حضرت مدنیؒ سے خصوصی نسبت اور بیعت کا تعلق تھا۔ حضرتؒ بتایا کرتے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت مدنیؒ کو عربی میں خط لکھا، جس میں بیعت کی درخواست، دعائے حزب التحریر کی اجازت کی درخواست کی۔ اس کے علاوہ حضرت مدنیؒ کی ایک عادت تھی، وہ جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرتے۔ میں نے حضرت مدنیؒ سے اس التزام کی وجہ بھی پوچھی، حضرت مدنیؒ نے میری تینوں درخواستوں کو شرف قبولیت بخشا اور جواب سے نوازا۔

۳ خطوط کا جواب دیتے وقت حضرت مدنیؒ سائل کے سوالات کا پورا پورا جواب دیتے، جس سے سائل کی تشفی ہو جاتی۔

۴ اپنے خطوط کی ابتدا اکثر محترم المقام کے لفظ سے شروع فرماتے، ایک مرید کے نام لکھتے ہیں :

حضورِ اقدس ﷺ سے منامی ملاقات :

آپ کا والا نامہ میرے سامنے ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا شوق ہے، اس کے لئے کوئی طریقہ اس کا بتلائیں۔ بناءً علیہ عرض ہے کہ جمعہ کی شب میں (یعنی جمعہ کے دن سے پہلے کی رات میں) نہا کر اور سترے کپڑے پہن کر خوشبو لگائیں اور صاف جگہ میں دو رکعت نمازِ نفل ادا کریں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پچیس مرتبہ ہو قل هو اللہ احد پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد ایک ہزار مرتبہ مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں۔ صلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم الامی، اس کے بعد قبلہ رو سو جائیں اور اس طرح ہر شب میں یہی عمل جاری رکھیں، ان شاء اللہ ایک ہفتہ نہ گزرے گا کہ زیارت نصیب ہو جائے گی۔ غرضیکہ یہ عمل زیارت نصیب ہونے تک برابر جاری رہنا

چاہئے۔

والدین کی اطاعت :

حضرت مدنیؒ کے اس مکتوب گرامی کی نقل جو شاہی قلعہ لاہور میں منعقدہ نمائش مورخہ 10 جنوری 1958ء کو رکھا گیا تھا۔

میں اس وقت سفر میں ہوں، لاہور اور سہارنپور کے درمیان گاڑی چل رہی ہے، ایسے ہی اوقات میں فرصت ملتی ہے، پہلا والا نامہ میرے سامنے نہیں ہے، یکماریج الثانی کا والا نامہ سامنے ہے۔ والدین کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے، جواز قسم معصیت بدو لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق - نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں، تو ان کی خدمت گزاری اور حسن معاشرت ضروری ہے۔ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ (سورہ لقمان: ۱۵) اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا) اگر خلاف طبع ابن مفارقتہ زوجہ کا حکم کریں تو ابن کے لئے زوجہ کو طلاق دینا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا، بہر حال مکروہ اور منشط (مجبوری اور خوشی) میں والدین کو راضی رکھنا اور خدمت گزاری ضروری ہے۔ إِلَّا فِي مَعْصِيَةٍ - میں حسب ارشاد دعا کرتا ہوں۔

ماہ رمضان کے معمولات :

حضرت مدنیؒ نے اپنی بڑی صاحبزادی کے نام خط لکھا، اس خط میں اپنے اہل واولاد کے ساتھ حسن معاشرت کا پورا پورا پاکیزہ نمونہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں :

آج رمضان کی ۱۱ تاریخ ہوگئی، ہم کو تم سے جدا ہوئے پندرہ دن آدھا مہینہ گزر گیا، مگر تم نے ہاتھ سے آج تک کوئی خط نہیں بھیجا۔ اس کا جواب تو یہ تھا کہ میں بھی تم کو خط نہ لکھتا، مگر تمہاری آپا کی خفگی سے پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں اور آج بھی لکھ رہا ہوں۔ یہاں آنے کے بعد سے اب تک تین مرتبہ بارش سخت آندھی کے ساتھ ہو چکی ہے۔ گرمی اور لو کا نام تک نہیں ہے، رات کو اچھی ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ کھانے نہایت عمدہ ملتے ہیں، تمہاری آپا تو ایسے کھانے کہاں کھلاتی ہے، یہاں کئی سو مہمانوں کا کھانا روزانہ پکاتا ہے، ہم نو بجے شب سے تراویح میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ساڑھے گیارہ بجے کے بعد

فارغ ہوتے ہیں، آدھ گھنٹے کے بعد بارہ بجے سو جاتے ہیں، ایک بجے پھر نفلوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہو کر سحری میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ہم سے کوئل نے خواب میں شکایت کی ہے کہ تم اس کی خبر گیری نہیں کرتی ہو، اس کا پنجرہ بدل دو۔ (حضرت مدنیؒ نے گھر میں کوئل پال رکھی تھی، اس کی طرف اشارہ ہے)

تلاوت قرآن پاک کے آداب :

ایک صاحب کو تحریر فرماتے ہیں :

قرآن شریف کا مشغلہ اور اس میں دل کا لگنا اور اس کے پڑھنے میں کیفیات عجیبہ اور سرور کا پیدا ہونا عظیم الشان نعمت ہے۔ سلوک کے طریقوں میں یہ طریقہ نہایت عمدہ اور قوی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ ہے۔ مبارک ہو ذکر کے طریقہ میں اگرچہ مدت کم لگتی ہے، عشق کی سوزش اور محبت محبوب حقیقی کی آگ تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف جلد پہنچا دیتی ہے، اگر تلاوت میں یہ تصور بندھ سکے کہ پروردگار عالم میری زبان سے پڑھ رہا ہے اور میرے نفس کو اور اپنے تمام بندوں کو شہنشاہی خطاب اپنی عظمت اور جلال کی شان اور رحمت سے کر رہا ہے، تو بہت بہتر ہے۔ معانی کا دھیان رکھتے ہوئے عمل فرمائیں۔ ان شاء اللہ نتائج بہتر پیدا ہوں گے۔

عقد نکاح کی شرعی حیثیت :

ایک دفعہ ایک مرید کو لکھا : میں احباب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقد نکاح حسب تصریحات فقہاء ضروریات بشریہ میں ہے، جن سے انسان کسی عمر میں نہ منثنیٰ ہو سکتا ہے، اور نہ اس سے کوئی مرتبہ باطنی یا ظاہری مانع ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں جب بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی متعدد اولاد بڑی عمر والی موجود تھی، جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے نکاح کیا، حضرت علیؓ نے خوشی سے اس کو منظور فرمایا، کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوا۔ حضرت ام کلثومؓ دوشیزہ اور بہت تھوڑی عمر والی تھیں، وہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں آخری ایام تک رہیں۔ اس طرح حضرت سید احمد شہیدؒ نے صوبہ سرحد میں باوجود ضعیف العمری اور اعلیٰ درجہ کے عارف باللہ شیخ طریقت اور قطب وقت ہونے کے ایک دوشیزہ لڑکی سے شادی کی، جس سے ایک بچی پیدا ہوئی تھی اور وہ بچی اور

”بلاء چراغ عارفین و تنبیہ مریدین است و ہلاک غافلین“

یعنی مصیبت عارفین کے لئے چراغ ہے، مریدین اور راہ سلوک کے راہرو کیلئے تنبیہ ہے اور غفلوں کے لئے ہلاکت ہے۔

میرے محترم ! اس بلاء میں اہل عقل و انصاف خوش ہوتے ہیں : ”ضرب الحبيب ذیبت“ (دوست کی مار میں بھی مٹھاس ہے) مشہور مقولہ ہے، بالخصوص اس فراغت اور خلوت کی بناء پر جس کے ذریعے سے آپ بہت زیادہ مجالست مع الحبيب کر سکتے ہیں۔

اعز مکان فی الدنی سرج سابح

و خیر جلیس فی الوجود الہ

تیز رفتار گھوڑے کی زین دنیا میں سب سے زیادہ باعزت جگہ ہے اور بہترین ہم نشین خداوند عالم ہے۔

”انا جلیس من ذکرنی“ (اللہ میاں فرماتے ہیں کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھ کو یاد کرتا ہے).....

بفراغ دل زمانے نظرے بمانہ روئے

بہ ازیں کہ چتر شاہی شب و روز ہائے و ہوئے

(تھوڑی دیر کے لئے دل کی فراغت کے ساتھ محبوب پر نظر ڈالنا چتر شاہی اور ہاؤو ہو سے بہت بہتر ہے)

فاغتتم ایہا الاخ ہذا الفرصۃ، ولا تضيعها بقیل و قال و بما لا یعنی فان العمر قصیر والطریق طویل و العوائق کثیرة.....

لہذا برادر من ! اس فرصت کو غنیمت جانو، اس کو قیل و قال اور بے فائدہ باتوں میں ضائع مت کرو، کیونکہ عمر تھوڑی ہے اور راستہ لمبا ہے اور مشکلات بہت ہیں۔

کیف الوصول الی سعاد و دونہا

قلل الجبال و دونہن حتوف

الرجل حافیۃ و مالی مرکب

و الکف صفر و الطريق مخوف

(سعاد) (محبوبہ کا نام) تک کس طرح رسائی ہو سکتی ہے، درانحالیکہ اس کی راہ میں پہاڑوں کی

اس کی ماں حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اس قسم کی مثالیں اسلاف کرام میں بکثرت موجود ہیں۔ یہ اعتراضات بے وقوفی کے ہیں۔ لوگوں کو ایسی فضولیات سے بچنا چاہئے اور اپنی عاقبت خراب نہیں کرنی چاہئے۔

اسلامی مدارس اور توکل علی اللہ :

ایک ساتھی کے نام رقمطراز ہیں :

میرے بھائی ! ابتدائی اسلامی مدارس کا قیام اور اس کی بقاء ہی اہم اور بنیادی فریضہ ہے، جہاں بھی رہنا ہو، اس خدمت سے غافل نہ رہنا، اخلاص اور ہمدردی اور نہایت مستعدی سے اس کام میں لگے رہنا، اس راہ کی دشواریوں پر صبر کرنا اور ہمت سے کام لینا ہی اعلیٰ درجہ کی خدمت ہے۔ اپنی اصلاح سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ توکل علی اللہ بہترین سہارا ہے۔ اس سہارے کو ہاتھ سے جانے نہ دینا۔

نسب مدارِ نجات نہیں :

میرے متعلق نسبی حیثیت سے سید ہونے کا انکار جن حضرات نے کیا ہے، وہ اس کے ذمہ دار ہیں، میں تو اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا بھی نہیں ہوں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مدارِ نجات نسب نہیں ہے، عمل ہے، اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجے کا عالی نسب ہے، مگر اعمال قبیح ہیں، تو مثل پیرنوح علیہ السلام، وہ راندہ درگاہ خداوندی ہے اور اگر چہ رازادہ یا بھنگی زادہ ہے، مگر وہ مسلمان متقی ہے، تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال و صہیب رضوان اللہ علیہما ہے۔ میرے عمل اس ادعا کی اجازت نہیں دیتے، مجھ کو شرم آتی ہے۔

ہمیں فخر نسبی کا موقع صرف اسی وقت حاصل ہوگا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور ہمارے آقائے ولی نعمت نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو جائے، اس سے پہلے یہ مفاخرت جہالت اور نادانی ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص: ۵۸)

مصیبت اور راہ سلوک :

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

باب : ۱۵

لطائف و ظرائف

ظرافت اور مزاح، انسانی زندگی کا ایک لازمی اور خوش کن عنصر ہے اور اس کا سلسلہ بھی کچھ عجیب سا ہے۔ کیوں کہ ظرافت میں حد سے تجاوز کرنا غیر انسانی اور نازیبا حرکت ہے اور اس سے بالکل خالی ہونا بھی نقص اور عیب ہے۔

حدود کے اندر مزاح سنت ہے :

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کبھی کبھی اپنے فدائیوں اور جانثاروں سے مزاح فرمایا کرتے۔ تاکہ صحابہ کرامؓ کی دلجوئی ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :

یا رسول اللہ! کیا آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں مزاح میں بھی حق کہتا ہوں۔

اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ محمد عربیؐ نے ایسا مزاح کیا کہ فی الواقع وہ غلط نہیں ہوتا تھا۔ صحابہ کرامؓ باہم متین و لطیف مزاح کیا کرتے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، علماء ربانین، عارفین، زاہدین، عابدین اور علماء کرام میں سے اکثر زندہ دل، خوش طبع اور بذلہ سنخ طبیعت کے مالک تھے۔

اونچی اونچی چوٹیاں ہیں کہ ان چوٹیوں کو طے کرتے کرتے انسان موت کا شکار ہو جائے، پاؤں برہنہ، کوئی سواری میسر نہیں، رستہ خطرناک)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خطوط سوزدروں اور خون جگر کے ساتھ ساتھ شریعت و طریقت، ذوقِ سلیم، آدابِ زندگی، حمیتِ شرعی اور موعظت و نصیحت کا نادر نمونہ ہیں، اگر ان پر غور کیا جائے، انہیں حرزِ جاں بنالیا جائے اور لوحِ دل پر نقش کیا جائے تو وہ زریں اصول ہیں جو قوموں اور اشخاص کے لئے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں.....

ذوق و شوقِ دل کا مدت سے تقاضا ہے یہی
جان و دل میں جذب کر لوں ہر ادائے خوئے دوست



اسی مقام پر مدرسہ کا افتتاح تھا۔ نماز جمعہ سے قبل ایک بڑے میاں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضرت! یہاں پہلے سے ایک عربی مدرسہ موجود ہے۔ مالی مشکلات کی وجہ سے نہیں چل رہا ہے۔ یہ لوگ اس کی مخالفت میں دوسرا مدرسہ قائم کر رہے ہیں۔ آخر دو مدرسے کس طرح چلیں گے؟ حضرت مدنیؒ نے جب اس بارے میں تفتیش فرمائی تو معلوم ہوا کہ بڑے میاں کی بات سچ ہے۔ چنانچہ آپ نے تقریر میں جدید مدرسہ کے افتتاح کی تردید کی اور لوگوں سے اپیل فرمائی۔ کہ وہ قدیم مدرسہ کو ترقی دیں اور باہم اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہیں۔ حضرت مدنیؒ کی تقریر کے بعد دیکھا گیا تو اصل داعی غائب تھے۔ میں نے عرض کیا کہ: داعیوں میں سے کوئی شخص بھی موجود نہیں ہے اور ٹرین کا وقت قریب ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ اسٹیشن تشریف لے چلے۔ ورنہ یہاں رات کو پریشان ہونا پڑیگا۔ اور دوسری گاڑی علی الصبح ملے گی۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا:

بلا میزبان کی اجازت کے کس طرح جاسکتے ہیں۔

چند سوکھی روٹیاں :

الغرض کافی دیر انتظار کے بعد ایک لڑکا آیا اور کہا کہ کھانے کے لئے بلایا ہے۔ ہم لوگ اس کے ساتھ ہو لئے۔ بارش ہو رہی تھی۔ راستہ کچھڑ کی وجہ سے نہایت دشوار گزار تھا۔ مختصر یہ کہ بمشکل تمام دور دراز ایک مکان پر پہنچے، وہاں بھی کوئی موجود نہ تھا۔ اسی لڑکے نے ایک بڑے پیالہ میں گرم پانی (شوربا) اور چند سوکھی ہوئی سی موٹی موٹی روٹیاں سامنے لا کر رکھ دیں اور خود غائب ہو گیا۔ دونوں بزرگوں نے انہی روٹیوں کو کھانا شروع کر دیا۔ ابھی چند لقموں ہی سے کام و دہن کی آزمائش ہوئی تھی کہ حضرت مدنیؒ نے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس کر فرمایا: یہ روٹی ویسے نہیں کھائی جائے گی۔ ٹکڑا منہ میں رکھ کر پانی سے نگل لو۔

کانگریسی مولوی :

اتفاق سے یہاں پہلے بھی تبلیغی سلسلے میں آنا ہوا تھا۔ اور کچھ لوگوں سے تعارف تھا۔ مگر اس وقت ان میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تھوڑی دیر بعد جب صاحب مکان آیا تو وہ ہمیں دیکھتے ہی پہچان رہے بہت خوش ہوئے اور کہا مجھے کیا خبر تھی کہ آپ لوگ ہیں۔ مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ کانگریسی مولوی ہیں۔ رونی کھلا دو، سو میں نے اس قسم کی روٹیاں پکوا دیں۔ یہ کہہ کر وہ فوراً روٹی سالن اٹھا کر لے گیا اور چائے نیز

شیخ مدنیؒ کے لطائف :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی ایک عہد ایک ادارہ ایک انجمن ایک تاریخ اور بیکہ ظرافت تھے۔ اگر ان کی زندگی کے لطائف و ظرائف کو اکٹھا کیا جائے تو ایک حسین گل دستہ بن سکتا ہے۔ ذیل میں لطائف و ظرائف کے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔

یہ بھی خادم زادہ ہے :

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ فرماتے ہیں :

ایک مرتبہ بلتھرا روڈ سے واپسی میں شاہ گنج جانے والی ٹرین پکڑنے کے لئے حضرتؒ کو منو کے اسٹیشن پر سرشام سے اڑھائی بجے رات تک رکنا پڑا۔ مجھ کو کوئی اطلاع نہ تھی۔ اس لئے حضرتؒ نے آدمی بھیج کر اطلاع کرائی۔ میں چلنے لگا تو خیال ہوا کہ کچھ ناشتہ اور چائے کا سامان اور چولہا بھی لے چلنا چاہئے۔ اس لئے اپنے لڑکے رشید احمد اور دو طالب علموں کو بھی ساتھ لیا۔

”اسٹیشن پہنچ کر سلام و مصافحہ کے بعد حضرتؒ کے سامنے میں نے یہ کہتے ہوئے رشید احمد کو پیش کیا کہ خادم زادہ ہے! حضرتؒ نے اس کو بھی مصافحہ کا شرف بخشا۔ تھوڑی دیر میں حضرتؒ کے صاحبزادہ میاں اسعد سلمہ اللہ باہر سے ویننگ روم میں داخل ہوئے تو حضرتؒ نے میری طرف اشارہ کر کے ان کو مصافحہ کرنے کے لئے کہا اور جب وہ میری طرف بڑھے تو حضرتؒ نے فرمایا، یہ بھی خادم زادہ ہے۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۴۱)

بلا میزبان کی اجازت کے کیسے جاسکتے ہیں :

حضرت مولانا احتشام الحق کاندھلویؒ بیان کرتے ہیں :

ایک مرتبہ ایک مدرسہ کے افتتاح کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو بلایا گیا۔ راقم الحروف ہمراہ تھا۔ دہلی اسٹیشن پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنیؒ بھی مدعو ہیں اور اسی گاڑی سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر دونوں بزرگ ساتھ ہی پہنچے اور داعیوں نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جمعہ کا وقت تھا۔ ریلوے اسٹیشن سے اتر کر سیدھے جامع مسجد پہنچے جہاں بعد نماز جلسہ تھا اور

پوچھتا۔“ (شیخ الاسلام نمبر ۷۷)

مکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا کہاں ہوتی ہیں :

ایک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ :

حضرت مکہ معظمہ کی کھجوریں عنایت فرمادیجئے! حضرت نے جواب میں فرمایا: حضور! مکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا کہاں ہوتی ہیں؟ اور یہ آیت تلاوت فرمادی ہے۔ ”رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکُنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادِیْ غَبِیْذِیْ زُرْعَ“ (ابراہیم: ۳۷) (اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں بسائی)

حُقَّة نہیں حِقَّة ہے :

حضرت مولانا نسیم احمد فریدی بتاتے ہیں :

ایک مرتبہ دورانِ درس زکوٰۃ الابل کا باب آگیا۔ اس میں بسنت مخاض، بسنت لبون حِقَّة اور جذعہ وغیرہ کا ذکر تھا۔ ایک بیچارے مغفل قسم کے طالب علم نے دریافت کیا کہ حضرت! حِقَّة کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے ایک خاص انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا :

حضور! یہ حَقَّہ نہیں بلکہ حِقَّة ہے!“ اور محفلِ درس میں ہنسی کی لہر دوڑ گئی۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۴۱)

یہ لڑکے تو امام نہیں ہیں :

مولانا جلیل احمد صاحب راغبی رقم طراز ہیں :

اگر کسی کتاب میں زیادہ طلبہ فیل ہو جاتے تو حضرت انعامی جلسہ کے موقعہ پر اس کتاب کو پڑھانے والے استاد کی جانب متوجہ ہو کر مزاحیہ انداز میں فرماتے کہ :

”حضور! آپ کی کتاب میں اس قدر لڑکے فیل کیوں ہیں، کیسی پڑھاتے ہیں۔ آپ کتاب؟“

حضرت کے اس قسم کے جملوں سے حاضرین جلسہ میں ہنسی کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ قاضی مبارک میں متعدد لڑکے فیل ہو گئے۔ یہ کتاب امام المعقولات حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی نے پڑھائی تھی جو حضرت شیخ کے زمانہ طالب علمی کے بے تکلف ساتھیوں میں سے ہیں۔ چنانچہ جب

مختلف کھانے کی چیزیں لے کر آیا۔ پھر رات کے وقت نہایت پر تکلف دعوت کی اور لذیذ کھانے کھلائے۔

میرا خیال تھا کہ حضرت مدنی ”کانگریسی مولوی“ کے لفظ سے متاثر ہونگے۔ مگر اللہ رے عالی ظرفی۔ نہ ان پر اس جملے کا کچھ اثر تھا اور نہ مدعو کرنے والوں کی بے اعتنائی سے کبیدہ خاطر تھے۔ جس فرحت و انبساط کے ساتھ سوکھی روٹی کھا رہے تھے۔ اسی طرح ہنسی خوشی مرغن کھانے کھائے۔ نہ پہلے رویے پر میزبان کو کچھ کہا اور نہ دوسرے برتاؤ پر۔ یہ تھی آپ کی بے نفسی، بے غرضی اور خلوص و للہیت کی واضح مثال۔ (شیخ الاسلام نمبر ۴۶)

یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا :

حاجی احمد صاحب راوی ہیں :

ایک مرتبہ آموں کی فصل میں حضرت مدنی ”کو میں نے لاہر پور آنے کی زحمت دی۔ قلمی آموں کے باغات کے سلسلے میں لاہر پور کافی شہرت رکھتا ہے۔ ایک بار شیخ رمضان علی صاحب مرحوم نے یہاں کے باغات کی کثرت اور عمدگی کا تذکرہ کیا تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ لوگ بہت باغی ہیں۔

اسی سفر میں رات کے وقت کھانا کھاتے ہوئے فرنی کا صرف ایک چمچ لے کر طشتری ہٹادی کہ ابھی آم بھی تو کھانے ہیں آخر اس کی کیا ضرورت؟

حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد میں اور میرے بعد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم تھے۔ مولانا قاسم نے فیرنی کی وہ طشتری اپنے سامنے رکھ لی۔ اتنے میں حضرت کے کچھ فرمانے پر مولانا موصوف ادھر متوجہ ہوئے اور مولوی عابد حسین صاحب مرحوم نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طشتری اپنی جانب کر لی۔ مولانا قاسم نے اب دوبارہ جو طشتری پر نگاہ ڈالی تو ان کے سامنے سے غائب اور مولوی عابد حسین صاحب مرحوم کے سامنے موجود نظر آئی پھر کیا تھا۔ وہ طشتری کی جانب لپکے اور آپس میں جھینا جھپٹی ہونے لگی۔ حضرت بہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب آخری منظر سامنے آیا تو مسرا کر فرمایا

”جی ہاں! تبرک تو بس فیرنی ہی میں ہے! یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے۔ اسے تبرک کا کوئی نہیں

مذکورہ کتاب کے نتائج سنائے گئے تو حضرت نے موصوف کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا :
”جناب! آپ کی کتاب میں لڑکے بہت زیادہ فیل ہیں۔ آپ امام المعقولات کیسے
بن گئے؟“

حضرت علامہ نے جواب دیا کہ :

حضور! میں امام ہوں لڑکے تو امام نہیں، پھر بھلا اس میں میری امامت کا کیا قصور؟ حضرت یہ
جواب سن کر بہت ہنسے۔ (حیرت انگیز واقعات ۲۰۳)

یہ ایک ہوائی گھوڑا ہے :

مولانا عبد الحمید الاعظمیؒ لکھتے ہیں :

(تقسیم ملک سے قبل سلہٹ کے دوران قیام میں) ایک روز مولوی منزل علی صاحب نے ڈیلی
گیشن سفارشات پر بحث کرتے ہوئے حضرت سے پوچھا :

”یہ گروپ بندی کیا بلا ہے؟ کیا یہ واقعی جاندار چیز ہے؟“

حضرت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا :

”بھائی یہ ایک ہوائی گھوڑا ہے، اس کے پارے میں ان کی عقلیں ضرور پرواز کریں گی، جو
ہوائی باتوں کے پیچھے اصل حقیقت سے منہ موڑ لیتے ہیں“۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۵۸)

دلچسپ طریقے سے اصلاح :

ایک مرتبہ نماز عصر میں یہ لطیفہ پیش آیا کہ سلام پھیرنے کے بعد حضرت کے بازو میں بیٹھنے
والے صاحب ادباً پیچھے کھسک گئے۔ حضرت بھی خاموشی سے پیچھے کھسک کر ان کے برابر ہو گئے وہ اور
کھسکے حضرت نے بھی ان کی پیروی کی۔ اب تو وہ بھی سمجھ گئے کہ حضرت کا مقصد کیا ہے اور ذہن میں یہ
بات آگئی کہ مسجد اور دربارِ خداوندی میں یہ طریقہ بے محل ہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۸۱)

آپ نے میری تاریخ پیدائش چھین لی :

مولانا قاضی ظہور الحسن سیوہارویؒ لکھتے ہیں :

حضرت مدنیؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے سوال کیا کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ میں نے کہا کہ چراغ محمد

میری تاریخ ولادت ہے! یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ :

یہ تو آپ نے میری تاریخ ولادت چھین لی۔ میں نے کہا کہ اس کا تصفیہ اس طرح ہو سکتا ہے
کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کون کس مہینے میں پیدا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا :

پہلے آپ بتائیے۔ میں نے کہا ۱۴ رمضان المبارک! یہ سن کر فرمایا: آپ مجھ سے بڑے
ہیں۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۸۳)

پان کا بیڑا اور اس کا خول :

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ :

حضرت مولانا مدنیؒ جناب عبدالباری صاحب لکھنویؒ کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ احقر بھی
بغرض زیارت خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ اس موسم میں عموماً لکھنوی کے اونچے طبقے
کے لوگ پان کے بیڑے کپڑے کے ایسے خول میں رکھتے ہیں جو کہ ساخت میں بیڑے کے ہم شکل
ہوتے ہیں۔ چنانچہ میزبان کی جانب سے اہل مجلس کے سامنے پانوں کی تھال پیش کی گئی۔ دس پندرہ
اشخاص کے سامنے سے گذرتی ہوئی جب یہ تھال میرے سامنے آئی تو میں نے بھی حسب معمول نہایت
سادگی سے ایک بیڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ لیکن دانتوں سے دبانی کے بعد اندازہ ہوا کہ ہمارے حصے
میں صرف کپڑے کا خول ہی آگیا ہے۔ چونکہ روشنی کا بلب تمام مجلس سے قدرے فاصلے پر تھا۔ اس لئے
خفیف سی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اپنے رخ کو ذرا سا پھیر کر منہ سے وہ خول نکالا اور لوگوں
کی نظر بچا کر دوبارہ تھال میں رکھ دیا لیکن چونکہ میں حضرت کے بالکل سامنے تھا، اس لئے میری اس
حرکت پر حضرت کی نگاہ پڑ گئی، بس پھر کیا تھا۔ خوب ہنسے اور فرمانے لگے :

مولانا! آپ تو پانوں کے ساتھ خول بھی کھا لیتے ہیں۔ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ تمام حاضرین
ہنس پڑے اور میں شرمندگی کی وجہ سے گردن جھکا کر خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہا حضرت نے میری یہ
کیفیت دیکھی تو چند اپنے اوپر بیٹے ہوئے اسی قسم کے واقعات سنا دیئے اور فرمایا کہ :

جب پہلی بار خول میں لپٹے ہوئے پان میرے سامنے آئے تو خود مجھے بھی ایسا ہی اتفاق پیش
آچکا ہے۔ حضرت کے واقعات بیان کرنے کے بعد میری شرمندگی کا فور ہو گئی۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۹۸)

غریب کا کھانا حلق سے نہیں اُترتا :

حضرت مولانا شمس الدین مبارک پوری لکھتے ہیں :

(بحیثیت مہمان) حضرت کے ساتھ بارہا کھانے کا اتفاق ہوا، آپ (اپنے مہمانوں کی رعایت کرتے ہوئے) ہمیشہ کھانا بعد میں ختم فرماتے اور جب میں کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا تو ارشاد ہوتا کہ مرغن کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ غریب کا کھانا حلق سے نہیں اُترتا۔ ایک بار میں نے دل ہی دل میں یہ طے کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو، آج کھانا ہی رہوں گا یہاں تک کہ حضرت بھی فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے ابتدا ہی سے بہت آہستہ آہستہ کھانا شروع کیا۔ سب لوگ اٹھ گئے لیکن میں کھاتا رہا، حضرت بھی میرے ساتھ برابر کھانے میں مشغول رہے، بہت دیر ہو گئی۔ میں نے کھانا بند نہیں کیا۔ حضرت بھی اسی دلچسپی سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ حضرت اب خفا ہو جائیں گے کہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے کھانا بند کر دیا تو حضرت نے مسکرا کر اب بھی یہی فرمایا: غریب کا کھانا حلق سے نہیں اُترتا۔ آخر ہاتھ کھینچ ہی لیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ۳۰۲)

اور آپ یہ سمجھے کہ آپ کی کرامت کا ظہور ہوا :

دارالعلوم کے ایک مشہور استاد حضرت کی مجلس میں موجود تھے۔ دیگر حاضرین کی تعداد بھی معتد بہ تھی۔ دوران گفتگو استاد موصوف فرمانے لگے کہ حضرت! جنگ کے زمانے میں جبکہ مٹی کا تیل پر مٹ سے ملتا تھا۔ میں دوکاندار کے پاس گیا اور اس سے کچھ زائد تیل خریدنا چاہا لیکن میرے شدید اصرار کے باوجود اس پر راضی نہ ہوا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آنے والی رات ہی میں اسکے یہاں چوری ہو گئی۔ حضرت یہ سن کر پہلے تو مسکرائے، پھر فرمایا کہ :

جی ہاں! اس کے گھر چوری ہوئی اور آپ یہ سمجھے کہ آپ کی کرامت کا ظہور ہوا، حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ حاضرین مجلس میں بے ساختہ ہنسی کی لہر دوڑ گئی اور متکلم کافی خفیف ہوئے۔ (انفاس قدسیہ)

خوابی صحابی :

ایک طالب علم نے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ :

حضرت! جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ تو

صحابہ ہیں۔ لیکن اگر کسی نے بحالت ایمان خواب میں حضور کی زیارت کی تو کیا وہ بھی صحابی ہے؟ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :

جی ہاں! وہ بھی خوابی صحابی ہے۔ (انفاس قدسیہ)

مجھے بھی خواب ہی میں پنکھا جھل دینا :

ایک صاحب نے عرض کیا کہ :

حضور! آپ پنکھا جھلنے کو منع فرماتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری نے بحالت خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پنکھا جھلا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: تو پھر آپ بھی مجھے خواب میں پنکھا جھلے گا! میں بیداری کی بات کر رہا ہوں اور آپ خواب کی۔ (ایضاً)

یہ شریفہ ہے :

مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط راوی ہیں کہ :

دعوت میں ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں شریفہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا! ہذہ شَرِيفَةٌ لَا يَأْكُلُهَا إِلَّا الشُّرَفَا۔ یعنی یہ شریفہ ہے اور اسے شرفاء ہی کھاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: لَا نَأْكُلُهَا لِأَنَّ الشَّرِيفَ قَدْ أَذَلَّنِي كَثِيرًا۔ ہم اسے نہیں کھائیں گے، کیونکہ شریف (مکہ) ہمیں بڑی ایذائیں دے چکا ہے۔

کیا غسل سے انکار کر رہے تھے :

دیوبند کی ممتاز اور پر مزاح شخصیت صوفی محمود حسن صاحب کا انتقال ہوا۔ موصوف کا جنازہ احاطہ مولسری میں نماز کی غرض سے رکھا ہوا تھا اور لوگ جمع ہو رہے تھے اسی اثناء میں استاد دارالعلوم مولانا عبدالاحد صاحب انتہائی سادگی کے ساتھ حضرت شیخ سے فرمانے لگے کہ :

حضرت! صوفی جی کو غسل بڑی مشکل سے دیا گیا ہے! یہ سنتے ہی حضرت نے برجستہ فرمایا: کیا صوفی جی غسل کرنے سے انکار کر رہے تھے؟ (ایضاً)

نبی خیز علاقہ :

ایک مرتبہ تقریر کے دوران آپ نے فرمایا :

باب : ۱۶

سفر آخرت

ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، یہ نظامِ فطرت ہے، ہر قوم ملت اور مذہب اس پر متفق ہے کہ موت یقینی ہے۔

موت سے انکار ممکن نہیں :

دنیا میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں، جو ربِّ ذوالجلال کے وجود سے انکار کرتے ہیں، تو کچھ انبیاء کرام کی رسالت و نبوت کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔ کسی کو صحابہ کرامؓ کی عدالت و عظمت سے پیر ہے تو کوئی اولیاء اللہ سے بغض رکھتا ہے، لیکن پوری کائنات میں ایسا کوئی بشر موجود نہیں جو موت کا انکار کر سکے۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں :

”آپ کوٹھے سے نیچے نہیں پھاند پڑتے، اس لیے کہ سخت چوٹ کھا جانے کا یقین رکھتے ہیں۔ آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتے اس لیے کہ جل جانے کا یقین رکھتے ہیں۔ دریا میں نہیں کود پڑتے اس لیے کہ ڈوب جانے کو یقینی سمجھتے ہیں، پھر یہ کیا ہے کہ جو شے ان سب سے زیادہ یقینی ہے، جس کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں اس کی جانب سے آپ اس قدر غافل ہیں اور اپنی اس غفلت پر آپ کو ندامت تک نہیں، بلکہ جو لوگ یہ تذکرہ کرتے رہتے ہیں، جو لوگ اس آنے والے یقینی وقت کی فکر میں زیادہ رہا کرتے ہیں۔ انھیں آپ کم عقل، وہمی و خطی قرار دیتے ہیں اور یہ شاید اس لیے ہے کہ آپ نے

یہ علاقہ (سہارنپور دیوبند مظفرنگر وغیرہ) دو آبہ علاقہ ہے۔ یہ علاقہ ولی خیز ہے۔ (پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب طنزیہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لیکن) پنجاب کا علاقہ نبی خیز ہے۔ (ایضاً)

چند لطیفے :

(۱) ایک پیر صاحب کے مکان پر لوگوں نے حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا : پیر کے گھر پیرائی اور چور کے گھر چھچھور۔

(۲) ایک سجادہ نشین کوئی چیز دم کرانے کے لئے لائے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ : یہ الٹی گنگا کیوں بہ رہی ہے؟

(۳) ایک مرید نے کہا کہ میں بیعت آپ سے لینا چاہتا ہوں اور تعلیم فلاں بزرگ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو فرمایا :

میری بیعت ادھر لاؤ اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ (انفاس قدسیہ)
اس قسم کے کئی واقعات پیش آئے۔ حضرت مدنیؒ جیسی مجموعہ علم و فضل اور قابل قدر ہستیاں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتی ہیں۔



اپنے نزدیک جن لوگوں کو بڑا معاملہ فہم، عقل مند اور خوش نصیب ٹھہرا رکھا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان کی گفتگو میں ان کے دلوں میں کبھی بھولے سے بھی اس یقینی وقت کی یاد نہیں آتی اور وہ موت کے خوف کو شاید اپنی عقل، علم اور تہذیب کے منافی سمجھتے ہیں۔

موت زندگی کا آئینہ ہے :

موت تو زندگی کا آئینہ ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے۔ کہ جس طرح تم زندگی گزارو گے۔ اس طرح تمہیں موت آئے گی اور جس طرح تمہیں موت آئے گی۔ اس طرح یوم حشر میں اٹھائے جاؤ گے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مقبول بارگاہ خداوندی تھے۔ انہیں موت میں زندگی کا آئینہ نظر آتا تھا۔

منامی تنبیہات :

حضرت مدنیؒ کے سفر آخرت سے پہلے کئی اہل اللہ کو ایسے خواب نظر آئے۔ جن میں ان کا سفر آخرت کا منظر اور اطلاع جیسی کیفیت تھی۔ پروفیسر محمد احمد لکھتے ہیں :

وفات سے ایک روز پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم جو حضرت مدنیؒ کے ہاں روحانی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور تصوف کے منازل طے کر رہے تھے۔ وہ حضرتؒ کے یہاں باہر بیٹھے تھے کہ انہوں نے دو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی کہ بہت تیزی سے آرہے ہیں۔ اچانک ایک سفید پوش انسان نے ان کی آنکھوں کو بند کر لیا اور کہا بھی کہ اپنی آنکھیں بند کر لو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور دوسرا گھوڑا زین کسا ہوا ساتھ ہے۔ طالب علم نے عرض کیا کہ خالی گھوڑا کس لیے ہے۔ فرمایا یہ خالی گھوڑا حسین احمد کیلئے ہے۔ میں حسین احمد کو لینے آیا ہوں۔ خالی گھوڑے پر ایک انڈہ رکھا ہوا تھا۔ اس طالب علم نے سوال کیا یہ انڈہ کیسا ہے؟ فرمایا یہ مقام محدثین کا ہے۔ پھر اس طالب علم نے آنکھیں کھول لیں۔ اس شام کو سہارنپور کے سول سرجن صاحب اور دیگر ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ سائنس کی رو سے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو ایک منٹ بھی زندہ نہ رہنا چاہئے۔ حضرت فقط اپنی روحانی طاقت سے زندہ ہیں۔ (سرتاج الاولیاء ۱۳)

طے شدہ نظام الاوقات کی پابندی :

میرے شیخ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ نے ”حضرت مدنیؒ کا مرض وفات“ کے

عنوان سے حضرت مدنیؒ کے سفر آخرت کی پوری روئید لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔ حضرت مدنیؒ کے اسفار کے پروگرام ہفتوں مہینوں بلکہ سال سال بھر پہلے سے مرتب اور طے ہوتے تھے۔ ان ترتیبات میں کبھی خلاف اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ قیام کی مدتیں بھی ایک دن دو چار ہفتہ اور کبھی کبھی مہینہ بھر کیلئے ہوتی تھیں۔ ان تمام پروگرام کی حیرتناک طور پر پابندی ہوتی تھی۔

پہلا سفر جس میں نظام الاوقات کی پابندی نہ ہو سکی :

اسی معمول کے مطابق ۴ جولائی کو حضرت مدنیؒ مدراس کے سفر پر روانہ ہوئے اس صوبے کے مختلف مقامات پر کم و بیش ڈیڑھ ماہ سفر کا پروگرام تھا۔ مگر دس پندرہ روز بعد ہی اچانک واپس تشریف لے آئے، دیکھنے والوں کو نہایت حیرت اور صدمہ پہنچا کہ زندگی بھر میں پہلی بار خلاف معمول درمیان سفر میں واپسی کی کوئی غیر معمولی وجہ پیش آئی ہوگی۔ دریافت حال پر معلوم ہوا کہ سانس لینے میں تنگی محسوس ہوئی اور خطرہ ہوا کہ یہ بڑھ نہ جائے اس لیے واپسی مناسب معلوم ہوئی سُننے والوں نے سُن تو لیا کہ سانس میں تنگی محسوس ہوئی مگر دلوں پر اس خبر سے قیامت گذر گئی۔

عارضہ قلب کا آغاز :

دو چار دنوں کے بعد سینے میں حوالی قلب میں درد محسوس ہوا اور یہ تنفس عارضہ قلب میں تبدیل ہو گیا۔ شروع شروع میں جب تک درد قابل برداشت رہا، معمولات حسب دستور جاری رہے۔ حدیث شریف کے درس بھی ہوتے رہے۔ نمازیں مسجد میں باجماعت اور جمعہ کی نماز جامع مسجد میں عام مجلس میں تشریف آوری برابر جاری رہی۔ مگر مرض بھی آہستہ آہستہ زور پکڑتا رہا۔ تکلیف بڑھ گئی۔ تو مقامی ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ ڈاکٹروں نے قلب کا پھیلاؤ یا بڑھ جانا تجویز کیا۔

دنیا کا آخری سفر :

عین اس دوران سہارنپور اور رائے پور کا سفر درپیش آیا اور یہی اس دنیا کا آخری سفر ثابت ہو ا۔ محرم کو سہارنپور گئے تھے۔ وہاں کے ایک قدیم اور مشہور ڈاکٹر برکت علی مرحوم نے ایکسرے، کارڈیو پیرگرام، بلڈ ٹیسٹ وغیرہ کا معائنہ کیا اور نہایت احتیاط، مکمل آرام اور حتی الامکان سکوت و سکون کی تاکید کی، مگر واپسی کے بعد بھی ہمت، توکل علی اللہ اور عزم و ارادہ کے بل پر معمولات، ملاقاتیں، عبادتیں اور سبق وغیرہ جاری رہے۔

بخاری کا درس ناغہ نہ ہو :

آپ چاہتے تھے کہ چاہے سڑچر پر سوار ہو کر جائیں۔ مگر بخاری شریف کے درس کا ناغہ نہ ہو۔ اطبانے، خدام نے، حضرت مہتمم صاحب نے اور علماء دیوبند نے ہر طرح سبق ملتوی کرنے پر اصرار کیا، مگر آپ اشتغال حدیث کے ترک پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔ پکڑا کر، اٹھا کر اور سہارا لے کر کسی نہ کسی طرح دارالحدیث میں تشریف فرما ہوتے رہے اور دو دو تین تین گھنٹے کے درس میں حق تعالیٰ کی جانب سے اتنی دیر کیلئے ایسی طاقت عود کر آتی رہی۔ کہ سننے والے اور دیکھنے والے اندازہ بھی نہ کر پاتے تھے۔ کہ یہ محدث عصر قلب کے امراض اور بیماریوں کے اعراض میں چور ہو چکا ہے۔ لیکن محض عزم و ہمت ہی کے سہارے یہ معمول کب تک نبھ سکتا تھا۔

دارالحدیث سے الوداع :

آخر کار یہ سلسلہ بادلِ نخواستہ، باچشم گریاں منقطع کرنا پڑا اور ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء کو بخاری شریف کا سبق پڑھا کر دارالحدیث کو، دارالعلوم کو، طلباء حدیث کو اور مسند محدثین کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہا.....

جان کر منجملہ خاصانِ مے خانہ مجھے

مدتوں رویا کریں گے جامِ دہیانہ مجھے

اس امید میں کہ اللہ کرے گا حضرت اس عارضی علالت سے پھر اٹھ کر کھڑے ہوں گے۔ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد سے درخواست کی گئی اور انہوں نے عارضی طور پر بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق شروع کر دیے۔ حضرت مدنی بالکل سارے معمولات سے دستکش ہو گئے۔ اب تک تو اتنی سکت تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح نمازیں گھر سے متصل مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ مگر یہ آخری قوت بھی آہستہ آہستہ رخصت ہو رہی تھی۔

نماز باجماعت کا اہتمام :

ناچار بڑی مشکل سے حجرہ استراحت سے اٹھ کر مہمان خانے تک تشریف لاتے اور نمازیں وہیں جماعت سے ادا فرماتے۔ اٹھنے اور چلنے میں کسی کا سہارا لینے سے انکار فرماتے رہے۔ اور ساری نمازیں کھڑے ہی ہو کر پڑھتے رہے۔

اس درمیان میں دوسرے معالجین کے ساتھ لکھنؤ سے ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبدالعلی صاحب اپنے چھوٹے بھائی سید ابوالحسن علی ندوی کے ہمراہ معائنے کیلئے تشریف لائے۔ نہایت توجہ کے ساتھ معائنے و تشخیص فرمائی ان کے بعد اپنے وقت کے مشہور ماہر قلب معالج لکھنؤ ہی کے ڈاکٹر عبدالحمید بھی آئے ان تمام کی تاکید رہی کہ باہر نکلتا، زیادہ ملاقاتیں کرنا اور کسی قسم کی مشغولیت میں مصروف ہونا بالکل ترک کر دیا جائے۔

آخر کار وہ وقت بھی آ ہی پہنچا کہ حضرت اپنے کمرے ہی میں محدود ہو گئے۔ خدام، مریدین، منشیین اور تلامذہ جوق در جوق آتے اور محروم واپس چلے جاتے۔ تکلیف برابر بڑھتی ہی رہی اور اس کے ساتھ کمزوری میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ خوراک اول تو ہوتی ہی کیا تھی، جوتھی بھی اس میں ڈاکٹروں نے نمک کی ممانعت کر دی تھی۔

نمازیں کھڑے ہو کر پڑھنے کے عزائم :

معالجین اس پر اصرار کر رہے تھے۔ کہ نمازیں کھڑی ہو کر نہ پڑھی جائیں۔ مگر حضرت اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایسا اندازہ ہوتا تھا۔ کہ جیتے جی بیٹھ کر نماز پڑھنے پر تیار نہ ہوں گے مگر ایک ایسا حملہ ہوا کہ لیٹنا متعذر ہو گیا۔ جیسے ہی لیٹتے تھے۔ دل میں درد شروع ہو جاتا تھا۔ اس لیے دن رات سارا وقت بیٹھے بیٹھے گزرنے لگا اور اس حالت میں جسم و جان کی رہی سہی قوت بھی تحلیل ہو کر رہ گئی۔

محبین نے سرودہ پاکستان سے منگوایا :

غذا وغیرہ تو قریب قریب چھوٹ ہی گئی تھی کوشش کی جاتی تھی کہ کسی نہ کسی بہانے کوئی پھل وغیرہ ہی استعمال میں آجائے۔ ایک دن فرمایا، کیا بازار میں سرودہ نہیں ملتا۔ اس وقت سرودہ بازار میں موجود نہیں تھا۔ ایک خادم اس کی تلاش میں سہارنپور، میرٹھ اور مظفر نگر اور دہلی تک پہنچا، مگر کہیں نہیں ملا۔ بعد میں سرودہ پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز آیا مگر اس کا استعمال برائے نام ہی رہا کوئی افاقہ نہیں ہوا تو یونانی علاج کا مشورہ ہوا۔

ایک افاقہ :

چنانچہ اس وقت کے سارے ہندوستان کے مشہور معالجین حکیم عبدالجلیل، حکیم محمد اسماعیل صدیقی دواخانہ دہلی۔ حکیم محمد عمر صاحب دارالعلوم، یوبہ۔ حکیم شفیق احمد صاحب دیوبند، حکیم محمد یاسین

بہت دنوں کے بعد صحت اور طاقت کی یہ معمولی سی نشانی آئی تھی۔ امید اور اطمینان کے لئے یہ تھوڑا سا ہمارا بھی بہت کافی تھا۔ منٹ منٹ پر افاقہ اور اطمینان کی خبریں مدرسے میں، شہر میں اور شہر سے باہر علاقوں میں پھیل رہی تھیں۔ لوگوں کی خوشی و مسرت کا اندازہ لگانا مشکل تھا، درمیان میں باتیں بھی کرتے رہے، مسکراتے اور ہنستے بھی رہے اور ہشاش بشاش رہے۔ بارہ بجے کے بعد کمرے میں واپس آئے، کسی طرح غذا تناول فرمائی، بچوں اور اہلیہ محترمہ سے باتیں کیں، پان کھایا اور سب بچوں کو خُسنِ خلق کے حسن معاملہ اور پابندی شریعت کے بارے میں نصیحتیں فرماتے رہے۔

اے شاہدِ مستانہ :

بہر حال ایک طویل مدت کے بعد حضرت مدنیؒ باہر تشریف لائے۔ اس واقعہ سے اور تشریف آوری کی خبر سے چاروں طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ اس موقع پر ڈاکٹر رشید الوحیدی دہلی کی ایک نظم ملاحظہ سے گزر جائے تو اس جوشِ مسرت کا اندازہ ہو جائے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا اے شاہدِ مستانہ
محفل میں نظر آیا وہ جلوۂ جانانہ
جو غنچہ و گل اب تک محروم تبسم تھے
ہے ان کی نگاہوں میں خوشیوں کا اک فسانہ
مے نوشوں نے بڑھ کر پھر جام اٹھائے ہیں
ساقی تری آمد سے گردش میں ہے پیانہ
کیا شوقِ تماشا ہے ساقی ترے رندوں کو
اک جذب کا عالم ہے اور خود سے ہیں بے گانہ
اب تک تھی نگاہوں پر پابندیِ نظارہ
اب جلو نما خود ہے وہ جلوۂ جانانہ
ہے جس کی نگاہوں میں پیغامِ عمل کوئی
راسِ آتی ہے مومن کو وہ حرارتِ زندانہ
تہائی میں سوچا ہے میں نے یہ رشیدِ اکثر
ہے ان کی غلامی میں اک رتبہ شاہانہ

(شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ص: ۷۹۰)

صاحبِ نگینہ، حکیم محمد صدیق صاحب بریلی، حکیم ذکی احمد صاحب جانشین مسیح الملک، حکیم اجمل خان، حکیم عبدالحمید صاحب مالک ہمدرد و خانہ دہلی وغیرہ سارے ہی یونانی اطباء جمع ہوئے اور نہایت غور و فکر کے ساتھ دوائیں، علاج اور غذائیں تجویز کی گئیں۔ اس علاج سے حیرتناک طور پر افاقہ ہوا اور حضرتؒ ایک طویل مدت کے بعد باہر تشریف لائے اس واقعہ سے چاروں طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مگر پھر اچانک حالتِ بدن کمزور ہوتی چلی گئی۔ اب تک دن رات کے بچ میں ایک آدھ گھنٹہ نیند آ جاتی تھی۔ اب اس میں بھی معذوری ہو گئی۔ ایک منٹ کیلئے بھی لیٹ نہیں سکتے تھے۔ جیسے ہی تکیے پر سر رکھتے سانس پھولنے لگتا اور مجبور ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ سارا دن ساری رات بیٹھے ہی بیٹھے گزرتا تھا۔ غذا کا اول تو نام ہی رہ گیا تھا، مگر جو کچھ بھی رقیق سیال ایک آدھ چمچہ پیٹ میں چلا جاتا تھا، فوراً قے ہو جاتی تھی۔ کوئی چیز ایک منٹ بھی نہیں رکتی تھی۔ کمزوری کی شدت بے خوابی، عدمِ راحت اور بے چینی اپنی جگہ پر تھی۔ اس پر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد قے کی تکلیف نے نڈھال کر دیا۔

شدید مرض میں بھی کام کرتے رہے :

اس حالت میں بھی ضروری کاغذات دیکھتے، ہدایات دیتے اور دستخط کرتے رہتے۔ عیادت کرنے والوں سے باتیں بھی کرتے رہے۔ ان کے احوال اس طرح کہ گویا عام حالات کی معمول کے مطابق ملاقاتیں ہیں۔ امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ تشریف لائے۔ تو نہایت بشاشت سے ان کے ساتھ باتیں کیں۔ اپنی بیماری، کمزوری اور تکلیفوں کا کوئی شکوہ و تذکرہ نہیں فرماتے تھے۔ مزاج پُرسی پر بھی یہی فرمایا کرتے کہ الحمد للہ اچھا ہوں۔ بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے سامنے مسجد کی عدمِ حاضری، جماعت سے محرومی اور بیٹھ کر نمازوں کی ادائیگی پر صدمہ اور دکھ کا اظہار فرماتے تھے۔

پہلے یا دوسرے دسمبر کو تنفس کی شکایت میں افاقہ ہو گیا، بڑی راحت محسوس فرمائی، کچھ آرام بھی فرمایا، خدام میں یہ مسرت افزا خبر پھیل گئی کہ اب مرض کا ازالہ ہو رہا ہے۔ صرف کمزوری باقی ہے۔

افاقہ اور وصیتیں :

۱۳ جمادی الاول بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ بروز جمعرات کی ایک ابراؤد صبح کو نو یا دس بجے کے کمرے سے نکل کر بغیر کسی کی مدد کے چھڑی کے سہارے صحن میں تشریف لائے اور آرام فرمایا،

تفسیر اور کیسی حسین تعبیر تھی، حضرت مدنیؒ کی زندگی بھی اور موت بھی۔

(الحرم میرٹھ مدنی نمبر ۶)

وفات کی خبر صاعقہ اثر :

حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد فوراً ہر جگہ ٹیلی فون، تار اور فرستادہ دوڑ گئے تھوڑی دیر بعد آل انڈیا ریڈیو نے وصال کی اطلاع نشر کی، بہت سے شہروں کے بازار بند ہو گئے۔ ختم قرآن کا اہتمام ہونے لگا اور لوگ دیوانہ وار دیوبند کی طرف روانہ ہو گئے اسپیشل ٹرینیں، بسیں، لاریاں، ٹرک، موٹریں، تانگے، ٹریکٹر، سائیکل پیدل اور موٹر سائیکل غرض جس کو جو سواری میسر آئی دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑی دیر میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مدرسہ دیوبند اور حضرتؒ کے دولت کدہ پر جمع ہو گیا لاکھوں انسانوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، لوگ ہچکیاں اور سسکیاں لیکر رو رہے تھے ہزاروں آدمی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے بعض لوگ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں کہیں کہیں یہ خبر صاعقہ اثر سن کر کئی لوگوں کے ہارٹ فیل ہو گئے، حسرت زدوں میں مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی برابر کے شریک تھے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا :

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب تشریف لائے، حضرتؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ایسا پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ دیکھنے والوں کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا، ڈھائی تین بجے وصال ہوا تھا۔

غسل و تکفین :

مغرب یا عشاء کے بعد اسی جگہ پر جہاں وفات ہوئی تھی مولانا عبدالاحد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، مولانا راشد حسن نبیرہ حضرت شیخ الہندؒ نے غسل دیا۔ اس کے بعد آخری حج کے احرام کی چادر کا کفن تیار کیا گیا اور اس میں حضرتؒ کے مشائخ اور اساتذہ حدیث کے تبرکات حضرتؒ کی خواہش کے مطابق منسلک کر کے کفن پہنا دیا گیا، نو بجے تک جنازہ تیار کر کے تھوڑی دیر کے لیے اہلیہ محترمہ، صاحبزادیوں اور اعزہ و خواتین کی زیارت کے لیے وہیں رکھا، پھر ساڑھے نو بجے جنازہ اٹھایا گیا، مجمع کی بیٹیوں کا، آہ و بکاہ کا، اور رنج و صدمہ کا حال بیان کے بس کی بات نہیں کئی سال گزر جائینگے یہ دل خراش داستان ختم نہ ہوگی گھر سے مدرسے تک پانچ منٹ کا راستہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔

کمرہ خالی کر دیا گیا اور ہمیشہ کے لیے محو استراحت ہو گئے :

اسکے بعد کمرہ خالی کر دیا گیا اور سب لوگ اس خیال سے باہر آ گئے کہ کچھ دیر نیند آ جائے اس کے آدھ گھنٹے یا شاید ایک گھنٹے کے بعد کوئی لڑکا کمرے میں داخل ہوا، حضرت آرام کے ساتھ محو خواب تھے۔ اس نے خوشی میں غور سے دیکھا تو پیشانی اس طرح پھڑک رہی تھی جیسے آنکھیں پھڑکتی ہیں یا گوشت کا کوئی ٹکڑا خود بخود مرتعش ہو جاتا ہے خیال بھی نہ گزرا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات ہو سکتی ہے اور باہر آ گیا، اس کے ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد گھر کے لوگ نماز کے لیے بیدار کرنے کی غرض سے اندر گئے، پکارا جگایا اور آخر میں ہلایا مگر کوئی جواب، کوئی حرکت، نہ دیکھی تو لوگ سر اسیمہ اور بدحواس ہو کر دوڑے، بھاگے ڈاکٹروں اور حکیموں کو بلایا، انہوں نے معائنہ فرمایا اور تھوڑی ہی دیر میں اعلان کر دیا کہ شیخ العرب والعجم، امام العصر محدث دوراں، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا وصال ہو چکا ہے سدا رہے نام اللہ کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ع آسمان راحق بود گر خون بار در بر زمین

موت کے بعد مسکرا رہے تھے :

جسم پر وفات اور موت کا ذرہ برابر اثر نہ تھا، بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سکون کی نیند سور ہے ہیں۔ ذرا آواز ہوئی، تو ابھی آنکھیں کھول دیں گے، چہرے پر فرشتوں جیسی معصومیت طاری تھی اور دائمی مسکراہٹ بھی جو زندگی بھر ہونٹوں کا طرہ امتیاز رہی تھی ابھی دودن پہلے حسب معمول نہایت اطمینان سے حجامت بنوائی تھی جس کی وجہ سے بالوں، داڑھی، مونچھ اور چہرے کی صفائی و ترتیب میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کشش اور جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔

آل انڈیا اہل حدیث کے نائب صدر حاجی محمد عدیل صاحب دہلوی نے حضرت مدنیؒ کے چہرے کی زیارت کے بعد جناب مہتمم صاحب اور دوسرے بزرگوں سے فرمایا :

”اگر میں حضرتؒ کی زیارت خود اپنی آنکھوں سے نہ کر لیتا اور کوئی مجھ سے کہتا کہ مولانا حسین احمد موت کے بعد مسکرا رہے تھے، تو میں اس بات کا یقین نہ کرتا مگر کیا کروں اپنی آنکھوں کو نہیں جھٹلا سکتا۔ لہم البشری فی الحیوة الدنیا و الآخرة کی کیسی صحیح

آخری دیدار :

جنازہ کی نماز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے پڑھائی، اس کے بعد جنازہ زیریں دار الحدیث میں عام زیارت کے لیے رکھ دیا گیا، تین ساڑھے تین گھنٹے تک لائن بنا کر نظم و ضبط کے ساتھ زیارت ہوتی رہی، آخر رات کو دو بجے کے قریب جنازہ اپنے سفر پر قبرستان کے لیے روانہ ہوا۔

قبرستان میں ہزاروں علماء موجود تھے قبر میں مولانا عبدالاحد صاحب، مولانا راشد حسن صاحب عثمانی، مولانا شوکت علی خان اور بڑے صاحبزادے مولانا اسعد مدنی نے اُتارا۔

شیخ الہند کے قدموں میں :

آپ کا مزار حضرت شیخ الہند کے قدموں میں ہے۔ حضرت مدنی نے امت کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی، جوانی، بڑھاپا گھر بار دنیا کی تمام انسانی مسرتوں کو امت کی خدمت پر قربان کر دیا، نہ کسی سے احسان کے بدلہ کی تمنا نہ کسی دشمن کی ایذا رسانی پر شکوہ کیا سی ۸۱ سال اس عالم رنگ و بو میں گزار کر مسلمانوں کو یہ پیغام دے کر راہی خلد بریں ہو گئے۔

فقیرانہ آئے صد ا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

(تخلیص چراغ محمد ص ۴۴۵ تا ۴۵۵)

☆ ☆ ☆

باب : ۱۷

خوانِ یغما

کتاب مکمل ہو چکی تھی۔ ابواب کی تقسیم، کتابت کی تکمیل بلکہ کاپیاں بھی جڑ گئی تھیں اور کتاب پریس میں جانے لگی کہ بعض نئے واقعات اور تاریخی شواہد و مشاہدات سامنے آئے، ذیل میں وہی مطالعات اور تعلیقات ”خوانِ یغما“ کے عنوان سے درج کئے جا رہے ہیں۔ (حقانی)

قلمی چہرہ :

معروف صحافی شورش کاشمیری لکھتے ہیں :

بعض یادوں کے ساتھ بعض تصویریں بھی دھندلا گئی ہیں۔ یقین مایے اس وقت چشم تصور میں مولانا مدنی کی تصویر نہیں آرہی ہے، لیکن دل پر اب بھی ان کی بڑائی کا نقش کھدا ہوا ہے۔ مولانا سید ادریس احمد دہلوی نے جو اہل اللہ میں سے تھے، ایک دفعہ آپ کے اشغال پر کہا تھا :

”حسین احمد! تمہاری سیاست میری سمجھ میں نہیں آتی ہے، سمجھ میں آتی تو میں تمہارے ساتھ شب و روز چکر کاٹتا، لیکن تمہاری مخالفت بھی نہیں کرتا کیونکہ مجھے تمہارے دینی مرتبہ کا علم ہے اور تمہاری مخالفت کر کے میں جہنم کی آگ نہیں خریدنا چاہتا۔“

کہتے ہیں لازماً محمود حسن شیخ الہند کی بوقلموں خوبیاں قدرت نے ان کے چار شاگردوں کو بانٹ دی تھیں :

”حدیث کا علم علامہ انور شاہ کے حصہ میں آیا تھا۔ قرآن کا علم مولانا شبیر احمد عثمانی کو ملا تھا، سیاسیات کے فہم میں مولانا عبید اللہ سندھی اور ایثار و عمل میں مولانا حسین احمد مدنی ان کے جانشین تھے۔“

مولانا مدنی واقعی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے فقر و استغنا کا بور یہ قائم ہے یا جن سے شہنشی کی جبینوں پر خراش آتی ہے!

مسلم لیگ نے ہندوستانی سیاسیات میں جن لوگوں کو اپنے قہر و غضب کا شکار بنایا اور مختلف الاصل ملاچیوں سے نوازا، ان میں مولانا حسین صاحب مدنی سرفہرست تھے۔ آج ہمارے سیاسی فرماں رواؤں کو ”جن نڈر ہاتھوں“ سے گلہ ہے۔ وہ بہت پہلے مولانا کی داڑھی تک پہنچ چکے تھے۔ مگر کسی مرحلے میں بھی انہوں نے اُف نہیں کی۔ البتہ حضرت شیخ عبدالقادر رائے پوری نے ایک گفتگو میں کہا تھا:

”مسلمانوں نے حسین احمد اور ابوالکلام سے سب و شتم کا جو برتاؤ کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں حسین احمد کا تقویٰ اور ابوالکلام کا صبر انہیں لے نہ ڈوبے۔“

اور انسان ان سانحات سے ایک گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے کہ جن ہستیوں کو مسلمانوں نے ان کی موت کے بعد دین کے معاملے میں مستند تسلیم کیا۔ ان کی زندگی میں انہیں بری طرح خوار کیا بلکہ انہیں رسوائی کا تماشا بنانے میں بھی کوئی کسر اٹھانہ رکھی!

مولانا حسین احمد مدنی کے ذاتی عقیدت مند اس برصغیر کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ ہر وہ طالب علم جو دیوبند کا فارغ التحصیل اور آج کسی نہ کسی مسجد کا پیش امام یا کسی نہ کسی عربی مدرسہ میں استاد ہے، ان کا ارادت کیش ہے۔

مسلم لیگ کے زمانہ عروج میں جمعیۃ العلماء کے وجود کا نوے فیصد حصہ مولانا ہی کے ذاتی حلقہ بگوشوں کا مرہون منت تھا۔ اُن کا نام تحریک پاکستان کی طرح ہندوستان کے ہر قریے میں موجود تھا۔ سلہٹ سے لے کر خیبر تک کے دیہات میں اُن کے شاگرد موجود تھے اور ان کی بدولت ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔ وہ کوئی بڑے سیاستداں نہ تھے، انہوں نے انگریز دشمنی کا جذبہ ورثہ میں پایا تھا۔ اُن کا وجود ۱۸۵۷ء کے علماء کی بغاوت کا مظہر تھا۔ وہ گھنٹوں بے تکان بولتے چلے جاتے تھے، لیکن کوئی عظیم خطیب نہ تھے، ان کا احترام محض ان کے دینی وجود کی وجہ سے تھا۔ لوگ انہیں مالٹا کے اسیر کی حیثیت سے جانتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اس شخص نے ساہا سال رسول اللہ ﷺ کے روضے کی جالی کے پاس بیٹھ کر حدیث کا سبق پڑھایا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ (شاہ جی) دیوبند میں میٹھی نیند سو رہے تھے کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ وہ بدستور سوئے رہے۔ اتنے میں کسی نے پاؤں داب بنے شروع کیے۔ ہاتھوں کی ملائمت سے غنودگی تیز ہوتی گئی۔ تھوڑی دیر بعد پلٹ کر دیکھا تو مولانا مدنی پاؤں داب رہے تھے۔ شاہ جی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

”حضرت! آپ گنہگار کر رہے ہیں!!“

”شاہ جی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے محسوس کیا، آپ کو جگالوں لیکن پھر خیال آیا آپ تھکے ہوئے ہیں۔ یہی مناسب سمجھا کہ پاؤں دابوں تھکاوٹ دور ہوگی، آنکھ کھلے گی تو ممکن ہے نماز قضا نہ ہو۔“

اور یہ تھے حسین احمد مدنی، ہندوستان میں اسلاف کی آخری صدا۔ (قلمی چہرے: ص ۹۸)

چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را :

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں :

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، اسی زمانے میں جب بخاری کا درس جاری تھا، منجملہ دوسری خوش نصیبیوں کے اپنی زندگی کی ایک بڑی کامیابی، اس حسن اتفاق کو خیال کرتا ہوں کہ ٹھیک انہیں دنوں میں جب شیخ الہند جیسے شیخ وقت سے پڑھنے کا موقع میسر آیا تھا، شیخ مدنی اچانک مدینے سے دیوبند تشریف فرما ہوئے اور تشریف لا کر مسجد نبوی کے حلقہ حدیث کا شیخ درس، طالب العلم بن کر طلبہ بخاری کی جماعت میں شریک ہو گیا۔ شیخ الہند استاد تھے اور شیخ مدینہ شاگرد۔ درس کے جس حلقے کا یہ رنگ قائم ہو گیا ہو، وہاں غریب طلبہ کا وجود اگر عدم بن کر رہ گیا ہو تو اس کے سوا اور ہوتا کیا؟ قاری بخاری کے اب شیخ مدنی تھے اور سارے طلبہ سامع بن گئے۔ اب میں کیا بتاؤں کہ اس عجیب و غریب درس میں کیا کیا سنا، کیا کیا دیکھا، جنہوں نے نہیں سنا، نہیں دیکھا، سوچ کر ہی ان کو اندازہ کرنا چاہئے کہ ایک کہنہ مشق فاضل جلیل طالب علم بن کر اپنے حد سے زیادہ شفیق استاد گرامی سے کیا پوچھتا تھا اور جواب کیا پاتا تھا۔

سوال و جواب کی خاص منزل تک پہنچنے کے بعد یہ واقعہ ہے کہ طلبہ کی اکثریت بازو ڈال کر بیٹھ جاتی تھی۔ ایک ایک مسئلے پر شیخ الہند اور شیخ مدینہ کے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہتی۔ میدان کے دو کھلاڑیوں کے داؤچ کا یہ تماشا بڑا دلچسپ تھا۔ اپنے لئے فخر کا سب سے بڑا سرمایہ یہی ہے کہ اس تماشے

کے دیکھنے والوں میں اس ظلم و جہول کو شریک ہونے کا موقع حق سبحانہ و تعالیٰ نے آسان فرمایا۔

(احاطہ دارالعلوم میں بیٹے ہوئے دن ص: ۱۶۱)

مزاجی لطیفے :

جذبات کے ساتھ محبوب استاد اور محبوب تلمیذ کے درمیان کبھی کبھی مزاجی لطیفوں کا بھی تبادلہ ہوتا، یاد پڑتا ہے کہ کسی خاص مسئلے میں حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ پر اس مسئلے میں امام شافعیؒ ہی غالب نظر آتے ہیں، سننے کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کی زبان مبارک سے بیساختہ یہ فقرہ نکلا کہ :

”ہاں پھڑنے کی آواز تو میں نے بھی سنی لیکن نیچے کون ہے، اس کو آپ دیکھئے“۔

شفقت و محبت کے غیر معمولی جذبات نے سخن گستری کے میدان کو وسیع کر دیا تھا، کبھی کبھی حضرت شیخ الہندؒ فرماتے :

”آخر عرب کی بدادوت سے تم کو بھی متاثر ہونا پڑا۔ بدوؤں کی سمجھ میں یہ نکتہ نہیں آ سکتا“۔

میرے لئے تو ان الفاظ کو نقل کرنا بھی بے ادبی ہے، محبوب استاد اور محبوب تلمیذ کے درمیان سوز و ساز کے جو تعلقات تھے، ان کا رنگ تو انہیں بے تکلیفوں میں نکھرتا تھا۔ یہ سال مہربانیوں اور لطف و کرم کا سال تھا۔

حضرت مدنیؒ کے حلقہ درس میں :

اس کے بعد مولانا مناظر احسنؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

شیخ الہندؒ کے ساتھ شیخ مدینہ سے بھی نسائی شریف پڑھنے اور سننے کا موقع اسی زمانہ میں میسر آیا، حضرت مدنیؒ کی تشریف آوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، مدرسہ والوں نے دورے کا ایک سبق آپ کے بھی سپرد کر دیا تھا، زندگی میں پہلا موقع بھی تھا اور آخری بھی کہ براہ راست عربی زبان میں مطالب کی تقریریں اپنے استاذ سے سنیں۔ حضرت مدنیؒ مدینہ منورہ کی مسجد میں بزبان عربی درس دینے کے عادی تھے، یہاں بھی حسب عادت جو کچھ بھی فرماتے فصیح عربی زبان ہی میں فرماتے، اس وقت مدینہ منورہ سے تازہ وارد تھے۔ اب تو ہندوستانی طالب علموں کی رعایت فرماتے ہوئے ہندوستان کے دستور کے مطابق آپ کی درسی تقریریں بھی اردو زبان ہی میں ہوتی ہیں، مگر ان پر بھی عربی لب و لہجہ کا رنگ اب بھی غالب ہے۔ گویا بخاری کے سبق میں رفاقت اور نسائی میں تلمذ، ان دو گونہ نسبتوں کا شرف

حضرت مدنیؒ کی ذات گرامی سے بحمد اللہ اس ذرہ ناچیز کو حاصل ہوا، جن کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

(احاطہ دارالعلوم میں بیٹے ہوئے دن ص: ۱۶۱)

دارالعلوم دیوبند میں مجلس علمی کا قیام :

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم راوی ہیں کہ میرے والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ارشاد فرمایا کہ :

جب حضرت مدنیؒ قدس سرہ حدیث کا درس دینے کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو آپ نے دارالعلوم کے اساتذہ پر مشتمل ایک ”مجلس علمی“ قائم فرمائی۔ اس مجلس کا مقصد یہ تھا کہ اساتذہ باہم بیٹھ کر علمی مذاکرات کریں اور جس استاذ کو کوئی علمی اشکال پیش آیا ہو وہ سب کے سامنے رکھے اور اس پر تبادلہ خیال ہو، چنانچہ معمول یہ تھا کہ ہر جمعرات کو تمام اساتذہ اپنے اپنے گھروں سے کھانا منگوا لیتے، اجتماعی طور پر کھانا بھی ہوتا اور علمی مسائل بھی زیر بحث رہتے تھے۔ یہ بڑی دلچسپ مجلس ہوتی تھی، جس میں اساتذہ کو ایک دوسرے کی معلومات سے استفادے کا موقع ملتا تھا اور حضرت مدنیؒ اس مجلس کی روح رواں ہوتے تھے۔

درس حدیث پڑھانے کی ترغیب :

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مدنیؒ قدس سرہ کا یہ عظیم احسان میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے مجھے علم حدیث کی طرف متوجہ فرمایا اور اصرار کر کے مجھے حدیث کی تدریس پر آمادہ کیا۔ اس سے پہلے میں علوم آلیہ سے لے کر تفسیر اور فقہ تک ہر علم و فن کی کتابیں دارالعلوم میں پڑھا چکا تھا، لیکن حدیث پڑھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت والد صاحبؒ خود تحریر فرماتے ہیں :

”جب آپ سلہٹ میں تشریف رکھتے تھے تو وہاں حدیث پڑھانے کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی، مجھے والا نامہ تحریر فرما کر بلایا۔ میں نے عذر کیا کہ اس وقت تک دارالعلوم میں مجھے کبھی حدیث پڑھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

اس پر تقاضا کا خط آیا کہ ایسا کیوں کیا؟ حدیث کی تعلیم کو ضروری سمجھو! پھر دیوبند تشریف آوری کے وقت دوبارہ حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! جہاں استاذ محترم

ہوتی رہی۔ حضرت مدنیؒ اپنے دلائل بیان فرماتے اور میں اپنے شبہات پیش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ گفتگو تین روز کے قریب چلی اور آخر میں حضرت مدنیؒ قدس سرہ نے فرمایا کہ بات آپ کی بھی بے وزن نہیں ہے، لیکن میرا اس پر انشراح نہیں ہوتا اور آپ کو میرے دلائل پر اطمینان نہیں ہو رہا۔ اس لئے آپ اپنے موقف پر ہیں اور میں اپنے موقف پر۔

حضرت والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ قدس سرہ میرے بہنوئی حضرت مولانا نبیہ حسن صاحبؒ کے مکان پر تشریف لائے، میں بھی حاضر تھا۔ حضرتؒ نے اس وقت ایسے ہی موزے (یعنی رقیق متعل) پہنے ہوئے تھے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو حضرت مدنیؒ قدس سرہ نے ان موزوں پر مسح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ”مفتی صاحب! آپ کے نزدیک تو یہ مسح درست نہیں ہوا، اس لئے میرے پیچھے آپ کی نماز بھی نہ ہوگی۔ اب آپ ہی امامت فرمائیں۔“ حضرتؒ کے اشارے پر میں نے بھی تکلف نہیں کیا اور اس روز خود امامت کی۔

حضرت والد صاحبؒ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان حضرات نے اختلاف کرنے کا طریقہ بھی اپنے عمل سے سکھایا ہے۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۳۲۵)

تجربہ شاہد ہے جب تقویٰ اور خوف خدا و آخرت غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے مننوں میں ختم ہو جاتے ہیں، باہمی منافرت کے پہاڑ گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو کسی جنگ وجدل اور جھگڑے سے تو کیا دلچسپی ہوتی۔ ان کو تو خلاق کی صلح اور درستی کے لئے بھی فرصت نہیں ملتی، کیونکہ جس کا قلب اللہ تعالیٰ کی محبت و خوف اور یاد میں مشغول ہو، اس کو دوسروں سے تعلقات بڑھانے کی کہاں فرصت ہے۔

جنہیں حضرت مدنیؒ نے سپرد کیا ہو :

حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ کاندھلویؒ دیوبند میں شیخ التفسیر تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جامعہ عباسیہ بہاولپور تشریف لائے اور اس کے بعد لاہور جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ نے اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مولانا ادریس صاحبؒ کو پکڑ کر میرے سپرد کیا اور فرمایا کہ اس کی خدمات سے جامعہ میں فائدہ اٹھاؤ۔ چنانچہ چند روز کے بعد حضرت مولانا ادریس صاحبؒ جامعہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اور تادم آخر جامعہ میں حدیث کی خدمت کی۔ آپ

حضرت شاہ صاحبؒ درس حدیث دیتے ہوں، وہاں ایسا احمق کون ہوگا جو مجھ سے حدیث پڑھنے کو گوارا کرے گا؟

فرمایا نہیں، کوئی نہ کوئی کتاب حدیث کی ضرور پڑھایا کرو! اور پھر مجھے بار بار اس کا تقاضا فرمایا بالآخر دارالعلوم کی طرف سے سب سے پہلے مؤطا امام مالک کا درس میرے سپرد ہوا اور اس کے بعد دورہ حدیث کی دوسری کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔

(نقوش و تاثرات ص ۲۳)

شیخ الہندؒ کے اوصاف و کمالات کا عکس جمیل :

مولانا محمد تقی عثمانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

حضرت والد صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عام طور سے لوگوں نے حضرت مدنیؒ کی صرف سیاسی جدوجہد کو ان کا اصل کمال سمجھ لیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ساہا سال حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت و صحبت میں رہنے کی جو توفیق عطا فرمائی، انہوں نے اپنے شیخؒ کی خدمت اور عقیدت و محبت میں اپنے آپ کو جس طرح فنا کیا اور اپنی عام زندگی میں اپنے شیخؒ کے اوصاف و کمالات کو جس طرح منعکس کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مدنیؒ کی عظمت کے اس پہلو کو اتنا اجاگر نہیں کیا گیا جتنا اس کا حق تھا۔

اب آپ ہی امامت فرمائیں :

مولانا محمد تقی عثمانی نے مزید لکھا ہے کہ :

کپڑے کے وہ باریک موزے جو ٹخنیں نہ ہوں، لیکن ان کے تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو، جنہیں فقہاء رقیق متعل کہتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہائے حنفیہ کا کچھ اختلاف رہا ہے۔ اس مسئلے میں حضرت والد صاحبؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ ان پر مسح جائز نہیں (جس کے تفصیلی دلائل کے لئے حضرت والد صاحبؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکا ہے) لیکن حضرت مدنیؒ کا رجحان جواز کی طرف تھا۔ اس مسئلے پر زبانی گفتگو تو کئی بار ہوئی، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

ایک دن حضرت مدنیؒ قدس سرہ نے فرمایا کہ اس مسئلے کی تحقیق کے لئے میں کچھ وقت فارغ کر کے دارالافتاء میں آؤں گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت تشریف لائے اور کتابوں کی مراجعت کر کے گفتگو

انہیں کا تھا بہت ممتاز درجہ راز داروں میں
انہیں کہتے تھے شیخ کے سب جانثاروں میں

حضرت مدنیؒ کی عظمت کا راز :

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں :

ان کی زندگی کا سب سے پہلا، ممتاز اور اعلیٰ وصف اخلاص اور للہیت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ الفاظ کثرت استعمال سے اپنی قیمت اور وزن کھودیتے ہیں، اخلاص بھی انہیں لفظوں میں سے ہے۔ ہر معمولی دیندار اور ذرا پابند صوم و صلوة آدمی کو ہم مخلص کہہ دیتے ہیں، ہمارے نزدیک آدمی کی سب سے پہلی تعریف مخلص ہوتی ہے، حالانکہ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مخلص ہونا انسان کی آخری اور انتہائی تعریف ہے، اِنَّ صَلَوتَیْ وَنُسُکَیْ وَمَحَیَایَ وَمَمَاتَیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کے مقام پر پہنچنا آسان نہیں ہے۔ یہ مقام نبوت کا پر تو ہے، میں نے حضرت مدنیؒ کی زندگی میں اس جوہر کو بہت نمایاں دیکھا۔ ایسا کام جو اخلاص ہی پر مبنی ہو اور جو عام طور پر محض اللہ ہی کے لئے کیا جاتا ہو اور جس میں کوئی دنیاوی اور مادی نفع نہ ہو، مثلاً نماز پڑھنا، اس میں اخلاص کا قائم رکھنا زیادہ مشکل نہیں، اگرچہ یہ بات بھی پورے وثوق سے نہیں کہی جاسکتی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے کاموں میں بھی محض خال خال اور چند ہی ایک صحیح معنی میں مخلص کہے جانے کے مستحق ہوتے ہیں، لیکن جو کام اکثر و بیشتر بلکہ تمام تر دنیاوی نفع اور فائدہ کے لئے کیے جاتے ہوں، جہاں غیر مخلصین کا مجمع ہو، وہاں اخلاص کا قائم رکھنا بڑا مشکل ہے، نماز اخلاص کے ساتھ پڑھنا آسان ہے، لیکن تجارت، مزدوری، کتابوں کا لکھنا اور شائع کرنا اخلاص کے ساتھ بہت مشکل کام ہے اور اسی لئے اللہ نے ایسے لوگوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے، جو ایسے اعمال میں اپنے اخلاص کو قائم رکھتے ہیں۔ رَجَالٌ لَا تُلْهِیْہُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ۔ (الآیۃ)

حضرت مدنیؒ کی عظمت کا راز یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی بڑے مقرر تھے، میں آپ کے سامنے صاف کہتا ہوں کہ مولانا مدنیؒ کوئی جادو بیان اور شعلہ بیان مقرر نہیں تھے بلکہ وہ بقدر ضرورت ہی تقریر کرتے تھے، لوگ مولانا کے سامنے اس لئے نہیں جھکتے تھے کہ وہ کوئی بڑے مصنف تھے، مولانا کا شمار ملک کے نامور و ممتاز مصنفین میں نہیں، میں اس کے کہنے میں کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا اور نہ اس میں مولانا کی کوئی تنقیص ہے، بہت بڑا عالم ہو جانا کوئی بڑا کمال نہیں، جو ذرا محنتی، ذہین اور فہیم ہو اور اس کو مطالعہ کا موقع ملے، ایک بڑا عالم بن سکتا ہے، مولانا کی بڑائی کا راز یہ ہے کہ وہ سرتاپا اخلاص تھے، وہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ طبیعت نہایت سادہ تھی۔ پاکستان بننے کے بعد ہر عالم کی طبیعت میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور آیا، لیکن حضرت مولانا ادریس صاحبؒ کی طبیعت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ علم سے ایسی لگن کہ عام گفتگو میں بھی علمی نکات ہی بیان فرماتے۔

ایک دفعہ احقر کے دو دوستوں نے حضرتؒ سے سوال کیا کہ ”ہم جو اپنے گھروں میں بجلی کے پتکھے ریفریجریٹر اور ائر کنڈیشنر وغیرہ لگواتے ہیں، کیا ان کا لگوانا شرعی طور پر جائز ہے یا یہ اسراف میں آتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا ! مولانا تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ ہر شی کے چار درجات ہیں۔ ایک درجہ رہائش، دوسرا درجہ آسائش، تیسرا درجہ زیبائش اور چوتھا درجہ نمائش، پہلے تین درجے جائز ہیں اور چوتھا درجہ نمائش جائز نہیں ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! انہوں نے آپ سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے انہیں حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے یہ چار درجات بنا کر بتا دیا۔ خود آپ کی اپنی رائے اس بارہ میں کیا ہے؟ اتنا بڑا عالم ہونے کے باوجود حضرت مولاناؒ کی بے نفسی ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا: مولوی صاحب! میری حیثیت ”حد اوسط“ کی ہے، جو صغریٰ کو کبریٰ سے ملاتی ہے اور خود ساقط ہو جاتی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ لوگوں کو اکابر علماء سے ملا دیتا ہوں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ میری اپنی حیثیت کچھ نہیں۔ (الحسن جامعہ اشرفیہ نمبر)

منظوم سوانح سے انتخاب :

طریقت انگلیاں پکڑے ہوئے ہر گام چلتی تھی
شریعت کی بصیرت ذہن کے حلقے میں پلتی تھی

یہاں دین و عمل کی شکل ہم آہنگ کو دیکھا
جہاد و عزم کے نکھرے ہوئے اک رنگ کو دیکھا

حسین احمدؒ بنے اس ساتی فیاض کے محرم
ہوئے جس کے قدم پر سرکشانِ دہر کے سرخم

نہ پوچھ استاد و شاگرد کا یہ ربط اے ہمد
یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

تڑپ کہ رات کو جو باقی حصہ تھا، اس کو نذر ذکر و صلوٰۃ کر دیا۔ اب ممکن نہیں کہ دن میں کوئی آرام کا وقت نکالا جاسکتے۔ اُمید نہیں کہ دوسری شب بھی آرام نصیب ہو، کیونکہ پھر سفر درپیش ہے۔ لیکن اللہ کے ولی کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ چند لمحے بچے، تکیہ سے سر لگایا ہی تھا، ابھی آنکھ بھی نہ جھپکی تھی کہ مؤذن نے اللہ کی کبریائی کا اعلان کر دیا اللہ اکبر اللہ اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور الصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ! نماز سونے سے بہتر ہے۔..... کی آواز فضا میں گونجی اور اللہ کا یہ ”ولی“ مسنون دعا پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی اور اس کے بعد پھر دن بھر کے مقررہ پروگرام پر عمل شروع ہو گیا۔ جس کی رات کا بیشتر حصہ سفر میں گزرا اور جو باقی بچا تھا، وہ اللہ کی عبادت میں صرف ہوا، اس کا دن ملکی و قومی مسائل کے سلجھانے اور سیاسی تگ و دو میں صرف ہو رہا تھا۔ یہی وہ پاک وجود ہیں، جن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خبر دی تھی کہ:

”وہ دن کو گھوڑوں کی پیٹھ پر ہوتے ہیں اور اُن کی رات مصلے پر گزرتی ہے۔“

اللہ اللہ! ایک طرف سیاست میں یہ انہماک، دوسری طرف شب بیداری کا یہ عالم، کون ہے، جس کی نظریں عقیدت و محبت سے نہ جھک جاتی ہوں۔ (حضرت مدنی، ایک سیاسی مطالعہ)

غلط سفارش کی اُمید نہ رکھیے:

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری رقمطراز ہیں:

ایک بار حضرت مدنی صاحب تلمذ (شاہجہان پور کا ایک قصبہ) تشریف لائے۔ شاہجہان پور سے بھی سیکڑوں عقیدت مند کھنچ کھنچ کر پہنچ گئے، جس جگہ قیام تھا، وہاں بھی بے شمار آدمی جمع تھے۔ اتنے میں ایک صاحب تشریف لائے۔ وہ پنڈت پنت کے نام جو ان دنوں یوپی کے وزیر اعلیٰ تھے، ایک سفارش نامہ چاہتے تھے۔ کسی صاحب نے ان کو بتا دیا تھا کہ اگر مولانا پنڈت پنت کو اشارہ بھی کر دیں تو تمہارا کام ہو سکتا ہے۔ پنڈت پنت ہر گز مولانا کی بات نہیں ٹال سکتے۔ ان صاحب سے یہ بات جس صاحب نے بھی کہی غلط تو نہ تھی لیکن وہ مولانا کی طبیعت سے قطعاً واقف نہ تھے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ معاملہ کی اصل حقیقت ہی سے ناواقف ہوں۔ اس لئے مولانا کے پاس جانے کا مشورہ دے دیا ہو۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا نے سفارش کرنے سے صاف انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ میں اس معاملہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ معاملہ حقیقتاً یہ تھا کہ ان صاحب کا ایک ہی لڑکا تھا اور قتل کے الزام میں گرفتار ہو چکا تھا۔ خود ان صاحب کو تسلیم تھا کہ یہ الزام غلط نہیں، لیکن کیا کروں؟ ایک ہی بیٹا ہے،

اپنے کام میں اور ہر وقت مخلص تھے، ان کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی اور غیر دینی سے غیر دینی کام اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا، ان کی ساری سیاسی جدوجہد محض اتباع رضوان اللہ تھی۔

(مولانا مدنی، ایک سیاسی مطالعہ)

حلیہ مبارک:

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں:

سانولا رنگ اور میانہ قد، دو ہر ابدن، بارعب کتابی چہرہ، بھری ہوئی سیاہ داڑھی (حضرت خضاب استعمال کیا کرتے تھے) کشادہ اور نورانی پیشانی، روشن آنکھیں، گفتگو کا انداز سلجھا ہوا، پُر اعتماد لب و لہجہ کہ مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اُٹھے تو احساس مرعوبیت لے کر، نپے تلے الفاظ، جملے ایسے کہ جیسے سانچے میں ڈھلے ہوں، چال میں شیروں کی سی بے باکی، لیکن دل میں راہبوں سے زیادہ انکسار، ایسا مجاہدانہ انداز جسے دیکھ کر جوان بھی شرمائیں۔ (مولانا مدنی، ایک سیاسی مطالعہ)

زندگی کے شب و روز:

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مدنی ”شاہجہان پور تشریف لارہے تھے۔ جاڑوں کے دن تھے اور گاڑی تقریباً دو بجے رات کو اسٹیشن پر پہنچتی تھی۔ ایسے وقت ممکن نہ تھا کہ اسٹیشن پر خیر مقدم کرنے والوں کی بھیڑ ہو، لیکن چند عقیدت مند (بلکہ جانثار کہوں تو زیادہ بہتر ہے) اس وقت بھی اسٹیشن پر موجود تھے۔

حضرت تشریف لائے، جمعیت العلماء کے دفتر واقع منڈی میں قیام کا اہتمام کیا گیا، چند منٹ کی رسمی گفتگو کے بعد حاضرین اس وجہ سے علیحدہ ہو گئے کہ آپ تھوڑی دیر آرام فرمائیں، لیکن یہاں آرام کہاں؟ حضرت کی مجاہدانہ زندگی تو اصغر گونڈوی کے اس شعر کی بولتی ہوئی تصویر تھی.....

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

اس کے باوجود کہ ابھی ابھی ایک لمبے سفر سے تشریف لارہے ہیں، نصف شب سے زائد حصہ پریشانی سفر اور صعوبت میں گزر چکا ہے۔ پھر سفر بھی فرسٹ کلاس کا نہیں تھرڈ کلاس کا۔ عمر ستر (۷۰) برس سے اوپر ہے، لیکن خدا کی بندگی کا یہ ذوق و شوق، اس کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے دل کی یہ

پڑھاپے کا سہارا، آنکھوں کا نور، جرم ثابت اور سزا یقینی ہے۔ پھانسی پر چڑھتے نہیں دیکھا جاتا۔ انہوں نے ہر چند مولانا کو مجبور کرنا چاہا، لیکن مولانا نے ان سے صاف صاف کہہ دیا :

”مجھ سے ایسی غلط سفارش کی امید نہ رکھئے، البتہ آپ کا اگر کوئی صحیح مطالبہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی سفارش کر دیتا۔“ (حضرت مدنی ایک سیاسی مطالعہ ص ۸۳)

محبین و متعلقین کا لحاظ :

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری لکھتے ہیں :

ایک واقعہ مجھے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی کے چھوٹے صاحبزادے برادر ام اسماعیل نے سنایا کہ مراد آباد میں حضرت مدنی شروع ہی سے جب بھی تشریف لاتے تو ایک صاحب کے یہاں جن کو حضرت مولانا مدنی صاحب سے بڑی گہری عقیدت تھی، ٹھہرتے تھے اور کبھی اس معمول میں فرق نہ آیا تھا، جب ان صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت محض اس خیال سے کہ مرحوم کی بیوہ کو میری وجہ سے زحمت نہ ہو، دوسری جگہ ٹھہر گئے۔ مرحوم کی بیوہ کو خبر ہوئی تو بچے کے ذریعے مولانا کو کہلا بھیجا :

”مرحوم کے انتقال کے بعد آپ نے بھی ہمیں اپنی خدمت کی سعادت سے محروم کر دیا۔“

مولانا یہ سن کر تڑپ گئے۔ فوراً ان کے گھر گئے، ان سے معذرت چاہی اور اس کے بعد جب بھی مراد آباد تشریف لے جاتے، تو پہلے موصوفہ کے مکان پر حاضر ہوتے۔ سامان رکھتے، اس کے بعد کسی دوسری جگہ تشریف لے جاتے۔

مگر آہ ! کہ اب یہ تمام واقعات ماضی کی داستان بن چکے ہیں ۔۔۔

کب ایسے لوگ ہوتے ہیں پیدا جہاں میں
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی“

(ہفت روزہ چٹان، ۲۳ دسمبر ۱۹۵۷ء)

مولانا عبد القادر رائے پوری اور حضرت مدنی کی تائید :

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں :

اسی زمانہ میں ۱۹۴۶ء کا الیکشن آیا، حضرت رائے پوری نے مولانا مدنی کے ساتھ اپنے تعلق قلبی کا برملا اظہار فرمایا اور اپنے مخصوص مخلصین کو ان کی حمایت کی ہدایت کی۔ ۱۹۴۵ء میں الیکشن کی

تیا ریاں اور رہنماؤں کے دورے شروع ہو گئے تھے، ۱۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو حضرت مدنی رائے پور تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے ایک بڑے مجمع کے ساتھ قصبہ سے باہر نصف میل پر آ کر مولانا کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ جائے قیام پر لے گئے اور چونکہ آپ تکلیف وضعف کے باعث جلسہ میں دیر تک بیٹھ نہیں سکتے تھے، اس لئے جلسہ کی صدارت کے لئے اپنی جانب سے مولانا اشفاق احمد صاحب متولی مدرسہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو مقرر فرما کر بھیجا اور ایک پیغام اپنے خادم و معتمد خاص مولانا حبیب الرحمن صاحب نو مسلم مقیم خانقاہ کے ذریعہ حاضرین جلسہ کو بھیجا کہ

”اگرچہ میں ۱۹۲۱ء کے خلافت اور کانگریس کے دور کے بعد اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے کسی سیاسی جماعت میں شامل نہ تھا، مگر اب پورے شرح صدر کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں حضرت مدنی کے ساتھ ہوں، میں اپنے دوستوں کو تو مجبور نہیں کرتا، مگر میں اپنے متعلق کہتا ہوں کہ اگر میرا ووٹ ہو تو میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو دوں اور ہر اس شخص کو ووٹ دوں جس کی مولانا مدنی سفارش کریں۔“

(سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری ص ۱۳۹)

مولانا احمد علی لاہوری کی حضرت مدنی سے عقیدت :

مولانا سید حامد میاں راوی ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں متعدد بار حاضری ہوئی اور ہر مرتبہ آپ کی مجلس میں یہی محسوس ہوا کہ جیسے حضرت مدنی قدس سرہ کی دوری بلکہ وفات سے بھی ان کی محبت میں کوئی فرق نہیں پیدا کیا حالانکہ یہ دونوں چیزیں جذبہ محبت کو سرد کرنے والی ہوتی ہیں بقول شاعر

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز
سنہلے سنہلے، سنہلے سنہلے جائے گی

ایک مرتبہ حاضری ہوئی تو حضرت لاہوری نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت مدنی کا ایک مکتوب ہے جو میرے لئے ذریعہ نجات ہے۔ یہ فرمانے کے بعد ایک چوکھٹے میں جڑا ہوا مکتوب لائے ایک تمہیدی تقریر فرمائی کہ کامل وہ ہوتا ہے جو تحریر دیکھ کر ہی دل کے حالات معلوم کرے۔ میں

کہ میری داڑھی کے بال حضرت کی مبارک جوتیوں میں سی دئے جائیں۔

اس سے جہاں حضرت مدنی کی بلندی مقام ظاہر ہوتی ہے، وہاں حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ کی غایت درجہ تواضع و انکساری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آج کل مرید اپنے شیخ سے اتنی عقیدت رکھتے نظر نہیں آتے۔ چہ جائیکہ ایک شیخ کامل دوسرے شیخ کامل سے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ یا ایہا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول من تواضع لله رفعه الله (او کما قال) اے لوگو! تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی نصیب فرماتا ہے۔

کیا ٹھکانا ہے، اس عظمت و رفعت کا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ التفسیر کو عطا فرمائی کہ پاکستان میں (پاکستانی) مشائخ طریقت میں کسی سے اتنا فیض نہیں پھیلا جتنا حضرت سے پھیلا اور آپ سرگروہ اولیاء قرار پائے۔ (ہفت روزہ خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

حضرت مدنی کی تواضع :

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نے ارشاد فرمایا کہ :

”حضرت مدنی ایک مرتبہ کہیں تقریر کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں فرمایا کہ بھائی تم لوگ کھیتی کرتے ہو اور جب بیل بوڑھا ہو جاتا ہے تو تم لوگ اسے چھوڑ دیتے ہو، اس لئے مجھ کو بوڑھا بیل سمجھ کر ہی چھوڑ دیتے۔ چار پانچ منٹ کے بعد سب لوگ رونے لگے، پھر حضرت ارشاد فرمایا کہ معلوم نہیں وہ کیوں روئے کیا بات سمجھی، انہوں نے۔“

(ملفوظات فقہ الامت ص: ۸۸)

حضرت مدنی کا ایثار :

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی فرماتے ہیں کہ :

”حضرت مدنی جب مدینہ طیبہ رہتے تھے تو کھانا حضرت خود ہی بنایا کرتے تھے اور یہ پانچ بھائی تھے۔ پکانے کے بعد اس کو پانچ جگہ تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ حضرت کے چھوٹے بھائی محمود اپنا حصہ جلدی جلدی کھا لیا کرتے اور پھر روتے تو حضرت ان کو حصہ

نے تقسیم ہند کے بعد حضرت مدنی کی خدمت میں لکھا کہ ہم دور ہو گئے ہیں، جس پر حضرت مدنی نے مجھے یہ مکتوب تحریر فرمایا، جسے میں ذخیرہ آخرت سمجھتا ہوں۔

مکتوب کا متن تو مجھے متحضر نہیں رہا، البتہ یہ مفہوم یاد ہے کہ جواب میں حضرت مدنی نے پُر اثر الفاظ میں تشفی دی کہ محترم! ہمارا تعلق جسمانی قرب و بعد پر منحصر نہیں ہے۔ یہ ایسا تعلق ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہم سب ہی حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے در یوزہ گر اور خواجہ تاش ہیں۔“

حضرت مدنی کامل تھے :

شیخ التفسیر حضرت لاہوری نے فرمایا کہ میں نے اپنے خط میں ایسا تاثر ظاہر نہیں کیا تھا لیکن حضرت مدنی قدس سرہ کامل تھے۔ اس لئے میری قلبی کیفیت ان پر منعکس ہوئی کہ میں نے اگرچہ الفاظ ایسے نہیں لکھے تھے، لیکن لکھتے وقت مجھ پر رقت کا عالم تھا۔ حضرت مدنی نے جواب میں میری قلبی کیفیت کا خیال فرمایا اور یہی شیخ کا کمال ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے حضرت مدنی کے ساتھ تعلق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق محض لوجہ اللہ تھا اور یہ تعلق بھی شریعت میں نہایت پسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ این المتحابون لجلالی، الیوم اظلم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی۔

یعنی قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جو میری (اور میرے دین کی) عظمت کی خاطر آپس میں محبت رکھتے تھے، آج میں انہیں اپنے سایہ (رحمت) میں جگہ دوں گا، جس دن بجز میرے سایہ کے کوئی سایہ نہیں۔

یہ کتنی بڑی بشارت ہے کہ جس کے مستحق ہمیں حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ نظر آ رہے ہیں۔

عظمت مدنی کا اعتراف :

مولانا حامد میاں راوی ہیں کہ حضرت لاہوری نے فرمایا کہ :

”میں ایسے ہی نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت مدنی قدس سرہ جیسی کوئی دوسری جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی کے سامنے گھنٹوں بھی اگر بیٹھنا ہوتا تو ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتا تھا اور میں نے یہ خواہش کی

دیدیتے اور خود اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص: ۸۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ منسوخ فرمانے پر شبہ :

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نے ارشاد فرمایا کہ :

”ہمارا سبق حضرت مدنیؒ کے پاس تھا، گھنٹہ ہونے پر ہم حضرتؒ کو لینے کے واسطے آپ کے مکان پر پہنچ جاتے، ایک روز کے سبق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جزیہ منسوخ ہونے والی حدیث آئی، جب ہم اگلے گھنٹہ ہونے پر حضرتؒ کو لینے کے واسطے آپ کے مکان پر پہنچے تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت! حضور اقدس ﷺ کی شریعت میں تو (آپ علیہ السلام کے بعد) نسخ نہیں، پھر عیسیٰ علیہ السلام جزیہ کیسے منسوخ فرمادیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کس نے کہا؟ ہم نے عرض کیا کل کے سبق میں آیا تھا۔ حضرتؒ نے پھر فرمایا کس نے کہا؟ ہم نے پھر بھی نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کل کے سبق میں پڑھا ہے، حضرت نے پھر قدرے بلند آواز کے ساتھ (لہجہ بدل کر) فرمایا کس نے کہا؟ تب ہم سمجھے کہ جزیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام منسوخ نہ فرمائیں گے بلکہ وہ تو نبی کریم ﷺ نے ہی منسوخ فرمایا ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ نے جزیہ کی مشروعیت اور اس کی قبولیت کی مدت بیان فرمادی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے پہلے قبول ہوگا۔ ان کے نزول کے بعد قبول نہ ہوگا۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جزیہ قبول نہ فرمانا اور اس کو منسوخ فرمادینا، نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق ہی ہوگا اور اس پر عمل کرنا نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنا ہوگا۔“

(ملفوظات فقیہ الامت ص: ۱۵۵)

زمانہ طالب علمی کی ریاضتیں :

حضرت مفتی صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ :

”ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے طلبہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو مطبخ سے دو روٹی ملتی ہیں، تم دونوں کو کھا جاتے ہو، اتنا نہیں ہوتا کہ ڈیڑھ روٹی پر قناعت کر لیں اور آدھی روٹی کسی غریب کو دیدیں، اسی طرح بستر پر سوتے تکیہ لگاتے ہو میں جب تک طالب علم رہا کبھی

بستر پر نہیں سویا اور نہ تکیہ لگایا بلکہ سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتا تھا۔“

(ملفوظات فقیہ الامت ص: ۱۰۵)

میں اس در کا غلام ہوں :

مفتی صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ :

”حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی والدہ کی طبیعت علیل ہوئی، در دسر ہوا، حکیم ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا، لیکن افاقہ نہ ہوا، حضرت مدنیؒ کو اطلاع کی گئی تو آپ تشریف لائے اور جھاڑ پھونک کیا، پھر سر جھکا کر بیٹھ گئے، یہاں تک کہ جب انہوں نے اطمینان ظاہر کیا کہ اب درد نہیں تو سر اٹھایا اور فرمایا کہ میں اس در کا غلام ہوں، جس وقت جو ضرورت در پیش ہو مطلع کرادیا کریں، حاضر ہو جایا کروں گا، حاضری کو سعادت سمجھوں گا۔“ (ملفوظات فقیہ الامت ص: ۱۰۶)

بہر حال حضرت مدنیؒ کا یہ مقام و عظمت یہ رفعت اور قدر و منزلت ہم طلبہ کیلئے ایک نمونہ عمل ہے، ان کے حالات و واقعات تذکرہ و سوانح اور فکر و عمل کے تمام پہلو اپنے اندر ایک سبق ایک پیغام اور ایک نظام ہدایت رکھتے ہیں۔ گفتگو کا اختتام حسن کی اس شعر پر کرتے ہیں.....

قلم بشکن ، سیاہی ریز ، کاغذ سوز ، دم درکش
حسن ایں قصہ عشقت در دفتر نمی گنج



القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر !

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 قیمت : 60 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برائچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان

توضیح السنن

شرح

جامع السنن للإمام النیموی

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکتہ آراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 قیمت : 500 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برائچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اسلامی آداب زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیث نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندی اخلاق و خصائل، محبت و اطاعت رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرق باطلہ کا تعاقب، رد بدعات، دعوت سنت و اتحاد امت، خدمت انسانیت الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل و احکام، سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے متنوع، تفہیم و تسہیل، افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 قیمت : 320

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ

دفاع امام ابو حنیفہؒ

رُشحاتِ قلم : مولانا عبدالقیوم حقانی

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت اور تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے۔ کمپیوٹر ائزڈ ٹائٹل، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔

صفحات : 352 قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ

امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات

(بارہواں ایڈیشن)

رُشحاتِ قلم : مولانا عبدالقیوم حقانی

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش، فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، تبلیغ و اشاعت دین، تعلیم و تدریس غرض ہمہ جہت جامع نفع بخش، کمپیوٹر ائزڈ ٹائٹل، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔

صفحات : 272 قیمت : 90 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش



شرح شمائل ترمذی

(دو جلد مکمل)

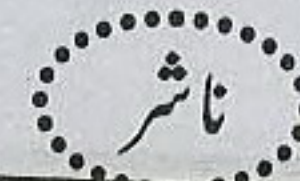
ایک عظیم خوشخبری

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک نادر تحفہ

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر.....

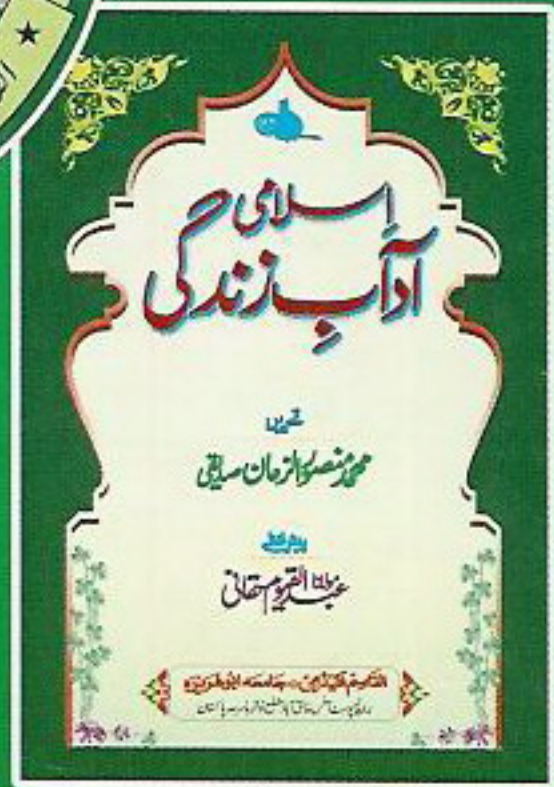
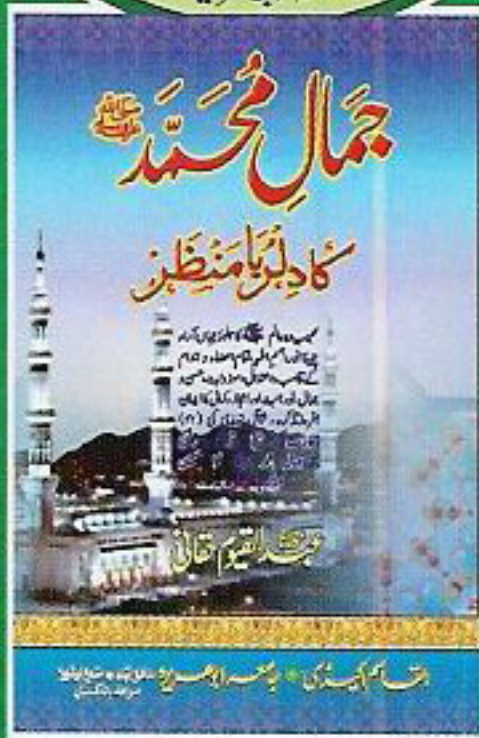
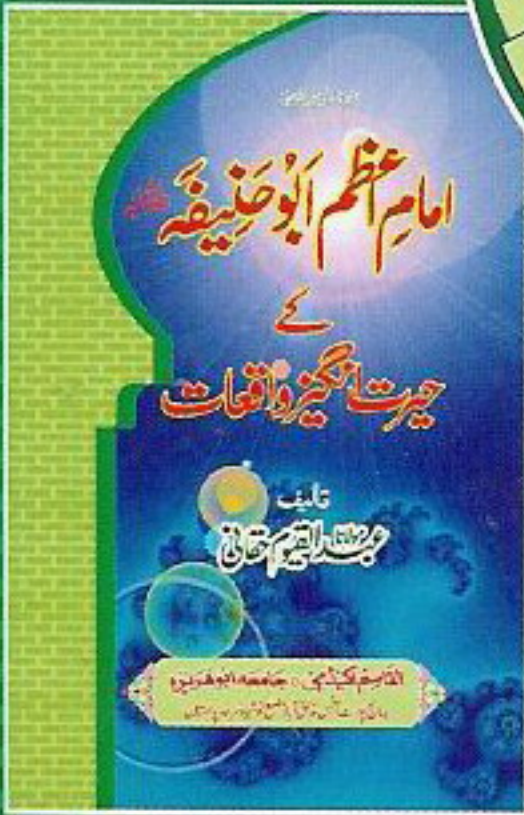
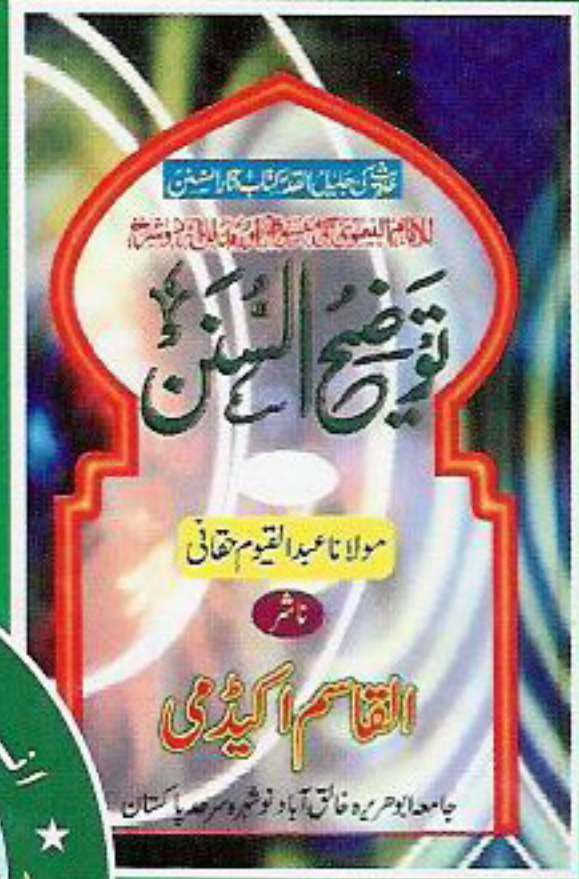
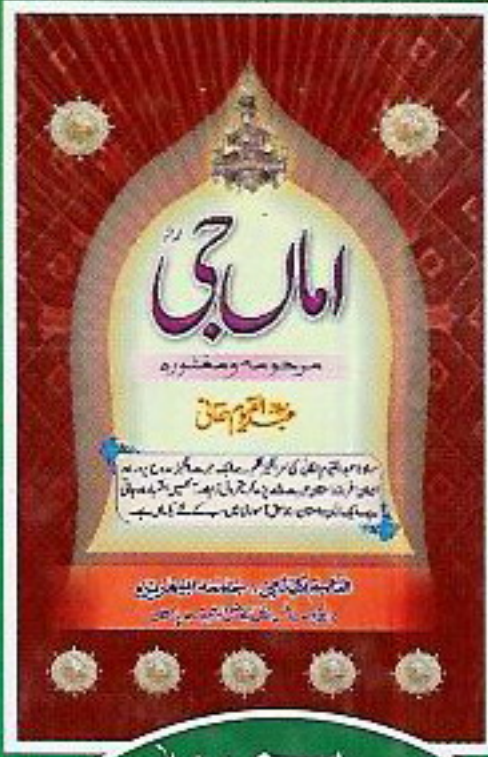
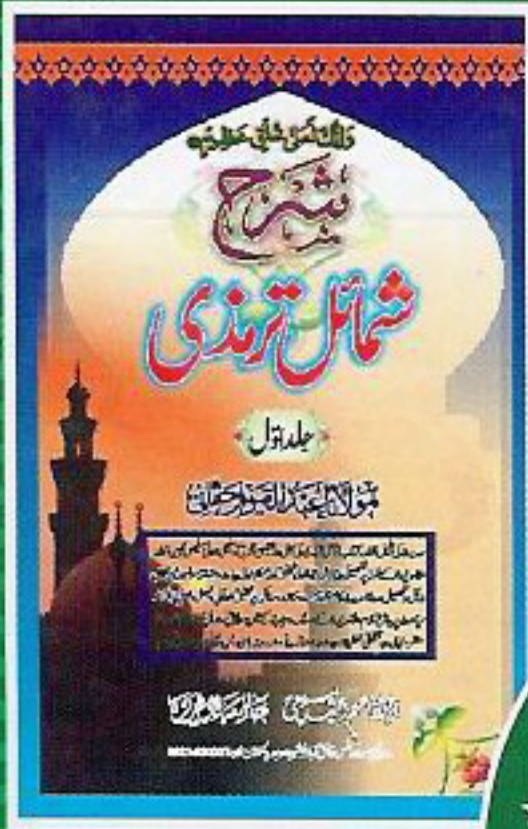
صفحات : 1220 قیمت : 500 روپے



القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

عبد القیوم حقانی کی تصنیفات



القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ

برائچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان